

فقہ المعاملات

یعنی

جدید معاملات کے

شرعی احکام

۳ جلد یکجا مجلد

جناب الانامتی احسان اللہ شائق صاحب
مفتی مطلق و استاذ اہلحدیث از شیدائسن آہد کراچی

دارالاحیاء

آفیس ہزارہ ایم ایس جہان روڈ، کراچی پاکستان فون: 2631861

فقه المعاملات

یعنی

جدید معاملات کے

شرعی احکام

کتاب ۳ جلد سہما

جلد سوم

چناچے لاء ایلمنٹی اسٹون انڈسٹری کمپنی
میں ملتی ۸۰ سترہ سو ملین روپے کی رقم

وزارت اشاعت
۱۹۹۱ء کی حکومت پاکستان
۱۹۹۱ء کی حکومت پاکستان

فہرست مضامین ﴿جلد ثالث﴾

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	کتاب الحظر والاباحۃ	14
1	حرام جانوروں کا بیان	14
2	حرام جانوروں کی فہرست	15
3	حلال جانوروں کی فہرست	15
4	ہنگے اور شکم کا حکم	15
5	مکھڑا مکروہ تحریمی ہے	15
6	مکھڑے کے گوشت کا حکم	17
7	گدھے کے گوشت کا حکم	17
8	خیر کے گوشت کا حکم	18
9	خزیر کے گوشت کا حکم	18
10	شکاری حرمت میں فلسفہ	19
11	نسب (نود) کے استعمال کا حکم	23
12	حشرات الارض (کیڑے مکوڑے) کا حکم	25
13	مردی جانوروں کے قتل کا حکم	25
14	کوا کمانے کا حکم	26
15	کیڑا کا دوا بھس یا تاج کھانا	27
16	جلی کی تحقیق	27
17	چائے میں کھن گڑنا	28
18	جلال نہایت خور جانور کا حکم	29
19	جانوروں میں سات چیزیں حرام ہیں	30

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
20	مستردی جانوروں کا قتل	30
21	سنگھ کی کج تعمیر	34
22	بیوی کی حد و حرمت	36
23	دعاؤں کی حرمت و خلافیت	38
24	فرگوش طالع چور ہے	38
25	بیوی شہر و دیہہ کا غم	39
26	غیر زانی طور پر عید و شہد جانور کا قتل	39
27	مرد اور عورت کا ضم	39
28	باب الطہاس	44
29	طہاس کی حقیقت	44
30	طہاس کیسا ہے؟	44
31	طہاس کے جمالی و بیانی اسوئل	45
32	امیران اور فقیر سے پہننا	46
33	دل خوش کرنے کے لیے قیمتی لباس پہننا	47
34	مختلے سبب یا مطلقاً چادر نہیں	47
35	تعمیرت و ترمیم میں مختلے پہننا حرام ہے	48
36	مردوں کے لیے فاسی و تعمیر کا غم	50
37	عورتوں کے لیے قیمتی لباس طالع ہے	50
38	افضل لباس کونسا ہے؟	51
39	خالص سرخ لباس پہننا مردوں کے لیے حرام نہیں	52
40	سرخ و عذابی دار لباس پہننا جائز ہے	54
41	مردوں کے لیے کس رنگ کا پیرا مکتوب ہے؟	54

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
42	بیاد رنگہ کے کپے کا نمبر	55
43	بیاد شربت پینا	56
44	طلبہ اور ملازمین کے لیے بیاد شربت کی پابندی	57
45	آجاندی کے تار و لانی پیرا	57
46	مصنوعی ریشم کا قلم	58
47	مصنوعی لباس	59
48	سنت کی تحریف	59
49	سنت کی افساد	59
50	آپ ﷺ کا لباس کیا تھا؟	60
51	شرعی لباس	61
52	سوئے کا شین استعمال کرنا	62
53	شین کھلا رکھنا جائز ہے	63
54	تربیان ایک طریقہ رکھنا	63
55	نونی اسلامی لباس کا شہار ہے	63
56	نگھڑا بنانا پسندیدہ نہیں	63
57	نونی کے بغیر ملازمت کرنا	64
58	پای سٹاک یا چٹائی کی نوپلی کا نمبر	65
59	نونی کی کوئی قسم مستحب ہے؟	65
60	قرآن کی نوپلی پہننا جائز ہے	66
61	نونی لباس کی سنت ہے	67
62	غلامہ باندھنے کا صحیح طریقہ	70
63	محراب جاکر کھانا باندھنا	70

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
71	عما سے پیر کی مقدار	64
72	رد مال سے دوسری سالے واپس جائے گی	65
72	عما سے شہادین مقدار	66
77	شہد کس جاتیہ بخاجہ نے	67
73	لامع میں وہ ٹھیلے دینی	68
73	عما میں دیکھ کر ہونا چاہیے	69
73	نیز اور نیز آگے بات نہیں	70
74	غماز میں عیسا کا قسم	71
75	برہہ کے احکام	72
75	مرد کا ستر	73
77	نہیں کوہ کے وقت ستر کھول	74
77	عورت کا ستر دوسری عورت کے حق میں	75
78	کارم کی تعریف	76
78	عورت کا ستر عیسا نے سامنے	77
79	دور شہادین سے پردہ فرض نہیں	78
79	دور شہادین سے پردہ فرض ہے	79
79	عورت کا نماز میں	80
80	عورت کا عیسا غیر محرم کے سامنے	81
84	غیر محرم کو بائو لٹا	82
84	اچھن عورت سے معاملہ کی ممانعت	83
85	ماس سے مصالحہ فطرونی تھنی ہے	84
86	برہہ کے پانچوٹی کا قسم	85

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
88	خواتین کے لیے انگوٹھی کی تفصیل	86
89	دانتوں کے گرد سونے چاندی کا نول لگانا	87
91	سونے چاندی کے برتن استعمال کرنا	88
91	سونے چاندی کے کپیس کی گھریاں اور سونے کا تپ	89
92	احکام الصيد والذبائح	
92	شکار کے حلال ہونے کی شرائط	90
93	ذبح کرنے کا شرعی طریقہ	91
94	ذبح کے وقت بسم اللہ غیر عربی میں کہنے کا حکم	92
95	تا بالغ بچہ کے ذبیحہ کا حکم	93
95	گوسفٹے کے ذبیحہ کا حکم	94
95	اہل کتاب کے ذبیحہ کا حکم	95
97	مذبوح جانور کے پیٹ سے نکلنے والے بچہ کا حکم	96
97	جانور خنثی ہونے سے پہلے سر جدا کرنا	97
98	بندوق اور غلیل کے شکار کا حکم	98
98	حرام مغز کا حکم	99
99	مشیخی ذبیحہ کا حکم	100
107	اہل بدعت کے ذبیحہ کا حکم	101
109	اونٹ نحر کرنے کا طریقہ	102
110	احکام الاضعیۃ والمقیفۃ	
111	قربانی نہ کرنے پر وعیدیں	103
111	مسافر پر قربانی واجب نہیں	104
112	شریک ہو کر قربانی کرنا	105

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
112	قربانی کے جانور کی عمر	106
113	قربانی کا وقت	107
113	قربانی کے جانور میں سے	108
114	قربانی کا جانور جو بچہ یا عورت کے لئے ہے	109
114	قربانی کی اہل و عیال و راس کے گوشت کا حکم	110
116	میرب دار پر قربانی کی قربانی کا حکم	111
118	قربانی کے اجزاء کے لئے قربان واجب ہے	112
118	مال تمام پر قربانی واجب نہیں	113
118	زمین کی وجہ سے قربانی واجب ہونے کی تفصیل	114
120	جانور کے استوائی علاقے کا حکم	115
121	شرک کی شرکت سے کسی کی قربانی نہ ہوگی	116
122	میت کی طرف سے قربانی کا حکم	117
122	حائض پر وجہ قربانی کی تفصیل	118
122	قربانی کی وجہ سے صدقہ کرنا واجب نہیں	119
123	میت کی قربانی کا حکم	120
123	نفسی جانور کی قربانی کا حکم	121
123	نکرو جانور کا حکم	122
124	بچہ یا عورت کی قربانی	123
124	قربانی کا جانور تمسک ہو گیا	124
124	کیا جانور خریدنے سے بعد کسی کو شریک کرے	125
125	قربانی کا گوشت دوسرے کے لئے تقسیم کرنا	126
125	تہنی گوشت صدقہ کرنا مستحب ہے	127

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
126	فقیر پر گوشت اپنے گھر رکھے	128
126	نابالغ بچے پر قربانی واجب نہیں	129
126	عشر ہڈی الحجہ میں ناخن وغیرہ کاٹنا	130
127	ساتویں حصہ کی نفل قربانی میں چھ ساتھی شریک ہو سکتے ہیں	131
128	بچے کے عقیقہ کا شرعی حکم	132
130	عقیقہ کی مدت	133
130	عقیقہ کی دعاء	134
131	عقیقہ کی نیت سے خرید اہوا یا جانور	135
132	باب النذر	
132	نذر کی شرائط	136
133	داغی روزہ کی نذر میں بوقت بحرہ نذر ہے	137
134	نذر میں زمان و مکان وغیرہ کی تعیین صحیح نہیں	138
134	قرآن خوانی کرانے کی نذر جائز نہیں	139
135	نماز کے بعد تسبیحات کی نذر کا حکم	140
137	نذر ذبح میں قیمت کا تصدق جائز ہے	141
137	شیرینی تقسیم کرنے کی نذر	142
139	نذر مطلق میں صیغہ التزام ضروری نہیں	143
140	تبلیغ میں جانے کی نذر صحیح نہیں	144
140	مدرسہ میں رقم دینے کی نذر	145
141	نذر ماننا پسندیدہ عمل ہے	146
141	ولی کے نام بکرا ذبح کرنے کی نذر	147
144	جس جانور کے ذبح کرنے کی نذر مانی گیا اس کو بدلا جاسکتا ہے	148

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
146	نیز کا حکم	149
147	استقامت سے ادا نہ کر دینے کی ایسا صورت کا حکم	150
148	نہرو کی نذر منج ہے	151
148	زبان سے کہے بغیر نذر نہیں ہوتی	152
148	باب البیوع	
149	غیر اللہ کی قسم کا ناجائز نہیں	153
149	کار خیر پر قسم کا حکم	154
149	مٹاؤ پر قسم کھانے کا حکم	155
150	حرام چیز کو حرام تر کا بھی قسم ہے	156
150	بھوٹی قسم کا حکم	157
151	قسم کا کفارہ	158
151	کفارہ سے کار و زوہ	159
151	شعور قسموں کا کفارہ	160
151	علاج و معالجہ کا بیان	161
151	بیادری کا علاج کروانا سنت ہے	162
152	صلی کرانے کا حکم	163
153	نیست خوب ہے بی کا حکم	164
162	بدن پر داغ دے کر مرض کا علاج کرنا	165
162	عقیم کی اجرت کا حکم	166
163	تھوڑے کا حکم	167
165	تہہ کی حکمرانی	168
167	الصدوق والتمیز برات	169

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
167	حدود کی مشروءیت کی حکمت	170
168	حدیث احادیث کی روشنی میں	171
176	نہایت زنا کا طریقہ	172
176	کاروباری کا حکم	173
181	میراث سے بدعتی کی سزا	174
183	کسی مسلمان کو کافر سے تشبیہ دینے کا حکم	175
184	شاگرد کو سزا دینے کی تفصیل	176
187	دیر میں بدعتی کی سزا	177
191	باق اولاد کو قہر	178
192	نقصان کے احکام	179
192	تکلیف دہی تخریف	180
193	نقصان کے قواعد و اصول	181
197	دیت وصول کرنے کا طریقہ	182
197	بچہ ماں کے پیچھے دہ کر مر گیا	183
197	شاہی کی فقریہ میں فائزیت	184
198	بیس سے بچنے کا حکم	185
198	حدود کفار و سبائے نسک	186
199	کسی کے ہاتھ سے بچ کر کر مر گیا	187
199	جماع موجب استیلا کا حکم	188
200	عوام کو اجراء حد کا اختیار نہیں	189
201	حدود خوف کرنے سے سزا نہیں جاتی	190
202	ذکر ذلے کی سزا	191

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
208	چربی کی سزا	192
213	نصاب سرق	193
214	شراب نوشی کی سزا	194
216	کتاب التفرقات	
216	اپریل فول کا حکم	195
217	جالگہ پینے کا مسئلہ	196
222	نخل برکی پر الگ الگ بیٹوں میں حوا	197
224	استاذ کی جگہ پر بیعت	198
225	دارمعی پر تنبیہ کا حکم	199
233	خاتمِ حکم سے واپس آئے تو کیا نہ بھری جائے؟	200
234	پوسیدہ اور ان کا حکم	201
234	کھار سے روٹی اور میل بول رکھنے کا حکم	202
234	بندوؤں کے تیار کردہ کھانے کا حکم	203
235	کافر کی عیادت اور تعزیت	204
236	خود پانی کی چھینروں میں شربت کا حکم	205
238	قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ تحریمی ہے	206
238	پھیلنے کو مارنا ثواب ہے	207
239	فصل خاتمہ میں پیشاب کرنا	208
239	انگلشمن کے ذریعہ جانوروں کو سلا کر مارنے کا حکم	209
240	رضعتی کے موقع پر لڑکی والوں کی طرف سے دعوت	210
240	وایہ کا سنوں وقت	211
240	رسم نیت کا حکم	212

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
213	انتفاخر بالانساب	241
214	نثر بالانساب پر آپ بھیجے کی تحریر	242
215	انساب الی غیر الانساب	244
216	انساب نسب پر لکے والوں کا خدائے	245
217	حقیقی حرات انساب کے تابع ہیں	247
218	لے چکے کا حکم	248
219	انساب کا حکم	248
220	سواء انساب کا حکم	249
221	جدید غیر کثر کا حکم	250
222	موجودین سے سابقہ انساب کا حکم	250
223	موجودہ بعد انساب	251
224	پندرہ سو دستور طالع اور بدعات مرید	253
225	سوار کا استعمال کرنا	257
226	کالے کی سرزد پر نقیض چھ	258
227	راز دہ کی حالت میں انبیا کا استعمال	260
228	بقلم کے لیے تیار ہونے والے مکان میں مردوں کا حکم	260
229	باش طب کر کے کا استعمال طریقہ	261
230	امستہ و بسترہ خستہ کے حکم	262
231	شادی کے حق و نفقہ	265



کتاب الخطر والایمان

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے ایجن کی محبت ہے اور اللہ تعالیٰ بہت ہی سخت دے پس۔ اس لیے ہر وہ چیز جس کی ذات میں نیک و گند کی ہے یا جو چیزیں انسان کی صحت و نفس کے لیے مضر ہیں ان نے استعمال کو حرام قرار دیا اور جو پاکیزہ غذا یا چیزیں اور انسان کے حق میں مفید ہیں ان کے استعمال کو حلال قرار دیا ہے، تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مستحق واکرمے، سہج کہ حکام خداوندی کی پابندی کریں اور اپنی زندگی کے زیادہ سے زیادہ اوقات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزار دیں۔

وقوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ مِمَّا فِي آثَارِكُمْ﴾

الذی انتم به مؤمنون ﴿مائدة: ۸۸﴾

اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم کوئی ہیں ان میں سے حلال و مکرہ چیزیں کھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے وہیہا، بلیم، اسلام سے فرض نہیں میں ہے: و دخل فری کی کہ لوں کو فعال و حرام کی چیز نکھائیں:

وقوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ مِمَّا فِي آثَارِكُمْ﴾

الذی انتم به مؤمنون ﴿مائدة: ۸۸﴾

یعنی ارش و بری تعالیٰ کرو ان کو نیک کاموں کا علم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لیے حلال بناتے ہیں اور گند کی چیزوں پر پراہنہ دیتے ہیں۔

لہذا انسان کو چاہیے کہ حلال کو اختیار کرے و حرام سے اجتناب کرے۔

حرام جانوروں کا بیان:

کوئی جانور حرام ہے اگر کوئی حلال ہے، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف بیان فرمایا:

عن أبي نعجة الحبشي أنه قال: سمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وہ سب سے عظیم الٰہی کتب ہیں۔ اب میں اُن سے (تحریر) شروع کرتا ہوں۔

۱۹۳۶ء تک تحریر کی: بی بی ابی الفیہ و کریمہ بی بی

(خطی)

یعنی ہوا تھلکہ کھینچی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ یہ سوال اللہ ہی سنبھالے گا۔ وہ جس کو چاہے وہ جس سے چاہے۔

دوسری روایت میں ارشاد ہے کہ پرندوں میں جو بچوں سے شکار کرنے والے ہیں ان کا کھوکھشت استعمال کرنا ممنوع ہے۔

کھاروی علی بن عباس رضی اللہ عنہ : اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خداوند عالم ۴۰۰۰ سال قبل از زادن من، یعنی ۱۰۰۰ سال قبل از زادن من، مرا آفرید.

خبر. (آخره منبره ۹۳۳)

نظام صریح ہے کہ جو جانور یا پندہ شکاکہ کے کھاتے ہیں، یا ان کی لہذا محض نجاست ہے، ان کا
مہوشت مستعین کرنا حرام ہے، اچھا یہاں تک ہے (۱) حلال ہے۔

حرام جانوروں کی فہرست:

سُخْر، بھیر، میڈر، اچی، آراب، ہاتھی، بندر، پتہ، شکر، بازار، قیل، گودھ، وغیرہ

حلال جانوروں کی فہرست:

کھائے، پیسے، محبت، شجری، راز، طوطا، مینا، خاندان، چمپا، نیچر، مریخانی، کبوتر، نسل

گائے دہرت، پنج، خرگوش و غیرہ۔

بچے اور سارس کا حکم:

پگے اور مادرس بھی حلال پرندوں میں سے ہے جنس لومگ نکل خطہ جنسی کی وجہ سے ان کا گوشت استعمال نہیں کرتے ، حالانکہ پگے اور مادرس نہ بیٹوں سے شکار کرتے ہیں نہ ہی ان کی نڈا جنھیں نخاصت سے لہذا ان کا گوشت استعمال کرنا حلال ہے ۔

منہ کوڑا کر دیا تو حیرتی ہے:

مخبروں کے کام کو مست حلال یا حرام اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک مفتی۔ قوس کے مطابق کفر و کفری ہے۔ جبکہ حاکمین اور امام شافعی و تیمم اللہ فرماتے ہیں

چونکہ گھوڑا گائے، بھینس، حمال یا غوروں کے مشابہ ہے لہذا اس کا گوشت استعمال کرنا حلال ہے۔
باقی صحت و حرمت یقیناً اس کے اندر کسی قسم کا اثر نہ ہوگا۔ یا اس کی قدر گندمی ہو یا نہیں بلکہ چونکہ
گھوڑا قریباً صحت کے لیے آہستہ بہ آہستہ اس کے گوشت کے استعمال کو حلال قرار دیا جائے گا
تھوڑے ہی وقت میں جانے لگی۔

و فی التسمیر و شرحہ : و التحیل و عیدہما و التسمی رحمہم اللہ
تسمی التحیل و قیل انما حیلة و حیدہ اللہ تعالیٰ راجع عن حرمة فیہ
مما لا یلزم اطلاق علیہ التسمی و عیدہ و لا یسب علیہ الا حید
و قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : (فویہ و عیدہ التسمی) و ہما
مکرمہ و مکرمہ تسمیہ و ہما ظاہر الروایۃ کما فی کفایۃ السیغی و ہما
الصحیح عنی ما ذکرہ حجر الاسلام و عیدہ تسمیہ عنی و صحیح
کما فی التسمیر عن التحلیۃ و عیدہ : و التحیض و التعمیر
و فی اصباح : و تعمدی و غیرہ و علیہ الثبوت و افادہ الموعود بہ
عینی الاول لا خلاف فیہ بین الامامہ و صاحبہ رحمہم اللہ حالانکہ ہما
وہ قولنا بالتحلیل لکن مع کراہۃ التسمیہ کما صرح بہ فی التشریح عن
ابن عیاد قال فیہ : و تحیل فی حیال التروا و اما تحیل لحر فلا یؤکل
انوار (رد المحتار : ۵ / ۶۱۱)

و قال العلامة محمد علی القاضی : اما حید التحیل فبحر
مکن تحیلہا لأنها شہ الذبحہا من الإبل و الغنم و البقر و تأنکل
تعیضہا و لا تأکل فی الذبح أو القدر کمہا یا کمہ التحریر و قد کرد
بعض الفقہاء کحل لحم التحیل لأنها آفة الجہاد فی کل عصر
و ہذا کما قال صلی اللہ علیہ وسلم : " التحیل معفوۃ فی مواضیہا
لجہیر " (یعنی جہاد کی نجات) لکراہۃ عدمہ فیہا تحرمہا و زیادہ فی
حلیۃ أن یعمل سبھا المبرورۃ و فی الذہ الحالیہا ، التي لا
تستفی عنہا العربہ فی کل عصر و زمان

وَوَاجِ السُّعْيَةِ بِرَوْعٍ عَمِيرٍ ۖ وَرَعْنُ لِحْيَتِهِ الْجُمُورُ الْإِسْبَةُ *

1. $\frac{1}{x^2} = x^{-2}$ $\frac{d}{dx} x^{-2} = -2x^{-3} = -\frac{2}{x^3}$

اس نے شجر کی فتح کے موقع پر جہاد اور گدھے نے کا نوشت

— 44 —

[illegible]

٣- وفي رواية أخرى لحلم: "أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم أن تلصق عبادي إلى الله ورسوله بهيابة عن أجورهم، لأنهم رجعوا أو محضين".

ثم روي الترمذي عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه قال: "حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم حبرا أن كل ذي ناس من الأصابع مائة خمسة وأربعين تكون عظامها سائر والحمض الأسف" أبي لأبي الترمذي رقم ١٧٩٥ في الأصابع

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ہر اس جانور کے گوشت کو کھاتا ہوں جو چلنے والا ہو اور اس جانور کو شکار کیا گیا ہو جو حقیر اللہ تعالیٰ کا اور پانچ اندھا کا گوشت۔
غیر کے گوشت کا حکم:

فچ معمولی سے پیدا ہوتا ہے اور شہا جانوروں کی انٹل کا مسلم یہ ہے کہ بچہ ماں کے تالو ہوتا ہے۔ البتہ انچہ میں کھوڑی کے حکم میں داخل ہو کر اس سے گوشت کا استعمال بھی ضروری ہوگا۔

خزیر کے گوشت کا حکم:

خود پر کئے ہوئے قمار آج و حدیث قرآن سے انیس سلطان کا اللہ تعالیٰ اور ہم آخر سے

پروایمان ہوان کی شان سے بھیدے کو ٹھنڈے جیسے شخص جادوئے کسی بھی جزا سے استفادہ کرے۔ اس کے باوجود بعض بڑے فنکار و شہباز جگر چکر میں نور احمد انصاری کرتے ہیں اس لیے ذیل میں ایک سوال و جواب نقل کر رہا ہوں جس میں شکاک سے ہواوت مذکور ہیں۔

خزیر کی حرمت میں فلسفہ:

سوال۔ جناب مفتی صاحب! یہاں جاپان میں عموماً خنزیر کا گوشت کھنایا جاتا ہے حتیٰ کہ بعض سلطان جو کہ عرب و راز سے یہاں مقیم ہیں وہ بھی استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کدے اور خنزیر کے گوشت میں کوئی فرق نہیں، دونوں کا گوشت ایک ہی طرح کا ہے۔ یہ جلد خنزیر کا گوشت کدے کے گوشت سے نہ بڑا ہوتا ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیے کہ اسلام میں خنزیر کا گوشت حرام قرار دینے کا کیا لگھ ہے؟

جواب: اسلامی نقطہ نظر سے کسی چیز کی حست اور حرمت کا حقیق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اللہ تعالیٰ جس چیز کو حلال فرمادیں وہ حلال ہوتی ہے اور جس کو حرام فرمادیں وہ حرام ہوتی ہے۔ اس مسئلہ میں کسی کو قیاس آرائی کی اجازت نہیں کہ وہ ادھر ادھر مغربی و کبریٰ علماء کی کسی چیز پر حلال یا حرام ہونے کا حکم لگائے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف حیوانات کی طرح گائے کو بھی حلال قرار دیا ہے، چنانچہ اور شواہد باری تعالیٰ سے:

﴿ تَبَايَعُوا رُوحًا مِّنْ أُنْثَىٰ نَارٍ وَهِيَ الْمَعْرُومِينَ فِي الْآلِ كَرِيمٍ ﴾

حرم أم الأنثى ومن المغرثين فإن ذلك كرهين حرم أم، والأنثى ﴿

(سید: ۱) (سید: ۲) (سید: ۳)

ترجمہ ”آٹھ سو مادہ یعنی پچھتر کے دو قسم اور بکری میں دو قسم آپ ﷺ کہہ دیں کہ کیا اللہ نے ان دونوں تروں کو حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو اور گائے میں دو قسم آپ ﷺ کہہ دیں کہ کیا اللہ نے ان دونوں تروں کو حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو۔“

مشہور مفسر قرآن علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں

ثم يس اصف الامعاء في غم ، لان ذكورها وانثائها وبغير
كنهت والله تعالى لم يحرم شئنا من ذلك ولاعت من اولادها من
كل شيء ، ورضعوا في الاء الكمال كالأولاد وحلوا وغير ذلك من

(وجوه المنافع: (تفسیر اس کثیر ۱۰۸۴)

ترجمہ: "پھر اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی اقسام کو بیان کیا۔ حتیٰ کہ اوٹ اس کا تروادہ اور اسی طرح گائے بھی، ہے شک اللہ تعالیٰ نے ان میں سے اور ان کی اولاد میں سے کسی کو بھی حرام نہیں کیا بلکہ یہ سارے کے سارے ہی آدم کے کھانے، سواری، پار برداری اور دودھ وغیرہ منافع کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔"

اس لیے گائے کے حلال ہونے میں شک کرنا صحیح نہیں اور غریب کو بعض حیوانات کی طرح حرام قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَا أُعَذِّبُهُمْ وَأَوْحَىٰ إِلَىٰ مُعْرِمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَعْطُهُمْ أَلَانًا
بِكُلِّ مِثْقَلِ ذَرَّةٍ مِّنْهُمَا مِثْقَلُوهُمَ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاغِبُونَ إِلَىٰ عَذَابٍ مُّهِينٍ﴾

(سورۃ الانعام: یاد ۸)

ترجمہ: "آپ ﷺ فرمادیں کہ میں نہیں پاتا اس وحی میں جو مجھ کو پہنچتی ہے کسی چیز کو حرام کھانے والے پر جو اس کو کھادے مگر یہ کہ وہ چیز مردار ہو یا بہتا ہوا خون یا گوشت، اور کا کہ وہ ناپاک اور ناجائز ہے۔"

اور اسی پر امت کا اجماع ہے، علامہ میر تقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"غزیر نجس الہین ہے اور اس کا کھانا حرام ہے اور اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں۔"

(حیاب الحيوان الوضوء: ۶۶/۶۷ حصہ دوم)

غزیر کی حرمت پر قرآنی آیات، احادیث نبویہ، آثار صحابہ و تابعین اس کثرت سے وال ہیں کہ کسی بھی مسلمان کے لیجان کے ہوتے ہوئے اس کا کھانا حلال نہیں۔

شریعت جس چیز کو حرام کرتی ہے اس میں اس حکم کے علاوہ دیگر محضرات بھی ہوتے ہیں جو اتنی فی بدن یا اس کے اخلاق کے لیے صحیح نہیں ہوتے، چنانچہ نسیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ غزیر کی حرمت کی وجوہات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ اس بات کا کہ کوظم نہیں کہ یہ جانور ازل درجہ کا نجاست خور، ہے غیرت اور دیوت ہے۔ آپ اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ ایسے پلید اور برے جانور کے گوشت کا اثر (انسانی) بدن اور دماغ پر بھی پلیدی ہوگا کیونکہ یہ بات ثابت شدہ اور مسلم ہے کہ فداؤں کا اثر بھی

انسان کی روح پر ضرور ہوتا ہے، لہٰذا اس میں یا شک سے نہایت پر جانور نے گوشت کا اثر بھی رہا ہی ہوگا، جیسا کہ یونانی طبیعوں نے اسلام سے پہلے بھی یہ کہنے کا دعویٰ کیا ہے کہ اس پر غارت و شہت بالی صدمہ یا قیامت تو کم کر دیتا ہے اور دوجہتی کو یہ حداد ہے، اس سبب کہ پر اس سطح پر نہ کھائے جن و تعلق اخلاق کے اسباب میں سے زیادہ تر قوی سبب خدا ہے، لہٰذا ایسے جانور کا گوشت کھانے سے شریعت اسلامیہ نے منع فرمایا:

2- خنزیر یعنی خوک نجاست کی طرف بہت زیادہ مائل ہے خصوصاً انسان کا فضل یعنی براہ اس کی خوراک ہے اس کا گوشت وہی نجاست سے پیدا ہوتا ہے، لہٰذا اس کا گوشت کھانا گویا اپنی نجاست کھانا ہے۔

3- صاحب بخوان الاولیٰ یہ فساد گوشت خوک (خنزیر) اور اس کی حرمت کی تیرہ وجوہ ذیل میں تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس جانور کا گوشت فطرت انسانی کے برخلاف ہے، وہ لکھتے ہیں کہ:

”گوشت خوک اور غلط لطیف است اسوۃ حرمیں شدید و صدام مزمن، دو اولیٰ و دو اولیٰ جار الفاسل و فساد عقل و زوال، حرمت و غیرت و حیثیت و باعث خشم است و اکثرے از فرق غیر اسلامی آں را ہی خوردند و قبل از ظہور نور اسلام گوشت آں را در بازار پای فروشند و بعد از آں در مذہب اسلام حرام و نجس آں صنوع و موقوف گردید بسیار کثیف و بدینست است۔“

(احکام اسلام عقل کل نظر میں: ۴۰۴)

4- سار کا گوشت ایک بچہ کی کا باعث بنتا ہے، جو کہ آنکھوں کی ایک بیماری ہے اور اس کا نام شکرن اوسس ہے، جو کہ صحرائی آب و ہوا میں بہت جلد اثر کرتی ہے۔

باقی رہا مسئلہ گائے و غیرہ کا تو مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

1- یہ سارے جانور دراصل مزاج انسانی کے موافق اور سحرے و معتدل المزاج ہوتے ہیں اس لیے محال ٹھہرا سکتے ہیں اور ان جانوروں کو خدا تعالیٰ نے کھانا لانعام فرمایا ہے اور اسی توافق و اعتدال کے سبب دنیا میں زیادہ تر انہیں جانوروں کا گوشت ہی آدم استعمال کرتے ہیں، فطرت انسانی اس امر کی مقتضی ہے کہ جیسا کہ نئی آدم کی خوراک کا کچھ حصہ نباتات ہے، جیسا کہ پھر ایسا ہی کچھ حصہ اس کا حیوانات سے ہو اور اس کی خوراک کے لیے حیوانات بھی وہ مقرر ہونے

مسابقتے بیان کے مطابق نئے واقف ہوں لہذا اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا۔

2. دیگر انسان جانتے جانتے، جہاں ہے تو اس کی خوراک میں بھی جال و جہال دونوں کا ہونا مناسب تھا۔ ہندو انسان کی خوراک کے لیے، جانور مقرر ہوئے جن میں جال و جہاں ہر دو صفات موجود ہیں۔ وہ سخاوت و سلام علیہ کی معر میں (۲۰۷۰) مزید تفصیل کے لیے "حیات النہو ان" از علامہ امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف مراجعت کریں، مسلمان کے لیے صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا حکم کافی ہے۔

(ماحول، اقتصادی حلقہ ۶۰: ۴۵)

علامہ صابونی صاحب خزیرہ کے گوشت حرام ہونے کی غرض تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں،
ومن جهة الاخرى، فإن من خصائص الحزير وطباعه، عدم
الفيرة على انثاه، ومن اكل لحمة، اصابه من طباعه، وفقد الفيرة التي
هي من اكبر المعرايا الانسانية، والشاهد على ذلك حال الشعوب
الاوروبية والاميركية، الذين يسيحون اكله ومن يفلتههم وينطعم
بطباعهم.

یعنی خزیرہ کی خاصیت اور طبیعت یہ ہے کہ اس کو اپنی مادہ پر غیرت نہیں آتی ہندو جو شخص خزیرہ کا گوشت استعمال کرے گا، وہ بھی ضرور بے غیرت بن جائے گا، کیونکہ انسان جو خدا استعمال کرتا ہے اس کا اثر اس کی طبیعت پر پڑتا ہے، اس پر یورپ، امریکہ اور دیگر غیر مسلم خزیرہ خور قوم کے حالات شاہد ہیں، اس لیے مسلمانوں پر لازم ہے خزیرہ کے کسی بھی جز کو استعمال کرنے سے اجتناب کریں۔

فإنهم لا يعرفون الفيرة معنى، ولا للشرف قيمة، بل يعيون
الغور، ويعملونه غربا، ويقملون: إن الفيرة هي خلق الرجعيين، ولا
ينسب إلى الإنسان المنحضر، لذلك فذهب يهود وروحاتهم وبناتهم في
احضاد سفجار والغسق، يراقصون من شأن من الرجال، وربما
وصل الحال بهم إلى الممارسة الجنسية، ولا يتحرك عندهم ساكن
، ولا فيرة على المرض والشرف، ولعمرك الحق إن هذه لهم الجاهلية

الکبریٰ "جہلیۃ لغزوۃ لعنہ علیہا" ایسی تسبیح میں اللغو سے العکوفہ ،
والمسحاب الثمنانہ تسبیحہ ، و لا تکرانہ بالإسناد یا فہم المبرورہ :
والشرف !!

نہ (گواہ) کے استعمال کا حکم:

نہ جس کو قادی میں سہارہ اور دواؤں میں گواہ کیا جاتا ہے رسول اللہ ﷺ نے اس کے
استعمال سے منع فرمایا ہے اس لیے اس کا استعمال کرنا تحریم ہے البتہ دوسرے اعتبار میں حلت کے
قائل ہیں ، ان کا مسئلہ بھی بعض اہل حدیث سہارے ہیں جو گواہی حلت پر دلیلیں ہیں لیکن احناف
فرماتے ہیں۔ جب کسی مسئلہ میں حجت احرمیت کا انکار ہو جائے تو حرمیت کو ترجیح دیتی ہے لہذا
حرمیت دلیلیہ و حجت دلیلیہ ہوتی ہے۔

قال العلامة الحلبونی حفظہ اللہ : براح ما کل لحم الاصل ، و هذا
رأي جمهور الفقہاء ، و كرهه بعض الفقہاء ، ذاك الذي صلی اللہ
عینہ وسلم عاقبہ ولم يأكل منه ، ولو كان طیباً لأكله ، و حجه فی
کبرایہ أكله ما روی عن عائشہ رضي اللہ عنہا : " أن النبي صلی اللہ
عینہ وسلم لم يأكل من شيء ما منع عن أكله " (آخرہ اصحاب
الس)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو "نہ" کوہ کھانے
کے لئے پیش کیا گیا آپ ﷺ نے کھانے سے انکار فرمایا ۔

وفي رواية عن أبي الزبير قال : سألت حبيباً عن الصيد ؟ فقال :
" لا تطعموه - أي لا تأكلوه - و فخره ، وقال عمر بن الخطاب إن
النبي صلی اللہ علیہ وسلم لم يأكل من شيء " (آخرہ مسلم رقم ۱۹۵۰)
فی کتاب الصيد) وأما حجة الجمهور الذين أباحوا أكله فهو ما
رواه مسلم فی صحيحه عن ابن عباس " أن عمار بن الوائذ - الذي
يعان له : سبع اللہ - أخره ، أنه دخل مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم على ميمونة زوج النبي صلی اللہ علیہ وسلم وهي غالة من

[illegible]

فَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ، فَدَانَ حُلْدَتَهُ
 فِي يَدِهِ، ثُمَّ رَفَعَهَا، وَصَبَّحَ النَّاسُ قُلُوبَهُمْ قُلُوبُ النَّاسِ، لَا يَنْكَبُ بَعْضُهُمْ
 فَوْقَ بَعْضٍ، وَلَا يَنْكَبُ بَعْضُهُمْ

والحداد اعترافه بالقائه ويرسل الله صلي الله عليه وسلم
ينظر - علم بهي .

(هر چه معلوم في تصنيفه رقم ٢٩٣٠ استنادا لجامعة الشـ)

[illegible]

فان شجر حدي وقد اختلف أهل العلم في اكل الثوب ، وبعضهم
 قال : اكل الثوب من اصحاب النسي حتى اكله عليه وسلم وغيرهم ،
 وقالوا : لا ياكلون ، وبه يروي عن ابن عباس أنه قال : " اكل الثوب على
 ما قاله رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وسمي نقيرا " أي تركه كثره كنهه .
 فلو اكله لم يسم ، وحيث يشبه الثوب حجب من ثعابين والأفاعي ، فيعوروه
 به ، واما ما رواه الأئمة في تركه ، فإنهم تعودوا عليه ، مع
 أنه حلال ، ولو كان حراما لعمدوا عليه من أكله .

وفلان بعد ائمة امر عباسي رحمه الله تعالى . وبخبره اكل الصغ

والحد، والنسحقفة، والربور، والنحسرات، کلھا

(ہدایہ ۲۱۰/۵ کتاب النہایہ)

حشرات الارض (کیڑے مکوڑے) کا حکم:

کیڑے مکوڑے جیسے اقسام کے ہیں جو مکدان کا استول انسان صحت کے لیے مضر ہے، اس لیے ان کا تناول حرام ہے جیسے، سب، انچوا، چہ ہے، مینڈک، سانپ، بچھو، چھچھکی، ممولہ، تولد اور دیگر زمین پر پھنے والے دیگر چھوٹے بڑے، کیڑے مکوڑے، اپنا نچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَبَحَرْنَاهُمُ الطَّيَاسُ وَبَحَرْنَاهُمُ الْحَيَّاتُ﴾

قَالَ اَبُو بَكْرٍ الْجَنَابِلُ : تَكْرِمُ اَقْعَدَ عَادِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ حَبِطَ مِنَ الْخَنَازِ : فَعَمِلَهُ حَكْمُ التَّحْرِيمِ بِقَوْلِهِ

نَحْلُيْ . ﴿وَبَحَرْنَاهُمُ الْخَنَازِ﴾ وَالتَّقْفِذُ مِنْ : حَشَرَاتِ الْاَرْضِ .

وَ كُلُّ مَا كَانَ مِنْ حَشَرَاتِهَا فَهُوَ مُحَرَّمٌ لَنَا عَلَيْهِ .

(الاحکام الثمانيہ، الامام المنجد، ص: ۲۱/۳)

ابو کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نقد (سیر) کا تذکرہ ہوا تو

آپ ﷺ نے فرمایا: خواہش میں سے ایک حیثیت ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَحْرَمٌ

عَنِ الْخَنَازِ﴾ یہی اصل ہے۔

موذی جانوروں کو قتل کرنے کا حکم:

بعض جانور یا جنگلی موذی ہوتے ہیں ان کو قتل کرنے کی ہر وقت اجازت ہے۔

كَمَا رَوَاهُ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍ وَرَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

و غَيْرِهِمَا : تَحْسَبُ مِنَ الْفَوَاسِقِ يَقْتُلُنِ نَبِيَّ الْحَيَّةِ ، الْحَرَمِ ، الْعَرَابِ .

وَالْحَدَّةُ ، وَالْعُقْرَبُ ، وَالْعَارَةُ ، وَالْكُفَّةُ ، الْعَقُورُ .

(الحدیث الثمانيہ، البخاری، رقم: ۹۲۶، و مسلم، رقم: ۶۹، و الترمذی، رقم: ۸۳۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ قسم کے حیوانات ایذا پہنچانے والے ہیں ان کو حرام میں اور

حرام کے باہر ہر جگہ قتل کیا جاسکے گا۔

۱. کوا ۲. چیل ۳. بچھو ۴. چہ ۵. باؤلہ کن

کوکا کھانے کا حکم:

کوئے کو عربی میں "غراب" کہا جاتا ہے، فقہاء کرام کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تین قسمیں ہیں

1- بعض کوئے ایسے ہوتے ہیں جو صرف مردار اور نجس چیزیں کھاتے ہیں، غراب (کوئے) کی یہ قسم حرام ہے۔

2- دوسری قسم کے کوئے وہ ہیں جو کھانے میں صرف دانے (یا کیزہ پزیر) استعمال کرتے ہیں، مردار نجس کھاتے ان کا کھانا حلال ہے۔

3- کوئوں کی ایک تیسری قسم بھی ہے جس کی خوراک حرام اور حلال سے مراد ہوتی ہے، یعنی مردار بھی کھا لیتے ہیں اور پاکیزہ چیزیں بھی قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ اور چچا اس کی کڑا سے کے حامل ہیں لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حلال ہے، فقوی آپ رحمہ اللہ ہی کے قول پر ہے۔

لما قال العلامة فخر الدين عثمان بن عابى الربيعي رحمه الله :

والغراب ثلاثة انواع يأكل الحبيب فإنه لا يؤكل ويؤع

بأكل الحب فقط فإنه يؤكل ويؤع ويحفظ بسهم وهو أيضاً يؤكل

عند ابي حنيفة رحمه الله تعالى وهو العقول لانه كند حاج وعى

اسي يوسف رحمه الله تعالى انه يكره لان غلب ما كوله الحبيب

والأول صحيح . انتهى . (نيسب، المعاني ٢٩٥/٥ كتاب ابدان)

قال العلامة اس عمام رحمه الله تعالى : وفي الدعية واما

الغراب الاثني عشر نوعاً منهم ثلاثة انواع يتلف الحب ولا يأكل

الحبيب وانه لا يكره ويؤع منه لا يأكل الا الحبيب ويكره ويؤع

يختلط الحب بالحبيب يأكل الحب مرة والحبيب لا اخرى وانه غير

مكره عند ابي حنيفة وعند ابي يوسف رحمه الله تعالى يكره

الغراب وهو غراب الفطيط ويكون ضحماً والراحمين . (فتح

المغیر ٢٩٩/٨)

کیڑا کھا ہوا چمچل یا اناج کھانا:

سوال: جس چمچل میں کیڑا لگا ہوا اس کا کھانا کیسا ہے؟ نفع لمفتی والساہل سے بفرض تصدیق ایک سو اس اور جواب ہمیش خدمت ہے

الاستفسار: هل يحسن قلة النور التي تكون في متفاح وغيره

۱۰۹۰

الاستفسار: نعم لتعسر الاحتراز منه واما اذا طردت واكملت فحكمها حكم لذهب كذا في مطالب المؤمنين، (نفع المفتي والساہل: ۱۶۰) بینو نو حروا

جواب: کیڑا نکال کر چمچل کھا، سلاں ہے، کیونکہ حضرت مفتی رشید احمد صاحب فرماتے ہیں نفع لمفتی والساہل کا جواب صحیح نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ولا بأس بدود الزبور
فبأن ان يرفع فيه الطورح لأن مالا روح له لا يفسد مية حلية وغيرها
فإن ط ويؤخذ منه ان اكل الحين او الغل او الثمار كالتبغ بسوده لا
يجوز ان يرفع فيه الروح. (رد المحتار: ۱۹۸/۵)

جیلی کی تحقیق:

سوال: ذیل روئی پر جیلی کھاتے ہیں، بعض لوگ اس کو آجائز کہتے ہیں کیونکہ یہ جانور کی کھال اور ہڈی سے بنی ہے، آپ کی تحقیق کیا ہے؟ بینو نو حروا

جواب: اولاً جیلی کا ہڈی اور کھال سے بننا جانور کی نہیں، درختوں کے پھول وغیرہ سے بھی بننا جاتی ہے۔

۲۔ بننا اگر کھال وغیرہ سے بنائی گئی ہو تو یہ ضروری نہیں کہ وہ کھال سرواڑی کی ہو، حال ذبیحہ کی کھالیں غالب ہیں۔

۳۔ جیلی کی صنعت میں تبدیل باہیت کا احتمال بھی ہے، اس صورت میں حرام جانور کی کھال سے بنی ہوئی جیلی بھی حلال ہے۔

زیادہ تجسس اور کھود کر یہ کرنا اور اچھا ناست وادبام کی بناء پر احتراز کرنا دین میں قیوت و لکھو ہوئے

کی وجہ سے منوع ہے اور بلاد کابل شرعی حرمت کا حکم لگا دین میں زیادتی اور تزییف ہے۔

(مأخوذ از: احسن لغاری)

چائے میں کمی کرنا:

سوال کرم چائے میں کمی کر جانے تو اس کو غوطہ دے کر پئے جتنا حلال ہے یا حرام؟
 کے متعدد ذیل جزئیہ سے طلع معلوم ہوتی ہے۔

و معنى اقلوه اعصوه و جهة الاستدلال به ان الطعام قد يكون
 حاراً قسوت بالمفس فيه فلو كان يفسده لما امر النبي صلى الله عليه
 وسلم ليكون شفاء لنا إذا اكلناه . (البحر الرائق : ۸۸۶)

جواب: کمی دوسرے حشرات الارض کی طرح حرام ہے، اگر کھانے پینے کی کوئی چیز اتنی کرم
 ہو کہ کمی کے اجزاء اس میں مل کر جانے یا اس کا عرق شامل ہو جانے کا عین غالب ہو جائے تو
 حشرات فقہاء کو اس پر ہم اللہ تعالیٰ کی تصریح کے مطابق اس کا استعمال حرام ہوگا۔

جزئیہ بحران صورت پر رکھوں ہے کہ کمی کے اجزاء یا عرق کے انشاء کا عین غالب نہ ہو۔
 چونکہ حشرات انہی کی حرمت کی اصل طلع احتیاط ہے اور یہ تکلیف مقدار میں پائی جاتی
 ہے، طعام و شراب کثیر مقدار میں ہو تو یہ طلع نہیں پائی جاتی، نہ ہی کمی کر جانے تو اس
 کا استعمال جائز ہے، نیز اگر حشرات ایسی وغیرہ ضعیفی چیز میں کمی کر جائے تب بھی تکلیف کر
 پھینک دی جائے اس کے بعد حشرات کا استعمال جائز ہے۔

قال الإمام بن الهمام رحمه الله تعالى: روي عن محمد رحمه
 الله تعالى إذا شئت الضفدع في الماء كرهت شربه لا للنجاسة بل
 لحرمة لحمه وقد صارت اجزاء فيه وهذا نصريح، أن كراهة شربه
 نهية وبه صرح في التحنيس فقال حرم شربه .

(فتح المفيد : ۵۸۶)

وكذا قال العلامة ابن دحيم رحمه الله تعالى .

(البحر الرائق : ۸۹۶)

وقال أيضاً : وأعلم أن كل ما لا يفسد اللحم لا يفسد غير اللحم

وهو الاصح كذا في المحيط والنهضة والاشبه بالفقه كذا في
البدائع لكن يحرم اكل هذه الحيوانات لحظ كورذة ماعدا حسم
العير الطائفي لفساد الغذاء وخلطه منفسحاً او غيره وقد قدمه عن
الشيخين . (البحر الرق ٩٠/١) - (احسن الفتاوى بغير)

جلالہ (نجاست خور جانور) کا حکم:

بعض جانوروں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ نجاست کھاتے ہیں، یعنی ان کی غذا کا اکثر حصہ
مکد کی ہوتی ہے، جس سے ان کے گوشت میں پویا ہوا جاتی ہے، ایسے جانوروں کے گوشت کھانا
مکروہ ہے، لہذا فقہاء کرام نے جواز کا یہ طریقہ ذکر فرمایا ہے کہ ایسے جانور کو ذبح سے پہلے مناسب
دست کے لیے بند کر کے پاکیزہ غذا چارہ کھلایا جائے وہ مدت جس کا گئے پچیس، اونٹ کے لیے
دس دن ہے، بکری وغیرہ کے لیے چار دن، مرغی کے لیے تین دن ہے۔ اس مدت میں صاف ہند
استعمال کرنے کی وجہ سے گوشت پاکیزہ ہو جائے گا لہذا کراہت بھی ختم ہو جائے گی۔

قال الفقهاء: نزول فکرمہ صحیحاً، وعلیہا عشرة ايام . في
الایم والبقر، ولربعة ايام في الشياه والاعنام . وثلاثة ايام في الدجاج

(شرح المختار، ١٧٧/٥)

واحتجهم في كراهية اكلها ما رواه الترمذي عن ابن عمر رضي
الله تعالیٰ عنہما قال: "نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم
الحلاله والبانها،" (أخرجه الترمذي رقم ١٨٢٤ باب ما جاء في
أكل حرم الحلاله والبانها)

ابن عمر روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جلالہ کے گوشت کھانے اور
دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔

وهذا نہی کراہیہ لا نہی تحریم .

وروي أيضاً عن ابن عباس رضي الله عنه: "أن النبي صلى الله
عليه وسلم نهى عن المشقة، وعن الحلاله، وعن المشرب من في -
أي هم - السقاء .

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے لیے (یعنی امت محمدیہ ﷺ کے لیے) دوسرا دار اور دوا خون حلال ہے جسے میں مردار تو سمجھتی ہو مگر مذنی ہے، اور دوا خون ہلکا اور کھلی ہے۔

مسند ری جانوروں میں سے صرف پھلی ہی حلال ہے باقی کے علاوہ کوئی اور جانور بھی حلال ہے؟ اس میں فقہاء و ائمہ کے آپس میں تو اختلاف ہیں،

تفصیل کے لیے استاد محترم مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ایضاً ہم کی ایک تحریر پیش خدمت ہے جو انہوں نے حدیث مذکورہ کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے

”یہاں پر کئی مسائل بحث طلب ہیں، پہلا مسئلہ یہ ہے کہ مسند کے کون کون سے جانور حلال اور کون سے حرام ہیں؟ امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ خزیر، بخری کے سوا تمام مائی جانور حلال ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ کبک (پھلی) کے علاوہ تمام جانور حرام ہیں اور کبک طائی بھی حلال سے مستثنیٰ ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے اس بارے میں چار اقوال منقول ہیں:

- 1- خنزیر کے مطابق
- 2- جتنے جانور خشکی میں حلال ہیں ان کی نظیریں مسند میں بھی حلال ہیں اور جو خشکی میں حرام ہیں وہ مسند میں بھی حرام ہیں، مثلاً بقر، بخری (دو پائے گائے)، حلال اور کبک بخری (استا) حرام ہے اور جس بخری جانور کی خشکی میں نظیر نہ ہو تو وہ حلال ہے۔
- 3- خنزیر، جسمناح، سلخفا، کبک بخری اور خزیر بخری حرام ہیں، باقی تمام جانور حلال ہیں۔

4- خنزیر (یعنی مینڈک) کے سوا تمام مائی جانور حلال ہیں۔

علامہ نووی رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کے اس آخری قول کو ترجیح دے کر اسے شافعی کا حقیقی قول قرار دیا ہے۔

وَمِنْ أَعْيُنِ الْمُفْضَاءِ : هِيَ أَيْ لَيْسَ فِيهَا بَحْلٌ أَكَلِ مَا سِوَى
الْمَسْتِ، مِنَ الْمُفْضَاءِ : هِيَ أَيْ لَيْسَ فِيهَا بَحْلٌ أَكَلِ مَا سِوَى
وَمِنْ أَعْيُنِ الْمُفْضَاءِ : هِيَ أَيْ لَيْسَ فِيهَا بَحْلٌ أَكَلِ مَا سِوَى
وَمِنْ أَعْيُنِ الْمُفْضَاءِ : هِيَ أَيْ لَيْسَ فِيهَا بَحْلٌ أَكَلِ مَا سِوَى
وَمِنْ أَعْيُنِ الْمُفْضَاءِ : هِيَ أَيْ لَيْسَ فِيهَا بَحْلٌ أَكَلِ مَا سِوَى

مالکیہ اور شافعیہ کے دلائل یہ ہیں۔

۱۔ ﴿وَأَحِلُّ لَكُمْ صَوْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ﴾ اس آیت قرآنی میں لفظ "صيد" عام ہے اس لیے ہر جانور حلال ہوگا۔

۲۔ ترمذی کی حدیث باب میں "انما سمعنا" کے الفاظ ہر صیغہ نامی صلت بیان کر رہے ہیں۔

۳۔ حدیث العمور سے بھی مالکیہ اور شوافع کا استدلال ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ ہم ایک عمرہ و راز تک ایک سمندری جانور کھاتے رہے، جس کا نام حمر تھا۔ باب فرودہ حمر میں بخاری کی اس روایت میں الفاظ یہ ہیں:

"فَأُلْفِي لَنَا الْبَحْرُ دَائِمَةً يَقَالُ لَهُ الْعَمِيرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ نَصَبَ شَهْرِ الْحَجِّ."

اس روایت میں لفظ دایمہ بتا رہا ہے کہ وہ جانور پھلی کے علاوہ کوئی چیز نہیں۔

پھر امام، کہ دسرا آیت قرآنی ﴿وَالْحَمْرُ﴾ کے عموم کی وجہ سے خنزیر، عری گو صلت سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ ان دسٹ انشی من قتل و صفرع کی بناء پر صفرع کو صلت سے مستثنیٰ کر لیتے ہیں۔

ان کے مقابلہ میں حنفیہ کے دلائل یہ ہیں:

۱۔ "وَيَحْرَمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثُ" علمہ بھی درجہ ثانی آیت قرآنی سے مسئلہ

حنفیہ پر استدلال کیا ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ خبائث سے مراد وہ مخلوقات ہیں جن سے طبیعت انسان کی تمکن کرتی ہو، در پھلی کے علاوہ سمندر کے دوسرے تمام جانور ایسے ہیں جن سے طبیعت تمکن کرتی ہے لہذا سمک کے علاوہ دوسرے دریائی جانور خبائث میں داخل ہوں گے۔

۲۔ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْحَيْضَةُ﴾ اس سے معلوم ہوگا کہ ہر صیغہ حرام ہے سوائے صید کے جس کی تخصیص دلیل شرعی سے ثابت ہوگی ہو۔

۳۔ ابو داؤد، ابن ماجہ، ترمذی، نسائی وغیرہ میں مشہور مرفوع روایت ہے

"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

أَحْلَلْتُ لَنَا مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ وَالْجَوَارِ وَالْمَاءِ الْمَلْحِ وَالْمَاءِ الْمَلْحِ

فَالْكَبِدُ وَالْمَطْحَلُ (نفظہ لابن ماجہ : ۶۳۸، اب الکبد و المطحال)

و بعد اترجہ : (حفاظ) کی تعلیمیں تحریر مرید عالم سے خود
 و صحیح المعروف : اترجہ میں ۱۰۰۰ کے ارد گرد کے علمائے بن عمر عبد
 الخالق بن احمد بن ماحد بن ادراس بن ابی ہاشم بن علی بن
 مرزوبہ بن قسریہ بن شجاع المعروف بن ادراس قسریہ بن ابی رزقہ
 بن ابی حاتم (معروف السمری) ۶۵۷ھ

یہاں احمد اہل حجاز و اقصیٰ ہے کیونکہ یہ قہر کلامِ طاعت و حرمت کے بیان کے لیے ہوا اور تعارض کے وقت احمد اہل بھارۃ العصر واضح ہونا ہے مگر تفسیر فی اصول الفتنہ اس حدیث سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ میرے بھائی وہ چار نور جن میں دس سال نہیں سوچا۔ میں کی صرف دو قسمیں طالع ہیں، جزوہ دعوت (یعنی کھلی اور بندہ کی) اور چکر متحدہ کے زور سے چار نور ان دو قسموں میں داخل نہیں ہوں گے وہ جہاں ہیں۔

4. سب سے اہم بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پوری دنیا میں حبیب میں آپ سے اور آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام سے ایک مرتبہ جس ملک کے ملو، کسی اور دیہاتی جو نور کا نکھایا جانا ثابت نہیں، اگر یہ جانور حلال ہو تو آپ ﷺ کبھی نہ کھگی، کبھی نہ کھن جو ان کے لیے علیٰ سبب اور تناول فرماتے "یا ایلہ فیسی"

راہنمائی اور تائید کا آیت قرآنی ہے۔ حالانکہ حصہ سحر ہے۔ اس استدلال کو اس کا جواب تو یہ ہے کہ کسی سے خود شوافع کا استدلال اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جبکہ حصہ کو حصہ کے معنی میں مایا جائے اور اختلاف کو استغراق کے لیے لیا جائے، حالانکہ حصہ کو ہم مقبول کے معنی میں لینا مجاز ہے، اور یہ ضرورت نماز کی حاجت نہیں، اسی لیے احناف اس بات کے قائل ہیں کہ یہاں لفظ حصہ اپنے حقیقی یعنی مصدری معنی پر ہی مقبول ہے اور حیا بھی اس پر شام ہے، کیونکہ ذکر سن افعال کا چل رہا ہے جو حرم کے لیے جائز ہے، چنانچہ جو تے میں لمبہ ایسا مشابہ صرفہ ہے، لہذا: سے کہ سید میں شمار کرنا جائز ہے اس سے کھانے کی حالت حاجت نہیں رہتی۔

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر باغرض یہاں پر مصید مصید ہی کے سختی میں نہ تو بحری حرفہ اس کی صداقت و استغراق کے لیے نہیں ہے، بلکہ عہدِ حاضر کے لیے جو کی بہتر ایک مخصوص نظام یعنی پھول سرادے جس کا طحال جوتا دوسرے وکیل کی روشنی میں ثابت ہو چکا ہے اور پائینا ہی سے

ہیے " سرحد علیہ" سرحد العسیرہ" اور "لاش اختلاف با اتفاق" کے لیے ہے۔
 جہاں تک حدیث باب سے ثابت "درما لہ" کے اختلافی کا مضمون ہے وہاں "ایہ جواب تو
 وہی ہے کہ یہ میں اختلاف اشتقاق سے لیے نہیں بلکہ مبدعانی سے لیے ہے"۔ مبدع اس سے
 لفظ اس حدیث کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے۔ سند کے دو مخصوص بیٹے حامل ہیں جن سے ہمارے میں
 حالت کی اصل آؤکل ہے اور وہ "سند" ہے۔

اس حدیث کا دوسرا جواب حضرت شیخ احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ ہے کہ اگر اختلاف کو
 اشتقاق کے لیے ہی مانا جائے تو اصل سے مراد یہاں حامل ہو جائیں بلکہ طبرہا ہے اور لفظ اصل
 کلام عرب میں بشرط طبرہا ہونے کی معنی میں استعمال ہوتا ہے چنانچہ بخاری کی ایک مشہور
 حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں

"حتى سمعنا من قوم ساء حلت فيهم بغير اذنين" (طہجدت حرجہ

المحاذی فی صحیحہ ۱/ ۲۶۸) فی آخر کتاب البیوع علی من

مانت لحد باب حل مسافر بالغاریہ فی أن یستر لھا "

اس حدیث میں لفظ "حلت" بالفتح "طہرت" کے معنی میں ہے اسی طرح حدیث باب میں
 لفظ "حل" "طہر" کے معنی میں ہے اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ مسند کرم طہرہ سے ہی سے چھا
 آتا ہے، کتاب کرام وہ ہے کہ مسند میں مرتے والا جو نور پاک ہو جائے ہے۔ ان شب کو ختم
 کرنے کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ منہ کا منہ چاہرہ بتا ہے۔

ترغیب و ترغیب کا تیسرا استدلال حدیث العسر سے تھا۔ ان کا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری کی
 ایک روایت میں اس حدیث کے اندر "والسفر العسر" کے الفاظ آئے ہیں اس
 سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری روایت میں واو سے مراد بھی موت ہے۔ صحیح بخاری کی روایات میں
 "السفر العسر" کے الفاظ آئے ہیں۔ (کتاب العسر ص ۲۹۰)

مسکوطانی:

یہاں درما مسند مسند طانی کی صحت و حرمت کا ہے۔ طانی اس پمپلی کو کہتے ہیں جو پانی میں
 بغیر کسی خارجی وجہ کے طبعی موت سے مراد ہی ہوگی ہو، اور عداوت یعنی اصراف، تمام تافہی و ملام
 و حمد و سبہ اللہ انہی پمپلی کو کہتے ہیں۔ جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کی حرمت کے قائل ہیں،

یہ ہی مسئلہ ہے حضرت علی، امین عباس، جابر رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، شعیب، طاؤس اور حید بن الحسیب، رحمہم اللہ کا ہے۔

انہی ۱۳ روایات کا ایک استدلال حدیث باب سے ہے کہ ”الکحل مینہ“ سے غیر مذکور مراد ایچے ہیں اور حدیث میں اس کی حلت کا حکم دیا گیا ہے ان کا دوسرا استدلالی حدیث غیر سے ہے کہ وہ صحابہ کرام کو مرنے ہوئی فی قبی، اس کے باوجود وہ اسے نصف ہاتھ کھاتے رہے، دوسرا استدلال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ایک اثر سے ہے جو سنن بیہقی، دور واد قطنی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (کنز الدقائق، معارف السنن: ۲۵۷/۱) اس اثر میں مشک طائی کو حلال قرار دیا گیا ہے۔

حنفیہ کا استدلال ابوہریرہؓ اور ابن عباسؓ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے:

”قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما ألقى طبعه أو جوزه

عنه فكلوه وما مات فيه وطفلا ملاما تأكلوه“.

(مکتب الاطعمہ، ۵۳۴/۲ باب الکحل مسک المطبقی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو سمندر نے پارہ ڈال دیا یا جس سے پانی ٹپک ہو گیا اسکو کھاؤ، اور جرابانی میں سر کرانی ہو گئی ہے اسکو مت کھاؤ۔

امام ابوہریرہؓ نے یہ روایت مرفوعہ موقوفہ دونوں طرح روایت کی ہے، پھر طریق موقوف کو صحیح قرار دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مرفوع روایت بھی تمام تر ثبات سے مروی ہے اور ثقہ کی نہ پابندی مقبول ہوتی ہے اس لیے اس کو مرفوع ماننے میں کوئی اشکال نہیں اور اگر موقوف طریق کو صحیح مانیں تب بھی چونکہ مسئلہ غیر مذکور ہا تھا اس لیے یہ حدیث مرفوع ہی کے حکم میں ہوگی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں، کیونکہ ضعف کی وجہ ابن سلیم کا ضعف بیان کی ہے (کنز الدقائق، معارف السنن: ۲۵۱/۱) حالانکہ ابن سلیم صحیحین کے راوی ہیں، لہذا ان کی یہ تضعیف درست نہیں، ابن الجوزی رحمہ اللہ نے مرفوع کو ۱- میں، ابن اسحاقؒ کی وجہ سے ضعیف کہا ہے حالانکہ ان کو مخالف لگا ہے۔ یہ اسامیل بن اسامیہؒ اور اہل بیت نہیں جو ضعیف ہیں، بلکہ اسامیل بن اسامیہ قرشی اموی ہیں، جو ثقہ ہیں مسئلہ حنفیہ کی تائید آیت



قانونی حدود کے اندر اسے مانے میں ہوتی ہے۔

شوائع کے اہل کا جواب یہ ہے۔ ”جس سے بدنامی ہو وہ بدنام نہیں۔“
بلکہ ”اگر کسی نے عورت سے بدنامی ہو کر نکاح کیا تو اس کا نکاح صحیح ہے۔“
اور شوائع کی مسئلہ مذکورہ بالا حد تک ہی ہے۔ یہ اگرچہ تو اس کا جواب ہے کہ عورت عورتی اس سے مستثنیٰ ہے۔
”اب بھی کچھ جدید نہیں یا پھر بغیر حضرت شیخ الاسلام سے اس کا جواب“ سے مراد سوال نہیں جملہ عام ہے۔

حدت خیر کا جواب یہ کہ اگر کسی نے طلاق دینے کی قصد نہیں ہے، طلاق صرف اس مجلس
کو کہتے ہیں جو کسی خارجی جگہ کے علوی، غوی، مندر میں ہو جائے اور اہل بیوہ کے۔ اس کے
برخلاف اگر کوئی مجلس کسی عادی جگہ کی جگہ سے مثلاً اشاعت حرارت یا عورت پر دھڑکے ہوئے
امان سے یا گھر کے اندر بیٹھی عورتی کے دور میں چلنے کی وجہ سے مر جائے تو وہ عادی نہیں ہوتی
اور اس کا گناہ طلاق سے اسے حدیث ظہر میں بھی ظاہر نہیں ہے کہ وہ مجلس پانی سے چھوڑ کر چلے
جائے کی بناء پر مری تمی، لہذا اس کی حالت مکمل نوازش نہیں۔

میں صرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اثر رو جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان کو
اس میں شکیلا، خطرہ ہے اور اسے اگر باغرض اسے منہ سے نکال دیا جائے تو بھی وہ ایک
سوال کا جواب، ”نکاح ہے جو عورت کے مقابلہ میں جنت نہیں دیتا۔“ سے یہ بھی ممکن ہے کہ
اس میں حدت چھٹی سے مراد وہی ملک مراد ہو جو اس کا جواب خارجہ کی بناء پر مری ہو۔

جہیز کی حلت و حرمت:

جہیز مسند جہیز کی حلت و حرمت کا ہے مثلاً لکھنؤ و دہلی کے نزدیک اس کی حلت میں کوئی
شبہ نہیں لیکن حنفیہ کے نزدیک عادات پر ہے کہ وہ ملک ہے یا نہیں، یہ بات خاص طور سے
عالم ہند کے درمیان مختلف قرار دی ہے، علامہ دہلوی رحمہ اللہ نے ”احیاء القریات“ میں اس کو ملک
ہی کی ایک قسم قرار دیا ہے، ان تمام پر بعض علماء ہند اس کی حلت کے قائل ہیں، بعض میں حضرت
تھانوی رحمہ اللہ بھی اس میں ہیں، چنانچہ انہوں نے ”امداد الفقہاء“ میں اس کی حلت دینی سے نہیں
صاحب فی اہل تہذیب اور بعض دوسرے فقہاء نے اسے ملک قرار دیا ہے۔

فقہائے علم آثار ان کے مابین سے اس کی تحقیق کی تو یہ مسائل اس وقت پر حلقہ کھڑے تھے۔

چوری شدہ جانوروں کا حکم:

اگر کوئی کسی کا جانور چوری کرے یا تو اسے قمار پر یا فعل حرام ہے لیکن اس سے چور حرام نہیں ہوگا کیونکہ عدل جانور کی حلت و حرمت کے احکام پر مبنی اور غصب مؤثر نہیں ہوتا بشرطیکہ اسے سمجھا دیا جائے کہ وہ اس کے وقت خرید یا نقد کا نام لیا گیا ہو تاہم صادق اور غاصب پر غلبہ اس کی قیمت واکرنا واجب ہے۔

لَا حَرَّ فِي أَلْفِ دِينَارٍ أَوْ أَلْفِ مِائَةِ دِينَارٍ أَوْ أَلْفِ مِائَةِ دِينَارٍ رَحِمَهُ اللَّهُ لَغَصَبٍ شَاءَ وَصَحِيٍّ يَهْدِيهِ أَوْ أَلْفِ مِائَةِ دِينَارٍ أَوْ أَلْفِ مِائَةِ دِينَارٍ لَغَصَبٍ عَنِ الْأَصْحَابِ
وَأَنْ يَحْمِلَهُ فَبِعَيْنِهِ حَبٍ وَفَعَلَتْ عَنْهَا لَا يَنْهَى عِدَّتِ مِلْكًا مِنْ وَفَدِ
الْعَصَبِ

(تعلیمی شریعہ عربیہ علمی ہائیں لکھنؤ: ۱۹۶۶ء کتاب الأصحاب)

غیر فطری طور پر پیدا شدہ جانور کا حکم:

بعض نسل کے جانوروں کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کی نسل لکھی کے لیے فزیریک مادہ منویہ بذریعہ نیسٹ نمب یا بذریعہ جنتی شعل کیا جاتا ہے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے ایسی گائے کو زرخشی یا غیر لکھی گائے کہا جاتا ہے اب ایسی گائے کے گوشت کا کئی حکم ہوگا؟ کچھ لکھنا چاہیے کہ حیوانات کی نسل ماں سے ثابت ہوتی ہے نہ کہ مادہ منویہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر بکری کے ساتھ کوئی درندہ جفتی کرے تو بچے ماں کے تابع ہو کر طلال ہوگا۔ جبہ جرمنی گائے یا کوئی اور جانور جس کی ماں طلال جانور ہو تو اس کو ذبح کرنا اور اس کا گوشت کھانا شرعاً جائز ہے۔

لَمَّا فَانَ الْهَلَامَةُ الْكَاسَانِي : حَتَّى إِذَا الْبَقَرَةُ الْأَهْلِيَّةُ إِذَا نَزَعَهَا ثَوْرٌ
وَحَسْبِي فَمِنْ لَدُنْ هَيْبَةٍ يَحْجُورُ أَنْ يَضْحَى نَهْ وَنَ كَانَتْ الْبَقَرَةُ وَحَشِيَّةُ
وَالثَوْرُ أَهْلِيًّا لَمْ يَحْزَلْ الْأَصْلُ مِنَ الْوَلَدِ الْأَمَّ لَا مِنْ مَفْضِلِ عَنِ الْأَمَّ

(مدافع تصانيع: ۱/۶۹، کتاب المدافع)

مردار اور مختلف وغیرہ کا حکم:

طلال جانور کو ذبح نہ کیا جائے بلکہ اپنی موت مر جائے یا مجروح ہو کر مارا جائے یا پہاڑ وغیرہ اونچی جگہ سے گر کر مر جائے تو ایسی صورت میں اس جانور کا کھانا حرام ہو جاتا ہے۔

فقد عالجنا هذه المسألة في كتابنا *العلم والدين* في حيز من حيزها
الذي نسمي *الحوار بين العلم والدين* في حيز من حيزها
الذي نسمي *الحوار بين العلم والدين* في حيز من حيزها
الذي نسمي *الحوار بين العلم والدين* في حيز من حيزها
الذي نسمي *الحوار بين العلم والدين* في حيز من حيزها

”تمہارے حرام کیے گئے ہیں مردار، درخون اور مغزیہ کا گوشت اور جو کچھ تم نے یہ اللہ کا مال قرار کیا ہے اور جو کھا کھینے سے مر جاتا اور جو کسی خرب سے مر جاتا اور جو اپنے سے لڑکر مر جاتا اور جو کسی نمر سے مر جاتا اور جس کا کوئی درہندہ لھانے کے بعد اٹھان میں وہم یا زحمت نہ ہو۔ اور جو جانور پر ستن کا ہوں پہنچا کر کیا جاتا اور یہ گھوشتے تقسیم کرنا یا بڑا حج قرعہ کے تیروں سے یہ واجب“ (نور حرام) ہیں۔“

اس آیت کی تفسیر میں مسنّت مقلد محمد تقی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

یہ سورہ مائدہ کی تیسری آیت ہے جس میں بہت سے اصولی اور فروعی احکام و مسائل بیان کیے گئے ہیں، پہلا مسئلہ طہارہ و حرام ہاتھوں کا ہے جن جانوروں کا گوشت انسان کے لیے حرام ہے۔ ثانیاً: صحتی طور پر کچھ اس کے انسان کے بدن میں بیماری کا عنصر ہے۔ روحانی طور پر اس سے انسان کے اخلاق اور بھی کیفیات خراب ہونے کا عنصر ہے اور قرآن نے نیاخت قرورہ کا ہے اور مزاج نکرہ یا اور جن جانوروں میں کوئی ہستی یا بارہائی مسنّت نہیں ان کو طہیب اور طہارہ قرار دیا۔

ن آیت میں فرمایا ہے کہ: ”مہر کے لئے قریب مراد چنانچہ مراد سے دو باب فوری میں جو اخیر ذبح سے کسی بیماری کے سبب باطنی سوت سے مر جائیں۔ ایسے مردار چنانچہ گوشت ”طبی“ طور پر بھی اذیان کے لیے خستہ حصہ سے اور برقی طور پر بھی۔“

ابنِ حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "میں نے ایک شخص کو مشقی قرار دیا ہے۔ ایک شخص"۔
 دوسری نڈی۔ یہ حدیث سند احمد، ابن ماجہ، دارقطنی، ترمذی وغیرہ کے روایت کی ہے اور قرآن کریم
 کی دوسری آیت میں "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ" کا ترجمہ فرمایا ہے "نہ تو کسی کے گناہوں سے مراد ہے"۔
 ہے اس لیے جہر اُتلی، وجوہوں، دے کے اسے اس قسم سے مشقی قرار دیا ہے۔ حدیث مذکور میں جہر "سبوتہ"
 سے لکھی ہوئی کو مشقی قرار دیا ہے۔ اسی میں جہر اور حمل لکھنے والوں سے مشقی قرار دیا ہے۔

تیسری چیز: سبب۔ جس پر یہ ہے جس کو حرام فرمایا ہے۔ ہم سے مراد اس کا چارہ بن ہے جس میں جہاں، پختہ وغیرہ سبب داخل ہیں۔

چوتھے وہ جانور جو غیر اہل ذبح کے لیے ہلا کر دیا گیا ہے۔ پھر اذبحہ کے وقت بھی اس پر غیر اہل ذبح کا ہوا ہے تو وہ مکلا مشرک ہے اور یہ جانور یا حلال حرام کے حکم میں ہے۔ جیسا کہ مشرکین عرب اپنے غنم کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے۔ یا بعض چاہیں کسی حق فقیر کے نام پر اور اگر بوقت ذبح نام تو اہل ذبح کا تھا مگر جانور کسی غیر اہل ذبح کے نام پر ہلا کر دیا ہو اور اس کی رضامندی کے لیے قربانی کیا ہے تو مسہور فقہاء نے اس کو بھی حلال قرار دیا ہے۔ جو کے تحت حرام قرار دیا ہے۔

پانچویں شخص: یعنی وہ جانور حرام ہے جو لگا بھونٹ کر ہلاک کیا گیا ہو یا خود ہی کسی جال میں جکڑ کر ہلاک کیا گیا ہو۔ اگرچہ شخص اور سو قودہ بھی میت کے اندر داخل ہیں مگر اہل جاہلیت ان کو حلال سمجھتے تھے اس لیے خصوصی طور پر ذکر کیا گیا۔

چھٹے سو قودہ: یعنی وہ جانور جو ضرب شدہ سے ہلاک ہوا ہو۔ جیسے انگی یا پتھر وغیرہ سے مارا گیا ہو اور جو غیر کسی شکار کو اس طرح قتل کر دے کہ عمار کی طرف سے نہ لگے۔ ایسے ہی ضرب سے مر جانا وہ بھی سو قودہ میں داخل ہو کر حرام ہے۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ میں بعض اوقات "عمرانی" شیر سے شکار کرتا ہوں، اگر شکار اس سے مر جائے تو کیا کھا سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ جانور عرض تیری جوت سے مرے تو وہ سو قودہ میں داخل ہے اس کو مت کھا اور اگر وحار کی طرف سے لگا ہے اور اس نے زخم کر دیا ہے تو کھا سکتے ہو۔ یہ روایت بھاصی نے "احکام القرآن" میں اپنی استاد سے نقل کی ہے۔ اس میں شرط یہ ہے کہ تیرے بچنے کے وقت ہم اللہ نہ کر پھینکا گیا ہو۔

جو شکار بندوق سے ہلاک کیا گیا ہو اس کو بھی فقہاء نے سو قودہ میں داخل اور حرام قرار دیا ہے۔ امام بھاصی و احمد اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں

الذئبولة والسمود والسمود والسمود

یعنی بندوق سے مارے جانے والے جانور قتل کیا گیا ہے وہ بھی سو قودہ ہے اس لیے حرام ہے۔ امام اعظم

رحمۃ اللہ شافی مالک: غیرہ سب اس پر متفق ہیں۔ (ترمذی)

حقوقی متردب: یعنی وہ جانور جو کسی چیز یا نیک یا اونچے عورت یا انہوں وغیرہ میں راز رہ جائے وہ بھی حرام ہے، مگر ایسے حضرت عبد بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کوئی شہر، بازار یا کھڑا آدمی کے تیرہ سمند چڑھ کر اس پر پھینکا اور وہ تیرہ کی آواز سے نیچے نہ گر کر مر گیا تو اس کو نہ کھاؤ۔

کیونکہ اس میں بھی اتنا دل ہے کہ اس کو دوسرے تیرہ کی آواز سے نہ مرنے کے بعد اس سے نہ کھاؤ، متردب میں دھن ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی پرندہ پر تیرہ پھینکا، وہ پانی میں نہ گیا تو اس سے کھانے کو بھی ایسا بدینہ منع فرمایا ہے کہ یہ بھی استعمال ہے کہ اس کی موت ڈالنے سے واقع ہوئی ہو۔ (مباحث)

آٹھویں طبقہ: یعنی وہ جانور جو کسی نکر یا حرام سے ڈرے ہو گیا ہو۔ جیسے ریشہ اور وغیرہ کی ذرا میں آ کر گر جائے یا کسی دوسرے جانور کی نگر سے مر جائے۔

قریب وہ جانور جو کسی زندہ جانور سے مر جائے یا اس سے مر جائے۔

ان دو قسم کی حرمت میں فرق کرنے کے بعد ایک استثنا، اگر کسی شیا فریاط یا لا ماذ کنبہ کے یعنی وکران جانوروں میں سے تم نے کسی کو زندہ پایا اور ذبح کر لیا تو وہ حلال ہو گیا اس کا کھانا جائز ہے۔

یہ استثنا شروع کی چار قسموں میں نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ اور ذم میں اس کا امکان ہی نہیں اور فقیر اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کچھ اپنی روایت سے حرام ہیں، ذبح کرنا نہ کرنا ان میں زیادہ ہے۔ اس لیے حضرت علی، ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری، قتادہ وغیرہ ائمہ اربعین کا اس پر اتفاق ہے یہاں استثنا ابتدائی چار کے بعد یعنی مختلفہ اور اس کے بعد سے متعلق ہے۔ اس لیے مطلب اس کا یہ ہو گیا کہ ان بعد تمام صورتوں میں اگر جانور زندہ پایا گیا، زندہ کی کی مہلتیں محسوس کی گئی اور وہی حالت میں اس کو زندہ کے نام پر ذبح کر لیا گیا تو وہ حلال ہے خواہ وہ مختلفہ ہو یا سقواۃ ستر یا یہ طبقہ یا جس کو زندہ نے چھوڑا ہے۔ ان میں سے جس کو بھی آثار زندہ کی محسوس کرتے ہوئے ذبح کر لیا وہ حلال ہو گیا۔

دوسری وہ جانور حرام ہے جو نصب پر ذبح کیا گیا ہو۔ نصب وہ پتھر ہیں جو کعبہ کے گرد کھڑے

کیے ہوئے تھے اور اہل جاہلیت میں کیا پریشانی کرتے تھے اور ان کے پاس لاکر جانوروں کی قربانی من کے لیے کرتے تھے اور ان کو عبادت سمجھتے تھے۔ اہل جاہلیت ان سب قسموں کے جانوروں کو آخانے سے ہادی تھے چونکہ ان میں داخل ہیں قرآن کریم نے ان سب کو حرام قرار دیا۔

مبارک ہوئی چیز جس کو اس آیت میں حرام قرار دیا ہے وہ اس قسم کا نام ہے۔ زنا نام نام کی جمع ہے۔ زنا ان تیر کو کہتے ہیں جو جاہلیت عرب میں اس کام کے لیے مقرر تھا کہ اس کے ذریعے قسمت آزمائی کی جاتی تھی اور یہ سات تیر تھے۔ جن میں سے ایک پر غم اور ایک پر ا۔ اور اسی طرح کے دوسرے نام لکھے ہوتے تھے اور یہ عہدیت اللہ کے خلاف کے پاس رہتے تھے۔

جب کسی شخص کو قسمت یا آئندہ کسی کام کا مفید ہونا یا مضربہ معصوم کرنا ہوتا تو خادم کعب کے پاس جاتے اور سو روپے اس کو دے دیتے اور ان تیروں کو ترکش سے ایک ایک کر کے نکالتا۔ اگر اس پر غم نکل آتا تو سمجھتے تھے کہ یہ کام مفید ہے اور اگر نکل آتا تو سمجھتے تھے کہ یہ کام نہ کرنا چاہیے۔ حرام جانوروں کے سلسلہ میں اس کا ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عرب کی یہ بھی عادت تھی کہ چننا دلی شریک ہو کر کوئی اونٹ وغیرہ ذبح کرتے مگر گوشت کی تقسیم ہر ایک کے حصہ شریعت کے مطابق کرنے کی بجائے ان جوئے کے تیروں سے کرتے تھے جس میں کوئی بالکل محروم رہتا کسی کو بہت زیادہ کسی کو حق سے کم ملتا تھا۔ اس لیے جانوروں کی حرمت کے ساتھ اس طرح کار کی حرمت کا بیان کر دیا گیا۔

علاء نے فرمایا کہ آئندہ کے حالات اور غیب کی چیزیں معلوم کرنے کے جتنے طریقے رائج ہیں خواہ اہل جفر کے ذریعہ یا ہاتھ کے نقش دیکھ کر یا کالہ وغیرہ نکال کر یہ سب طریقے مستحکم بالاندام کے حکم میں ہیں۔

اور مستحکم بالاندام کا لفظ بھی قدر معنی جوئے کے لیے نئی بولا جاتا ہے جس میں قرص اندازی اور لاٹری کے طریقوں سے حقوق کی تعیین کی جاتی ہے یہ بھی ہم قرآن حرام ہے۔

جس کو قرآن نے میسر کے ام سے منع فرما دیا ہے۔ اسی لیے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، مجاہد اور قتیبہ نے فرمایا ہے کہ جس طرح عرب انلام کے ذریعہ جسے نکالتے تھے اسی طرح فارس و روم میں شطرنج اور چھوڑ وغیرہ کے میروں سے یہ کام لیا جاتا ہے وہ انلام کے حکم میں ہیں۔

استقسام بالانذار کی حرمت کے ساتھ ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ ذَلِكُمْ هَؤُلَاءِ﴾ یعنی یہ کون ہیں؟ قسمت معلوم کرنے یا جیسے مقررہ کرنے کا فسق اور گمراہی ہے۔ (معارف القرآن، ۳۶، ۲۸، ۲۶)

باب اللباس

لباس کی حقیقت:

مرا کے بدن کا وہ حصہ جسے عربی زبان میں "عورت" اور اردو اور فارسی زبان میں "ستر" کہتے ہیں۔ چھپا، شرعی، طبعی اور عقلی طور پر فرض ہے اور ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض جس پر عمل ضروری ہے، وہ اعطائے ستورہ کو چھپا ہے، یہ قرینہ اجتہاد ہے آفرینش سے ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں فرض رہا ہے، بلکہ شرائع کے وجود سے بھی پہلے جب جنت میں فجر منوہ کھانے کے جب حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کا جنتی لباس اتر گیا اور ان کا ستر کھل گیا تو وہاں بھی حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہما السلام نے ستر کھا رکھنا جائز نہیں سمجھا اس لیے حضرت آدم اور حضرت حوا دونوں نے جنت کے پتے اپنے ستر پر لاندہ لیے، چنانچہ ارشاد باری ہے: ﴿فَطَعْنَا فِي حُصْنِهِمَا مِنْ وَرْقِ الْحِجَاةِ﴾ (اعراف) دنیا میں آنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے خاتم الرسل ﷺ تک ہر خطیب کی شریعت میں ستر چھپا، فرض رہا ہے، اعطاء ستورہ کی تعمین اور تجدید میں تو اختلاف ہو سکتا ہے مگر اصل فریضہ ستر عورت کی تمام انبیاء کی شرائع میں مسلمہ ہے اور یہ فرض ہر انسان مرد و عورت پر فی نقد و عائد ہے کوئی دوسرا دیکھنے والا موجود ہو یا نہ ہو۔

لباس کیسا ہو؟

لباس کے بارے میں شریعت کی تعلیمات بڑی معتدل ہیں، چنانچہ شریعت نے کسی مخصوص لباس کی تعمین نہیں کی ہے اور شناس کی مخصوص ہیئت بتلا کر یہ کہا کہ ہر شخص کے لیے ویسا لباس پہننا ضروری ہے بلکہ ہر طلاق اور ہر جگہ کے لوگوں کو موسم اور آب و ہوا کے لحاظ سے لباس کے چناؤ میں آزاد دی گئی تھی ہے اور وہ اس لیے ہے کہ اسلام دینِ نظرت ہے اور حالات کے لحاظ سے مختلف ممالک کے لحاظ سے وہاں کے موسموں کے لحاظ سے، وہاں کی ضروریات کے لحاظ سے، وہاں مختلف ہو سکتا ہے مثلاً: کہیں باریک، کہیں موٹا، کہیں کسی وضع، کہیں کسی ہیئت کا لباس اختیار کیا جا

مکمل ہے، البتہ معلوم ہے، جہانم اور بنیادی اصولوں اور آداب لباس کے مسئلے میں جانتے ہیں ان آداب اور اصولوں کا لحاظ رکھنا ہر حال میں ضروری ہے۔ قرآن میں ہم آداب اور اصولوں کو پیسے ایسا ہی طور پر بیان کر رہے ہیں جہاں وہ رقم دے وضاحت اور تشریح کے ساتھ بیان کریں گے۔ پھر اس سے بعد لباس کے متعلق مختلف اور متفرق مسائل کو ایک ایک عنوان کے ساتھ ذکر کریں گے۔

لباس کے اجنبی بنیادی اصول:

جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ لباس کے متعلق کسی خاص وضع اور تراش کی شریعت نے یا بندی نہیں لگائی، البتہ لباس کی حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہیں ہونا چاہیے، جس کو اس ان شرعی حدود میں ہوگا وہ شرعی لباس کہلائے گا، نہ عداوت نہ ہی ہوگا، اور حدود یہ ہیں:

- 1۔ لباس اتنا چھوٹا، باریک و چست نہ ہو کہ وہ عضا، ظاہر ہو جائیں جن کا چھپانا واجب ہے، بلکہ لباس ایسا ہونا چاہیے کہ جس سے محاسن، طور پرستر پوشی ہوتی ہو۔
- 2۔ لباس میں کافروں اور منافقوں کی نقالی اور تشبہ اختیار نہ کریں۔
- 3۔ جس لباس سے تکبر و تفاخر اور اسراف و عجم مترشح ہوتا ہو اس سے اجتناب کریں۔
- 4۔ ہاں وار محسوس اتنا گھٹیا لباس نہ پہنے کہ دیکھنے والے اسے مفلس سمجھیں۔
- 5۔ اپنی ذاتی استطاعت سے زیادہ قیمت کے لباس کا اہتمام نہ کریں۔
- 6۔ مرد شہوان، جہیز اور پانچا مرد وغیرہ اتنا بچا نہ پہنیں کہ ٹخنے و ٹخنوں کا تمام حصہ اس میں چھپ جائے۔

- 7۔ مردوں کے لیے اصلی رنگم کالا، سیاہ، بھینٹا، زام ہے۔
- 8۔ مردوں کا لباس اور عورتیں مردوں کا لباس نہ پہنیں۔
- 9۔ لباس صاف ستھرا ہونا چاہیے، مردوں کے لیے سفید لباس زیادہ پسند کیا ہے۔
- 10۔ خالص سرخ لباس پہننا مردوں کے لیے مکروہ ہے، البتہ کسی اور رنگ کی آمیزش

یو یا سرخ، صاف و نہ ہو تو مفاد نہیں۔

لباس کے بنیادی اصول:

قرآنی کریم اور ذخیرہ احادیث میں متبع و تلاش۔ بعد لباس کے متعلق بنیادی اصول

ہتے ہیں وہ لباس کی شرعی حدود میں مان سے تجاوز نہیں ہوتا چاہیے اور جو لباس میں شرعی حدود میں
برکات شرعی نہیں کہلاتے گا۔ اللہ تعالیٰ نے لباس کے بنیادی اصول بتلائے ہوئے ارشاد فرمایا
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَازِي سُبُوتَكُمْ وَرَبُّكُمْ
وَالْحِسَابُ مَقْنُو۟ى ذٰلِكَ حَبِي۟رُكُمۡ﴾ (سورۃ الاحزاب: ۶۱)

”اے نبی آدم! ہم نے تمہارے لیے ایسا لباس اجودا جو تمہاری پوشیدہ اور شرمیلی چیزوں کو
پہچانتا ہے اور جو تمہارے لیے عذت کا سبب بنتا ہے اور تعوی کا لباس تمہارے لیے سب سے بہتر
ہے۔“

معلوم ہوا کہ لباس یہ ہونا چاہیے جو ستر کو صحیح طرح چھپائے اور اس سے قدرے رعایت
حاصل ہو۔

اسراف اور تکبر سے بچنا چاہیے:

لباس اپنی مالی استطاعت کے مطابق ہونا چاہیے، مالی استطاعت سے بڑھ کر خرچہ نہ کرنا اور
تلف کا اجتناب کرنا درست نہیں اور اس میں اسراف کرنا جائز ہے، چنانچہ حضور ﷺ کا بڑا اصول
ارشاد ہے:

”كُلُوا وَالسُّبْحَاۗءُ وَتَصَلُّوْا فِیْ حَبْرِ اِسْرَافٍ وَلَا مَجْلَۃٍ“

کبریا، (احزاب: صحابی فی اللباس: ۲۳/۴)

جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ کھاؤ، پو، صلوٰۃ کرو، اللہ اسراف اور تکبر سے
بقتاب کرو۔

”وَقَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا: کُلْ مَا شِئْتَ، وَتَصَلَّ مَا

شِئْتَ، مَا اِطْعَمْتَ النَّفْسَ، سَرَفٌ وَ مَجْلَۃٌ“

(الطبرانی فی صحیح البخاری: ۲۳/۴)

”جو چاہو کھاؤ، جو چاہو پینو، لیکن دو چیزوں سے اجتناب کرو ایک اسراف اور تکبر۔“

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کا کپڑا چاہو پہنو تمہارے لیے جائز ہے، لیکن
اس میں اسراف نہ کرو، اسراف کی وقت جاتا ہے جب آدمی اپنی مشیت سے بڑھ کر نمائش کے
لیے پورا پہنتا ہے اور جس کے پہنے سے ظہر پیدا ہوتا ہے اس لیے کہ اس سے پکا ظہر ہوتا ہے۔

دل خوش کرنے کے لیے قیمتی لباس پہننا:

اسراف اور نمائش سے بچنے ہوئے اپنا دل خوش کرنے کے لیے قیمتی لباس پہننا جائز ہے، یعنی ایسا لباس پہننا جس سے جسم کو راحت اور آرام حاصل ہو اور ساتھ ساتھ تمھو ں اس آسائش کا مقصد بھی حاصل ہو اس میں کوئی حرج نہیں، جائز ہے، مثلاً یہاں پر اس بات کے لیے اس خیال سے کہ جسم کو آرام ملے گا، دل کو خوش کرنے کے لیے زیبائش کا لباس پہننے سے یا کوئی پسندیدہ قیمتی چیز پہننے کے لیے ان سب میں وسعت اور نمائش ہے اور یہ اسراف میں داخل نہیں ہیں۔

قَالَ الْحَلَامَةُ الصَّابُونِي حَفَظَهُ اللَّهُ تَعَالَى: وَمِمَّا يُؤْكَدُ أَنَّ الْفَرَسَ
وَالْتَحَمِلَ مَظْلُومًا، وَإِنَّ لَيْسَ مِنَ الْكِبَرِيَّاتِ الَّذِي يَهْنُ عَنِ الْإِسْلَامِ، مَا
رَوَى فِي الصَّحِيحِ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ
مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مَثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبَرٍ، قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّا أَحَدُنَا
يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا، وَنَعْلُهُ حَسَنًا، قَالَ إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ
الْحَسَنَ، الْكِبَرُ يَبْغُزُ الْحَقَّ، أَيَّ عَدَمِ قَبُولِ الْحَقِّ وَغَضَبِ النَّاسِ، أَيَّ
اِحْتِقَارِهِمْ وَارْتِدَائِهِمْ، (آخر جہ مسلم رفع ۹ فی کتاب الإیمان)

یہاں مختصر مرصع ہوئی فرماتے ہیں کہ شرعی دائرہ میں رو کر زیب و زینت حاصل کرنا یہ تکبر میں داخل نہیں، صحیح بخاری میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے دل میں رائے کے دانے کے برابر تکبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہ ہو گا، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس عمدہ ہو جو تا عمدہ ہو گیا یہ بھی تکبر میں داخل ہے تو ”آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہیں، جمیل کو پسند کرتا ہے، تکبر یہ ہے کہ حق بات کو قبول نہ کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا اور ان کے ساتھ توہین آمیز رویہ رکھنا۔

نئے چھپانے مطلقاً جائز نہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”جو شخص اپنے کپڑے یا تکبر کے ساتھ نیچے مھیسے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو رست کی نگاہ سے نہیں دیکھیں۔“

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ”مرد کی زیر جامہ کا جتنا حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو گا وہ حصہ جہنم میں

جائے نماز (صحیح بخاری کتاب لباس)

نہ روایات سے معلوم ہو کہ مردوں کے لیے ٹخنوں سے نیچے شلوار، پائے یا ہاتھوں کے بند اور ٹکلی وغیرہ پہننا بزرگوں کے لیے حدیث کے مطابق اس پر روایتیں ہیں، ایک یا دو ٹخنوں سے نیچے جتنا حداد کا وہ نتیجہ میں جائے گا اور دوسرے یہ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا، اس لیے اس حکم و بطلان سے پناہ گزشتہ ضروری ہے۔

تکبر نہ ہو تو تب بھی ٹخنے چھپانا حرام ہے

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے شلوار وغیرہ لڑکا، اس وقت جائز ہے جب کہ یہ تکبر کی وجہ سے ہو اور نہ تکبر نہ ہو تو پھر اس میں کوئی مریض نہیں، کہ ننگہ جب حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ”ازدرو ٹخنے کے نیچے نہ کرو“ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ الزام ہمارے ٹخنوں سے نیچے اٹھتا جاتا ہے، میرے لیے سوچ کر کھانا مشکل ہوتا ہے، میں کیا کروں، تو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا زانو جو نیچے ڈھٹک جاتا ہے، یہ تمہاری وجہ سے نہیں ہے بلکہ تمہارے ہڈی اور ہجیر کی وجہ سے ڈھٹک جاتا ہے اس لیے تم ان میں داخل نہیں۔“

(ابو داؤد، کتاب لباس)

اسی وجہ سے لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر تکبر نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں جائز ہے۔

فقہاء کرام رحمہ اللہ کا صحیح قول:

اس سلسلہ میں رسول اللہ سے دو قسم کی روایات آئی ہیں، ایک وہ جن میں کپڑوں کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا تکبر وغیرہ کی کسی قید کے بغیر بھی، جائز اور موجب عذاب بتلایا گیا ہے، دوسری قسم کی وہ روایات ہیں جن میں کپڑوں کو ٹخنوں سے نیچے تکبر کے ساتھ لٹکانے کی حرمت آئی ہے، اس لیے بعض فقہاء نے اس مسئلہ میں یوں تفصیل کی ہے کہ اگر تکبر کی وجہ سے نیچے لٹکانے کو مکروہ تحریمی ہے، اور تکبر کے بغیر لٹکانے کو مکروہ تنزیہی ہے۔

لیکن علماء مجتہدین کا صحیح قول یہ ہے کہ تکبر ہو یا نہ ہو ہر حال میں کپڑے ٹخنوں سے نیچے کرنا مکروہ تحریمی ہے، جس تکبر کی وجہ سے ویسا کرے گا تو گناہ زائد ہوگا، اور نہ گناہ اول ہوگا اور اس سے تمام روایات سے مدین حق جی ہو جاتی ہے۔

تفصیل نے نے کاظم مودتؒ، تنہاری، حافظ ابن حجر، مستطانی رحمہ اللہ (۱۴۱۳ھ کتاب

اکیس، اور دواغیرہ فی کلیمہ صحت معہ اثر نافہ میں تحریر فرمایا۔ سہ ماہی ۱۷۹۵ء

اور یہاں تک حضرت صدیق اکبرؓ کی اندر دواجات سے کاغذ کے تھیں وہ اس پر دوا دے دیتے تھے کہ ان دوا سے ان کو دواجات دی گئی تھی وہ ایک جگہ دی کی جہ سے دی گئی تھی وہ تجویز دی یہ تھی کہ ان کے جسم کی دواجات دی گئی تھی کہ ان کو دے دیے تھے بار بار ان کا منہ کھولا دیکھتے تھے کہ چاہتا تھا کہ اس لیے ان کو پینے کی دواجات دی گئی تھی۔

یہ تکبیر کا تحقیق ہونا ایک امر قطعی اور پوشیدہ معاملہ ہے اور اس کا پتہ افلاک و فنی آسمان کا نہیں ہے کہ تکبیر کیا ہے اور کہاں نہیں ہے، وہ یہ کہ بعض اوقات اس تکبیر میں جتنا شخص دیکھتا تھا کہ وہ تکبیر کی حالت میں ہے اس سے اس کے بچے کا وادعات یہ ہے کہ آدمی گئے سے اپنے کپڑا پہنے اور تکبیر کی جڑی ختم کر دی جائے۔

قال الصابی سقطه الله تعالى وبعني ألا يصلي الإنسان التوب
أو العباءة، بحيث يحرمها على الأرض، فما رآه على الكعبين، فإنه
مكروه، بل محرم إن كان على سبيل الجلاء، وحرم على الأرض
كبراً، بسبب مقت الله وغضبه، فقد قال النبي صلى الله عليه وسلم:
"لا ينظر الله يوم القيامة إلى من حر ثوبه جلاء" أي رهوا وتكبرا!

(أخرجه البخاری: ۲۸/۱، والترمذی رقم: ۱۷۳، فی اللباس)

وقال صلى الله عليه وسلم: "ما أسفل من الكعبين من الإزار،
ففي النار." أي صاحبه في النار.

(أخرجه البخاری فی کتاب اللباس)

وسمع أبو بكر رضي الله عنه الرسول صلى الله عليه وسلم يقول:
"من حر ثوبه جلاء، لم ينظر الله إليه يوم القيامة، فقال أبو بكر يا
رسول الله: إن أحدی شقی ہزاری ہسترخی۔ أي يسقط أحياها على
الأرض۔ إلا أن أتعاهد ذلك منه!! فقال له رسول الله صلى الله عليه
وسلم: أنت ممن يفسده جلاء (صحيح البخاری: ۲۳۱۵)

ہذا سقط الرداء على الأرض دون قصد، فلا إثم فيه، ولا

منہ احسن علیہ ، لبنا المسبوح والمحرّم ، أن یحرق علیہ النار ، حرّکة
والاستعلاء ، والکبریاة ذلّة وحده ، کما جاء فی الحدیث القدسی
" لا طاعة إلاّ لاری ، ولا کبریاة إلاّ ردائی ، فمن عار عیروا ، وعلنا أمهنا فعدوا " ^۱
فی الشارح .

(آخر جہ مسلمہ رقم : ۱۶۶۰ و ام دائرہ ۲۰۰۶ - ۵۰۱ فی اللباس)

مردوں کے لیے اصلی ریٹیم کا حکم :

مردوں کے لیے اصلی ریٹیم کا لباس پہننا حرام ہے۔

وقد ثبت عن عمر بنی صلی اللہ علیہ وسلم أنه قال : لا یلبس الرجل
لباسه ینسب لمرء ، وفي الآخر فی ذهب ، سم قال : إن هبیس سیرام علی
ذکور امئی . (آخر جہ ابو داؤد رقم ۴۰۵۷۰ باسناد حسن)

یعنی ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے اس حال میں کہ ایک ایسے دست مبارک
میں ریٹیم تھا دوسرے میں سونا بھرا شاہ فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام
ہیں۔

وفي رواية الترمذي عن أبي موسى التميمي أن رسول الله صلى
الله عليه وسلم قال : حرم لباس شعور والذهب على ذكور امئی
وأهل لامتهم . (آخر جہ ترمذی رقم - ۱۷۶۰ ہی کتاب اللباس)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ریٹمی لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور
عورتوں کے لیے حلال ہے۔

لہذا خالص ریٹیم کا لباس جس طرح بھی ہے ریٹمی گدے پر بیٹھا یا ریٹمی رومال استعمال
کرنا ، یا ریٹمی ٹکی پر لیٹنا بھی حرام ہے ، کیونکہ یہ بیش پرستی اور تکبر کی دلیل ہے ۔

عورتوں کے لیے ریٹمی لباس حلال ہے :

البتہ عورتوں کے لیے ریٹمی لباس استعمال کرنا جائز ہے ، اس میں کوئی عیب نہیں ہے ، جیسا کہ
اوپر کی روایات میں صراحت موجود ہے کہ عورتوں کے لیے سونا اور ریٹیم دونوں حلال کپے کئے ہیں
صرف مردوں پر حرام ہے ، لہذا مردوں کو سونا اور ریٹیم کے استعمال سے منع کرنا چاہیے ، یہی حکم

یہی مسئلہ جس کا بھی ہے کہ ان کے لیے جس کے چاندی اور تھوڑے تھوڑے ٹکڑے، ان کا جب اور ان کا تاجربہ والے کا ٹیبل اور خاصہ، حتیٰ کہ یہ بچوں کو ملے، چاندی کے زیورات وغیرہ ان کو ملے نہ کر دے۔

افضل لباس کونسا ہے؟

ابن ابی افضل ہے جو ستر کو زیادہ پہناے، پونہر شلوار، کرتا، زیب ازیا، و سائرے اس لیے ان کو زیادہ پسند کیا گیا ہے۔ "ابن ابی صاف ستر ایسا ہی ہے اور مردوں کے لیے سفید رنگ کا لباس زیادہ پائندہ ہے۔"

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سفید رنگ کے پیرے پہلو۔ اس لیے کہ مردوں کے لیے سب سے اچھے پیرے سفید رنگ کے ہیں اور اپنے مردوں کو بھی سفید لقمی دو۔ "اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے مردوں کے لیے سفید رنگ کا لباس پسند فرمایا تاہم دوسرے رنگ کے پیرے پہنا بھی شرعاً ناجائز ہیں۔ چنانچہ بعض اوقات حضور اکرم ﷺ سے سفید رنگ کے علاوہ دوسرے رنگ کے لباس پہنا بھی ثابت ہے۔ تاہم زیادہ تر آنحضرت ﷺ سفید کپڑے زیب تن فرماتے تھے، البتہ جو شخص اجتماع کی نیت سے سفید لباس پہنے گا تو اس کو ایثار سنت کا ثواب ملے گا۔

ومنی فقه المعاملات قال: أفضل لباس الرجال القميص والمرابيل، والقميص هو: الثوب الذي يلبسه أهل الحجاز، وهو لباس رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقد روي الترمذي في سننه . عن أم سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم، أنها قالت: "كان أحب الثياب إلى النبي صلى الله عليه وسلم القميص" أي الثوب الأبيض الساتع . والأفضل في الثياب أن تكون بيضاء، لأنها لباس أهل الجنة . وإشارة إلى بيضاء العفيدة، بيضاء القلب، فاعلم من طيب، وكلامه طيب، وعمله طيب . وقد أشاد صلى الله عليه وسلم إلى اختيار الأبيض من اللباس فقال صلى الله عليه وسلم: "إسدا من لباسكم الأبيض، فإنها من خير ثيابكم . وكفوا فيها من ناكم"

روایت ترمذی (رف: ۹۹۵۱)

روایت ترمذی: "السرايب من فانيها فصر وأصب"۔
و كذا رواها أبو بكر

ابن سنان (۹۵۸) رواه أحمد في المستدرک (۱۸۵۹)

خالص سرخ لباس پہننا مردوں کے لیے جائز نہیں:

خالص سرخ لباس پہننا مردوں کے لیے جائز نہیں۔ یہ طریقہ ایسے کپڑے جو عورتوں کے ساتھ
نکھوس کئے جاتے ہیں، ایسے پڑے پہننا بھی مردوں کے لیے جائز نہیں۔ لیکن اس میں عورتوں کے
ساتھ کھبہ ہو جائے گا اور یہ کھبہ بھی ناجائز ہے۔

فقد روي البخاري، رحمه الله: عن ابن عباس قال: لعن رسول
الله صلى الله عليه وسلم المحشئين من الرجال، والعبر خلعات من
النساء۔ (أخرجه البخاري رف: ۵۸۸۶)

رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ایسی عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار
کر کے لادان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرے۔

وهي رواية أخرى: "لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم
المحشيين من الرجال بالنساء، والمحشيهات من النساء بالرجال۔

والمحشئون: جمع مخنت، وهو من يتشبه من الرجال بالنساء
في حرثاته، وكلامه، وثيابه، فذلّت لأن لكل من الرجل والمرأة،
خصائص ومزايا خصه الله عز وجل بها، في شكله وهنئه، وكلامه،
فالمرأة مقطوعة على النعومة، والمطفلة، والحياء، فإذا خلعت لباس
الحياء، وتشبهت بالرجال في لباسها وهنئها وكلامها، فقد خرجت
عن أصل العطرة؟ كما أن الرجل إذا لبس فتنشبه بالمرأة، فقد
تخلّى عن وجوهته، وشأفه، فقام المظرف فاستحق العري والعقوبة،
وقد جاء في صحيح مسلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه
قال: "صنفان من أهل النار لم أرهما: قوم معهم سياط كأذناب البقر

[illegible]

درآمد محض: ۱۹۸۵ (در حساب ملی: ۶۲:۸)

سیاہ رنگ کے کپڑے کا ہم:

مرد اور عورت کیلئے پودائیزہ بننے کا کیا قلم : دو کا جنس بعض لوگ اسکو ہاپنڈ کرتے ہیں اور کہتے

جس پر نالہ حضور ﷺ کی فانی مٹتی تھی اس لئے یہ وہ چیز اور ایسا مشہور چیز ہی ہے جو ہوتی ہے۔ نہیں،
 رہے لوگوں کا یہ نہیں کہ انہیں حضور ﷺ نے مختلف رنگوں کا لباس استعمال فرمایا ہے۔ وغیرہ تک
 سب سے زیادہ دیندہ وہ خیال نہ ہو کہ اپنا وہ تمام وقتہ کا لباس مستحق یا خلاف وہ ہے جو پہنے گا۔
 لہذا حضور ﷺ رنگوں کے ساتھ رنگ کا لباس پہنے گا ہے۔ یہ حضور اکرم ﷺ سے محبت اور جذبہ ہوا جس کا
 عکاس تو یہ ہے کہ جو چیز آپ ﷺ کو پسند تھی اسے اختیار کیا جو اسے واجب لباس میں سیاد۔ تک چونکہ
 شریعت، عقلا، جملا، چاندیہ ہے اس لئے یہاں لباس نہیں پہننا چاہئے۔ لہذا اس زمانہ میں شعائر
 شیعہ ہونے کی وجہ سے اس سے اجازت لازم ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

(ماخوذ از حصہ السبب ص ۸۰ تا ۸۱)

چینٹ شرٹ پہننا:

چینٹ شرٹ پہننے کا رواج نہ شیعہ دنیا بھر میں اتنا زیادہ عام ہو گیا ہے کہ اب اس میں شبہ
 (جو کہ شرعاً ممنوع ہے) کی شان مقلوب ہوئی ہے۔ اس لئے اس کا پہننا حرام تو نہیں ہے۔ البتہ یہ
 بات ضرور ہے کہ چینٹ شرٹ حد تک لباس نہیں ہے بلکہ کافرہ کا چادر ہوا ہے اس لیے اور اس
 کے پہنے سے مگر بڑوں کے ساتھ کچھ نہ کچھ مشابہت ہو جاتی ہے اس لئے چینٹ شرٹ کا پہننا
 ناپسندیدہ ہے۔ حتیٰ الامکان اس لباس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

یہ تفصیل اس لباس کے بارے میں ہے جس سے وادب استراحتیہ کی بناوٹ اور حجم نظر نہ
 آتا ہو۔ اگر چٹون اتنی پست اور تنگ ہو تو اس سے اعضا کی بناوٹ اور حجم نظر آتا ہو جیسا کہ آج
 کل ایک پتلون کا کثرت سے رواج ہو گیا ہے تو اس کا پہننا اور لوگوں کو دکھانا اور پہننا سب حرام
 ہے جیسا کہ نیکو آدمی کو۔ یہ حرام ہے۔ اس لئے ایسے پتلون پہنے ہوئے شخص کے ستر کے ضد کی
 طرف غور سے نزدیک جائے نیز ان کو اعضا کو چھم لینے والے لباس پہنانے کی تلقین کی جائے۔

فذل العلمامة ابن عبد بن رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله ولا يخطر

التصانف) اي بالالنية متلا وقوله ونشككه من عطف النمسيب على

السبب، عبارة شرح المعية اما لو كان غليظا لا يري منه نوله للبشرة

الا انه لا يمتنع بالعضو ونشككه بنككه فصار شكل العضو مرئيا فيجب

ان لا يجمع حذر العضو للحصول الستر اذ قال ع و انظر هل يحرم

الظفر فی ذلك المشكل معناه حیث وجدت الشهوة له قلب
مستکلم علی ذلك فی کتاب الحظر والندی يظهر من كلامهم هناك
هو الاول . (رد المحتار . ۶۵۶)

وقال أيضاً : علی هذا لا يحل الظفر الی عورة غيره فوق ثوب
ملتحق بها یصف حجبها فیحمل ما مر علی ما إذا لم یصف حجبها
فیئامل . (رد المحتار : ۶۳۹)

طلباء اور ملازمین کیلئے پینٹ شرٹ کی پابندی:

بعض تعلیمی ادارے اور سرکاری دفاتر میں، طلباء اور ملازمین کیلئے پینٹ شرٹ کو یک نظام کے
طور پر اپنانے کی پابندی ہے، اور یہ طریقہ شرعاً درست نہیں، تعلیمی ادارے اور دفاتر کے سداوہی
کو چاہے کہ وہ یہ ضابطہ ہرگز نہ بنائیں، طلباء اور ملازمین کو اس ٹائیپ نندیدہ لباس کے پہننے پر مجبور
کریں بلکہ شلوار قمیض جو قومی لباس ہے اور اسلامی اعتبار سے بھی یہ لباس صحیح ہے اس کو اپنانا چاہئے
۔ لیکن اس کے باوجود اگر کسی کو تعلیم یا ملازمت وغیرہ کی مجبوری کی وجہ سے اس کو پہننا پڑے اور دل
میں اس کو اچھانے جانے تو اس وقت بھی مجبوری اس کے پہننے کی گھٹاقت ہے۔ لیکن یاد رہے اس
وقت پتلون ایسا اُصلد بنایا جائے کہ اعضاء کو اچھی طرح چھپائے۔ نیز نچنے سے لو پر رہے نچنے
سے نیچے لٹکا اس صورت میں بھی جائز نہیں۔

چاندی کے تار والا کپڑا:

زری دار کپڑے جن کی ٹائی میں چاندی کا تار استعمال ہوا ایسے استعمال کا حکم یہ ہے کہ
گورتوں کے لئے مکھٹا جائز ہے۔

مردوں کیلئے ریٹم یا سونے چاندی کے تار سے بنا ہوا یا کڑھائی والا کپڑا اس شرط سے جائز
ہے کہ بلی یا پھول کی چڑائی چار انگلیوں سے زائد ہو، لمبائی میں کوئی تحدید نہیں، ایسی چیزیں یا
پھول متحد ہوں تو ان کے جواز میں یہ شرط بھی ہے کہ ان کے درمیان بلی یا پھول کی چڑائی سے
زیادہ فاصلہ ہو، اگر فاصلہ ۷۰ یاکم ہو کہ دیکھنے میں پورا کپڑا ہی ریشمی یا تری دار نظر آتا ہو تو جائز
نہیں۔

بمختلف علی المذهب او فی النکاح، علی الزوجین لا یجوز ان یتراضیا لایعزل اربع اصابع مصغرة و کذا التمسوج مذهب یحیی اذا کان خدا تعالیٰ والا لا

وقال العلامة الحسکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: وظاهر المذهب عدم جمع المنعرق ولو فی عمامة کما یسط فی النسخة
وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: احدثوا فیه الاربع اصابع المذبح (وعلی المراء قد الاربع اصابع طولاً وعرضاً بان لا یبرسد طول العلم وعرضه علی ذلک او المراء عرضہ اربعة اوت راد طولہ علی طولہا المستادر من کلامہم الثاني وبعید بعداً ما سبانی فی کلام الشارح عن الحارثی الزاهدی

(قولہ وظاهر المذهب عدم جمع المنعرق) ہی الا اذا کان خطباً من غیر او خطباً من غیرہ بحيث یرى کلمة قرآناً یحوی کما سبک کرد عن الحارثی و مقتضاه حل الثوب المنعق من الحریر تعلیماً و توسیاً
اذا لم یبلغ کل واحدة من نفوثة اربع اصابع و ان رادت بالجمع ما لم یر کلمة حریر انما یر (رد المحتار - ۶۶۱/۵)

مستثنیٰ ریشم کا حکم:

سوال: آج کل مختلف قسم کے کپڑے فروق ہیں جن میں سے بعض کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ ریشمی ہے اسی طرح جو رومال کتہ سے پر دیکھتے کا معمول ہے انکی بھی ایک قسم ریشمی مشہور ہے۔ کیا عرف میں اس قسم کے کپڑے اور رومال کے ریشمی ہونے کا اعتبار کر کے مردوں کیلئے اسکو حرام کہا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ آج کل کو ہر معنوی ریشم استعمال ہوتا ہے اس لئے اسکا استعمال جائز ہے، اگرچہ عرف میں اسکو بھی ریشم کہتے ہیں ہاں اگر کسی پیرے کا اصلی ریشمی ہونا ثابت ہو جائے تو اسکا استعمال مردوں کیلئے ناجائز ہوگا چنانچہ لازم ہوگا۔

محارم کے سامنے طاؤس کا ذکر کرنا:

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عورت اپنے چاکر کاٹا، باپ اور بھائیوں

کے سامنے بنانا حکا کر کے بیٹھ یا ان کے ساتھ سفر کرے یہ امر قی نقد جائز ہے۔ مگر اس زمانے میں گلوب میں فسادِ لب ہے اور بی بی اور بی بی آر کی اغت نے اخلاقی اقدار کو بالکل پامال کر دیا ہے، بے حیائی اور بے باکی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ باپ کے اپنی بیٹی کے ساتھ اور بھائیوں کے اپنی بہنوں کے ساتھ نہ کا کر کے اغت و تشا آ رہے ہیں، اس لئے شوہر کے سوا کسی بھی محرم کے سامنے بنانا حکا کر کے آنا خطرے سے خالی نہیں، اس سے احتراز ضروری ہے۔

مستون لباس:

مستون لباس کونسا ہے؟ اور کس لباس کو مستون لباس کہا جائے گا۔ اسکو کھینے پہلے ضروری ہے کہ پہلے یہ سمجھ لیا جائے کہ سنت کسے کہتے ہیں؟

سنت کی تعریف:

فقہاء کرام نے سنت کی مشہور تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

انظر بقية المسلسلة في الدين من غير وجوب ولا اعتراض ،
ومعنى الطريقة المسنونة : ما واطب عليه النبي صلى الله عليه وسلم
ولا يرد الا تائدا ، أو واطب عليه الصحابة رضي الله عنه كذلك ،
كصلاة الشرايع ، فإن تعنت يتركها كراهة وإساءة ، فهي سنة
سعيدة ، وتسمى سنة مؤكدة أيضا ، كالأذان والجمعة ، ومن
سراوتب ، كسنة الفجر والعصر والغفر ، وإن لم يتعنت يتركه
كراهة أو إساءة ، وتسمى سنن الزوائد والعبر المؤكدة ، فتارك
المؤكدة يعاتب ، وتترك الزوائد لا يعاتب .

(رد المحتار ، ۱/۲۶۱ و ۱/۲۶۲ و ۱/۲۶۳ اصطلاح الفنون ، والتعريفات للزمخشري ،

والتعريفات الاصطلاحی ، و الغاموس الفقہی ، مادة سنة)

خلاصہ میں کہ یہ ہے کہ "سنت" کہا جاتا ہے کہ فرض و واجب کے سوا وہ طریقہ جو دین میں رائج

ہو اور اس پر آپ کے بعد خلفاء راشدین نے مواہبت کی ہو۔

سنت کی اقسام:

سنت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) پہلی امر اس سے ہے کہ آپ ﷺ نے عبادت کے طور پر آپ کی یہ باتوں کو اس کے موافق کیا سنت ہوگی کہ کیا جاتا ہے، جیسے نماز یا اس عت۔ ان اقامت کے بعد حکم مغرب و عشاء کی سنن روایت اور ان کا حکم یہ ہے کہ اس کو کرنے کی تاکید آئی ہے اور اس کا چھوڑنا مکرم ہی اور ناجائز مانت ہے۔

(۲) دوسری امر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے عبادت کے طور پر آپ کی یہ باتوں کو اس کے موافق کیا سنت ہوگی کہ کیا جاتا ہے، جیسے نماز یا اس عت۔ ان اقامت کے بعد حکم مغرب و عشاء کی سنن روایت اور ان کا حکم یہ ہے کہ اس کو کرنے کی تاکید آئی ہے اور اس کا چھوڑنا مکرم ہی اور ناجائز مانت ہے۔

سنت کی تعریف اور اس کی اقسام واضح ہو جانے کے بعد اب یہ بھی واضح ہونا چاہئے کہ حضرت ﷺ کا لباس کیا تھا تاکہ لباس مستون کے تعین میں آسانی ہو سکے۔

آپ ﷺ کا لباس کیا تھا

جب کہ لباس تعین، عمامہ، ٹوپی اور ٹنگی پہننا۔ حضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ اور شعور کا خراج: جس احادیث سے ثابت ہے، بعض روایات میں پہننا بھی مذکور ہے۔ (نشر المکیب)

عام قمیض آپ ﷺ کو بہت پسند تھی، اور آپ ﷺ جو قمیض پہنا کرتے تھے، ان سے ثابت ہے کہ وہ بے ماس کے چند اوصاف درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا پیر میں مبارکہ سونے اور نیک دامن و آستین والا ہوتا تھا، اور آپ کی قمیض مبارک میں ٹخنہ پان لگی ہوئی تھیں اور قبض مبارک میں سینہ پر ٹکر پان تھا اور جب کسی شخص کی سنت ہے۔ (حدیث علیہ السلام)

(۲) امام احمد بن حنبلہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا کرتہ (قمیض) سات کا تھا

ہو سکتا تھا، جو یہ وہ لبا بھی نہ تھا اور انکی آستین بھی زیادہ لمبی نہ تھی۔ مناوی نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ کا کردار (قیس) انکوں سے اونچا ہوتا تھا، ادا و شائے نے لکھا ہے کہ چڑی تک ہوتا تھا (شامی ترمذی)

(۳) حضرت: کا ذکر مائی ہیں کہ حضورؐ کی قمیض کی آستین ہاتھ کے گئے تک ہوتی تھی۔

(شمالی برمدی)

(۴) حضور اکرم ﷺ کی قمیض کی آستین نہ اتنی چمک تھی نہ اتنی کشادہ تھی، بلکہ درمیانی

تھی اور آستین ہاتھ کے گئے تک ہوتی تھی اور پرخندہ غیرہ پہنے تک، مگر انگلیوں سے تجاوز نہ ہوتا تھا۔

(۵) حضور ﷺ کی قمیض کا گرہ یاں بند ہوتا تھا، کبھی آپؐ اپنی قمیض کا گرہ یاں کھول

لیا کرتے تھے اور بندہ اظہر صاف نظر آتا تھا اور اسی حالت میں نماز پڑھ جیتے تھے۔ (شامی

ترمذی)

ہذا حضور اکرم ﷺ کی قمیض اور جس وضع کی قمیض تھی، وہی ہی وضع بتوابع کی نیت سے پہننا

سو جب ثواب ہے، اور چونکہ یہ سنت عادیہ میں سے ہے، اسلئے اتباع کی نیت کے بغیر پہننے سے

ثواب نہیں ملے گا، اور نہ پہننے پر کوئی کراہت و ملامت بھی نہیں۔ (رد المحتار ۱۰۳/۱)

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ معانی: اقول: فلا فرق بین

النفل وسمن الزائد من حيث الحكم لانه لا يكره ترك كل منهما،

وانما الفرق كون الاول من العبادات والثاني من العادات، لكن

عليه ان الفرق بين العبادات والعادات هو النية المستصفاة للاعلاص كما

في الحکامی وغیره، وجميع افعاله صلى الله عليه وسلم مشتملة عليها

كما بين في محله، (رد المحتار: ۱۰۳/۱، باب الوضوء)

شرعی لباس:

قرآن وحدیث کی رو سے شرعی لباس نے جو بنیادی اصول اپن بیان کیے گئے ہیں، ان کی

رعایت کرتے ہوئے جو بھی لباس اختیار کیا جائے گا وہ شرعی لباس ہو گا اور حضور اکرم ﷺ کے طرز

پر ہو گا، اس لیے اس لباس کو بھی "لباس مسنون" کہا جائے گا اور اس کے پہننے سے سنت کا ثواب

ملے گا۔

ہاں شرعی کے بیان کے سلسلے میں حکیم الامت حضرت فقہ نقوی رحمہ اللہ ادا و ادا فرماتے ہیں
 "مستور (پوشنے) کے طرز پر نہونے کے یہ معنی نہیں کہ بالکل ایسا ہی ہو جس پر مستور پہنچے ہو کہ
 بلکہ جس لباس کی حضور (ﷺ) سے اجازت ہو وہ بھی مستور ہی کا طرز سے ہو جو اس پر ہو وہ بھی مستور
 (پوشنے ہی کے طرز پر ہے)" (تسہیل المسائل، مطبوعہ دارالعلوم دیوبند، ج ۱ ص ۵۰۵)
 حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"لباس سادہ یعنی تا غنضت (پوشنے) کا لباس بیوٹ کے لیے کوئی مقرر نہ تھا، بلکہ مختلف
 حالات، صیغہ دختر اور مگر رسمی اجتماعات کی وجہ سے مختلف اقسام اور الوان مقبول
 رہا۔ لباس سادہ، پورے زیادہ تکلف نہ ہو، وضع ایسی ہو کہ جو مسلمانوں کے امتیاز کو پائی رکھے، دوسرے
 ان مذاہب کی وضع نہ ہو جیسا کہ کتب حدیث و تہذیب کے تتبع سے ثابت ہے ان امور مذکورہ کی
 رعایت رکھتے ہوئے پھر "مغز غنص" (خضت) کا یہ تھا کہ لباس کی لنگر میں نہ رہے، تھوڑی دھرت
 پر جیسا میسر ہو گیا خود عمدہ ہو یا معمولی اسی کو استعمال فرمایا۔"

کشافی: رد المحتار ج ۳۶ جلد اول، وانصواب ان لھض
 الطریق ضروری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التي منها ومربها
 و رعت فيها و دواء علیها و هي ان ھلبہ فی اللباس، ان یسیر ما ینسیر
 من اللباس من الصوف نازع و الفض نازع و الذکک نازع.

(رد المحتار، المعتب: ج ۱ ص ۹۲۹، باب اللباس)

سوئے کا جن استعمال کرنا:

مردوں کے لیے خالص سوئے کا جن استعمال کرنا جائز نہیں، کیونکہ حدیث شریف میں
 مردوں کے لیے خالص سوئے کا استعمال حرم ہونے کی صراحت موجود ہے، مای طریق حضرت
 فقہان کرامہ و مقلدین نے بھی اس کے نتائج نہ ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔

(الایضاح، جو اسناد الفتاویٰ، ۱۶۹/۴)

(الایضاح، ج ۱، رد المحتار، حصۃ مطلقاً الا بعداً و منطقہ)

و جمیعہ صیغہ منها) انی انقضت إذا لم یردہ من الشرین۔

(رد المحتار، باب اللباس، ۳۵۹/۶)

پیش رکھنا جائز ہے:

اصل یہ ہے کہ اگر تادویس وغیرہ کا پیش بند لیا جائے گا ہم نری یا کسی اور پے سے کبھی کبھار نکالے گئے تو یہ بھی درست ہے، کیونکہ کبھی کبھار قیاس کا پیش کار رکھنا - حضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ (تکملہ ترمذی، دلائل رشیدیہ صفحہ ۶۸۰)

گر بیان ایک طرف رکھنا خلاف سنت ہے:

سربان گلے کے نیچے بند کے درمیان میں رکھنا چاہیے جیسا کہ عام طور پر رکھ جاتا ہے، اس سے بہت کر بند کے ایک طرف رکھنا جیسا کہ بعض لوگ اس طرح رکھتے ہیں، یہ خلاف سنت ہے۔

کحل لباس بحکمہ لا علی خلاف السنۃ یکنون لہ مکر و ہار و ہو
مثل الثوب لا کھار و الثوب لم یسئل و لم یحور و اهل الانس و الطیر مثل
اسطرط و امسال الارار و تطویل الثکم و توسیعہ و الحبت علی الثحاب
لا علی لفنصر و نحوہ۔

(المصنف فی الفتاویٰ کتاب اللباس ۱/۱۶۲)

ٹوپی اسلامی لباس کا شعار ہے:

عامہ جیسے اردو میں بگڑی اور قلنسوا جیسے اردو میں ٹوپی کہتے ہیں ایسے انوں قسم کے لباس خود آنحضرت ﷺ سے پہننا ثابت ہیں اور صحابہ کرام نے بھی دلوں کا استعمال فرمایا ہے، ان حضرات سے ٹیگر آج تک ہر زمانے میں عوام کرام اور صلحاء امت کا اسی پر عمل رہا ہے، جس پر بے شمار دلیل اور فتویٰ کتابوں میں موجود ہیں، لہذا عوام باندھنا اور ٹوپی پہننا مستحسن ہے، البتہ یہ سنت زائد ہے، جس کا درجہ مستحب کا ہے، اور یہ لباس کی سنت ہے۔

نیکے سر رہنا پسندیدہ نہیں:

نہ نہ کے علاوہ عام حالات میں بھی عمامہ یا ٹوپی پہننا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کا معمول تھا، آج تک دیندار مسلمانوں میں یہ طریقہ چلا آ رہا ہے، اسی لئے سر پر ٹوپی یا عمامہ استعمال کرنا اسلامی لباس کا شعار ہے، اور یہی اسلامی تہذیب ہے، اس کے برخلاف عام حالات میں نیکے سر رہنا نامسند یہ اور خلاف ادب ہے، اور یہ انگریزوں کی تہذیب ہے، جو اسلامی تہذیب کے بالکل خلاف ہے، لہذا اشد حق اور مغربی تہذیب کی مخالفت اور انگریزی تہذیب کو پھوڑ کر اسلامی تہذیب کو

اختیار رکھنا پڑے۔

شیخ عبد القادر دینانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"اور چونکہ وہ چند عورتوں میں قسمل نشین ہے اس بارے میں باشرعاً اور باقصد یہ نہیں کہیں کہ اصول اور بنی کی عادت یہ ہے کہ وہ اس کو چھو یا نہ رکھتے ہیں، اس لئے سر کو وہ جن نے اپنے ہاتھ کو انہوں کے سامنے کھولا رکھا ہے۔" (ذبحہ اللہ) (۱۲۱)

اور علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ

"محققین پر یہ بات محض تیس ہے کہ لوگوں نے اس سے سر نکالا، کھانا پینا دیا ہے جسے بری نظر سے دیکھا جاتا ہے اور یہ اب بدعت اور شرعاً نہ تہذیب کے خلاف ہے، شریعت میں صرف اگر اس چیز میں سر نکال رکھنے کا حکم ہے، جس کا مقصد تعبد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی نماز، مسند اور اپنی بدعتی کا اظہار۔" (فتاویٰ رحیمہ ۲: ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲)

ٹوپی کے بغیر نماز پڑھنا:

ٹوپی اور گچڑی کے استعمال میں نماز اور خارج نماز کا کوئی فرق نہیں ہے، دونوں جگہ صبراً ہے، البتہ نماز ایک نہایت باعظمت فریضہ ہے، نماز کیلئے لباس میں زینت اور قفل اختیار کرنے کے بارے میں کتب حدیث اور فقہ میں بہت سی ترغیب وارد ہوئی ہے، حضرات مفسرین اور فقہاء کرامؒ نے نماز کیلئے ترین اور قفل کو مستحب لکھا ہے، اور سر را حجاب کر نماز پڑھنے کو افضل فرمایا ہے، تاہم اگر کوئی شخص کسی احتیاج سے بغیر ٹوپی نماز پڑھ لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن ننگے سر نماز پڑھنے کی عادت بنانا مکروہ ہے، اور اگر (نوعہ بالغہ) نماز کی توجہ کرنے کے ارادہ سے ٹوپی اتار کر نماز پڑھتا ہے تو یہ مکروہ ہے، آج کل جو لوگ ننگے سر رہتے ہیں اور ننگے سر نماز پڑھتے ہیں ان کا یہ فعل بلاشبہ مکروہ ہے اور اعلیٰ شعائر کے خلاف ہے، جس سے ان کو بچنا چاہئے۔ (رد المحتار ۱/۶۶۱)

علامہ محمد زاہد کوثری نے لکھا ہے کہ بغیر عذر ننگے سر نماز پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بلکہ ننگے سر نماز پڑھنا نصاریٰ کی عادت ہے۔ (مقالات کوثری صفحہ ۱۷۷) جب کہ نصاریٰ کے کتب سے بظاہر معلوم ہوتا ہے، کیونکہ احادیث میں غیر مسلمانوں کے ساتھ کتبہ اختیار کرنے سے سخت ممانعت وارد ہوئی ہے۔ (ترمذی ۹/۵۰) اور اس سے واضح ہو رہا ہے کہ ستر اس کا حکم اگرچہ فی نفسہ مستحب کا درجہ رکھتا ہے، لیکن سر نکال رکھنے کی صورت میں نصاریٰ کے ساتھ کتبہ کا اندیشہ ہے، اس

خاندان سے سزا میں کا معاملہ بہتر یا وہ اہمیت کا حامل ہے۔

ہر حال نماز ہو یا خارج نماز ہو، سزا میں کا حکم صحیح جاریت سے ثابت ہے اور یہ اسلامی لباس کا شمار ہے۔ حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں عین عظام و پروری امت نے یہ وہ پہلا، کامل اس کے مطابق چلتا آ رہا ہے، لہذا ٹوپی یا عمامہ پہننے کو پہننے یا مٹ جانے کے بجائے اس کے پہننے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

پلاسٹک یا چٹائی کی ٹوپی کا حکم:

نماز ایک عظمت فریضہ ہے اس کو بڑے انتظام کے ساتھ پاک صاف لباس پہن کر اور صاف ستھری ٹوپی سے سر ڈھک کر ادا کرنا چاہیے، ایسے خراب یا گھٹیا اور بے ایمان کیلئے کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، جنہیں پہن کر آدمی دلوں سے ملنے کے لیے جانے میں عار محسوس کرے۔ لہذا ہر نمازی کو چاہیے کہ وہ اپنے ساتھ صاف ستھری ٹوپی رکھے اور نماز میں نہ کوہ استعمال کرے، پلاسٹک یا چٹائی کی ٹوپی استعمال نہ کرے، کیونکہ ایسی ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے، مسجد کی انتظامیہ کو بھی چاہیے کہ وہ پلاسٹک یا چٹائی کی ٹوپیاں مسجد میں نہ رکھے اور نہ ایسی ٹوپیاں رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرے اور اگر رکھنا بھی چاہے تو کپڑوں کی صاف ستھری ٹوپیاں رکھی جائیں اور انتظام و طبیعت کے ساتھ رکھی جائیں اور جب بھی اتفاق سے کسی نمازی کے پاس ایسی ٹوپی نہ ہو اور سر ڈھکنے کے لیے اس کے پاس کوئی بڑا رد مال وغیرہ بھی نہ ہو تو ایسی مجبوری کے وقت ننگے سر نماز پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ مسجد میں موجود ٹوپی پہن کر نماز پڑھ لیں لیکن اس کی عادت نہیں بنانی چاہیے۔ (رد المحتار: ۱/۲۲۸)

وَصَلَاتُهُ فِي نَيْسَبِ بِلْدَةِ بَلِسْهَامِي بَيْتِهِ وَمِنْهُنَّ اَيُّ حُدُودٍ اِنَّ لَهٗ

غَيْرَهَا وَالْاَلَا، مَكْرُوهٌ اَلَا اَلَا، مَكْرُوهٌ اَلَا اَلَا، مَكْرُوهٌ اَلَا اَلَا، مَكْرُوهٌ اَلَا اَلَا، مَكْرُوهٌ اَلَا اَلَا،

وَالْاَلَا اَلَا، مَكْرُوهٌ اَلَا اَلَا، مَكْرُوهٌ اَلَا اَلَا، مَكْرُوهٌ اَلَا اَلَا، مَكْرُوهٌ اَلَا اَلَا،

وَالْاَلَا اَلَا، مَكْرُوهٌ اَلَا اَلَا، مَكْرُوهٌ اَلَا اَلَا، مَكْرُوهٌ اَلَا اَلَا، مَكْرُوهٌ اَلَا اَلَا،

(رد المحتار: ۱/۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱

منصور علیہ السلام کے پاس تین طرح کی ٹوپیاں ہونا ثابت ہیں ایک محمودی جو سر کے ساتھ چمکی ہوئی تھی، دوسری قسم وہ تھی جو سر سے کسی قدر اونچے ہوتی تھی۔ جب کہ تیسری قسم کی ٹوپی نہ کوڑو دونوں قسم کی ٹوپوں سے پیشتر یاد دہانی اور کشادہ ہوتی تھی کہ ان میں اس سے احتک جاتے تھے۔

(مکتاب النہیہ للعلو ص ۱۶۶)

لہذا اس طرح کی ہر قسم کی ٹوپی پہننا بلاشبہ درست ہے اور ہمارے یہاں جو ٹوپیاں مروج ہیں ان سب سے سنت اور اچھی ہے، البتہ لباس کے مطابق ٹوپی بھی صرف استعمال کرنی چاہیے۔

قراچی کی ٹوپی پہننا جائز ہے:

قراچی کی ٹوپی کی جتنی قسم ہمارے یہاں رائج ہیں ان سب کا استدلال جائز ہے اور ان سے ٹوپی پہننے کی سنت اور اچھی جاتی ہے۔

قراچی کی ٹوپی بنانے کے سلسلے میں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ کسی حلال جانوری کھال ہو یا حرام جانور کو حلال طریقے سے ذبح کیا جائے تو اس کا گوشت، کھال اور اس کے جسم کے دیگر سادے اجزاء پاک ہو جاتے ہیں اور اگر اس کے پیٹ سے مردہ بچہ نکلا تو وہ بھی پاک سمجھا جائے گا اور اگر زندہ بچہ نکلا تو شرعی طریقے سے ذبح کرنے کے بعد وہ بھی پاک ہو جائے گا، ان تمام صورتوں میں اس جانور یا اس کے بچے کی کھال سے قراچی کی ٹوپی بنانا جائز ہے اور مردہ جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اور اس سے بھی قراچی کی ٹوپی بنانا جائز ہے، البتہ زندہ بے نور (مثلاً بھینر، خیر، کوڑا، کچھ بھیر کی ایسے طریقے سے اس کا پیٹ چاک کرنا جس سے اس کو تکلیف ہو یا وہ مر جائے یا اس کو اور کسی طرح کی اذیت پہنچا کر اس کے پیٹ کا پچھل کھال کر اس کی کھال استعمال میں لائی جائے یہ ہرگز جائز نہیں، البتہ بڑا اٹل ہے جو ایسا کرے گا وہ سخت گناہ گار ہوگا، اس لیے اس سے پرہیز کرنا لازم ہے، البتہ بھیر کو ذبح کرنے کے بعد پیٹ چاک کرنا یا ذبح کیے بغیر کسی ایسے طریقے سے پیٹ چاک کرنا کہ بھیر کو تکلیف محسوس ہی نہ ہو، اس میں گناہ نہیں اور اس کی کھال سے ٹوپی بنانا اور استعمال کرنا درست ہے۔

اور بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اس میں بھیر کی نسل کشی ہے یا بھیر سے انتفاع کا جو ایک عام طریقہ کھانے کا ہے اس کی مخالفت ہے ان کی یہ بات درست نہیں، کیونکہ ٹوپی بنانا اور کوئی لباس بنانا یہ بھی بذاتہ خود ایک قسم کا انتفاع ہے۔

بیس الصوف والمشرقة سنة الاتياء عليهم السلام لانه آية الله اضع

(فتاویٰ ممدیہ: ۱/۲۳۳ کتاب اللباس)

وفيه ايضاً: عن ابي حنيفة رحمه الله تعالى: لا بأس ببس

الفلسوة الثعالب كذا هي المبسوط وكان عن ابي حنيفة رحمه الله

سحاب وعلى الفضحك فلسوة سمر كذا هي اعيانية

(عالمگیریہ: ۱/۲۳۳)

علامہ لباس کی سخت ہے:

علامہ ہاند حنا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے، اس لیے
علامہ ہاند حنا سنون ہے، دلالت یہ سخت زائد ہے، جس کا درجہ مستحب کا ہے اور یہ لباس کی سخت
ہے، لہذا اگر کوئی شخص اتباع سنت کی نیت سے علامہ ہاند حنا پوشیدہ کرے وہ ثواب ہے اور اگر کوئی
شہادہ حنفی کوئی گناہ بھی نہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ سے علامہ ہاند حنا پر موعبت (داعی طور پر)
ثابت نہیں ہے، چنانچہ صاحب "زاد المعاد" فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی علامہ کے بغیر
صرف نوبی استعمال فرمائی اور کبھی بغیر نوبی کے صرف علامہ استعمال فرمایا اور کبھی خود یعنی جنگی نوبی
استعمال فرمائی، الغرض جس موقع پر جو مناسب سمجھا گیا وہی استعمال فرمایا۔

(ملاحکمونہ لول المعاد: ۳/۶۹ و زیج العیسیٰ: ۲/۱۹۰)

قال العلامة النصابوني حفظه الله: من سنن الإسلام لبس

العمامة، وهي من شعائر الدين، ومن هدي سيد المرسلين صلى الله

عليه وسلم، فقد كان صلى الله عليه وسلم يلبس العمامة، ويضع بها

في السلم والحرب، وكذلك أصحابه الكرام، كان لهم عمام

يتوجون بها رؤسهم، اقتداء بهدي سيد المرسلين صلى الله عليه

وسلم، ويكره للمسلم أن يبقى مكشوف الرأس

فقد روي مسلم عن جابر رضي الله عنه: "أن رسول الله صلى

الله عليه وسلم دخل يوم فتح وعنه عمامة ب داہ"

(الترغیہ مسلم رقم: ۱۳۵۸ باب جہاد دعوت مکہ بغیر احرام)

۱۔ ائمہ اربعہ - ج ۱ ص ۱۰۵

یعنی رسول اللہ ﷺ کی حالت جنگ اور امن دونوں حالات میں ہمارے ہمارے ساتھ تھے۔
 حضرت ہارون دانت کرتے ہیں کہ کئی دن رسول اللہ ﷺ تکبیر و تہلیل سے آپ سے
 مر رہا، تک پڑیا ہمارا تھا۔

۲۔ روایتی ائمہ ابن عمرؓ سے حریت رضی اللہ عنہما حال : ”کافی
 انظر إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وعاد جماعة من دنا، وقد
 أخرج طريفاً بن كريمة“ (أخرجه مسلم رقم : ۱۳۵۹)
 وروى الترمذي عن ركانة أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم
 يقول ما يابوس الجمر كبر : المصالح على العلاء“ .

(أخرجه الترمذي : ۱۷۸۹ واصل حديث حسن عريب ۲

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق تو ملی پر ہمارے
 ہاتھ ہوتے ہیں

أي العلامة العارفة التي تعيز بين الله -سبحه واليه شرك- هي العمامة،
 فهي شعار أهل الإسلام . وأهل العلم والنسب .

فهذا هدي النبي صلى الله عليه وسلم . ونحوه لأئمة ، أن
 يتميزوا عن الكفار ، بلبس العمائم التي هي زيها للعرب ، وهي
 مطهر عنهم وكرامتهم . وهي إحدى شعائر الإسلام العظيمة .

ولقد تأسّى أصحاب الرسول صلى الله عليه وسلم بهدي النبي
 الكريم . فكانوا يفتلون به في أقواله ، وأفعاله ، وأحكامه .
 وسكناته . فميسون العمائم ، واشتهر ذلك عنهم ، حتى صار جزءاً
 من حياتهم . وشبهواهم بالنبوة !

فهذا ما يبدوا عبد الله من عمر أشد الناس تمسكاً بهدي الرسول
 صلى الله عليه وسلم ، والذي قال عنه نافع : إن رأيت ابن عمر يتبع آثار
 رسول الله صلى الله عليه وسلم ، لقلنا : إن هذا المحزون . يروي لنا

عنه مسلم في صحيحه هذه المقصة ، وهذا الحديث ، فيقول بسند
عن عبد الله بن دينار : إن رجلا من الأعراب ، عي ابن عمر بطريق
مكة ، فقدم عليه عبد الله بن عمر ، وحمله على حمار كان يركبه ،
وأعطاه عمامة كانت على رأسه ، فقال له أضحكه : عمر الله لك ،
أع طرب هذا الأعرابي حمارا كنت تروح عليه ، أي تركبه لراحتك ،
وعمامة تشد بها رأسك ، وإنيهم الأعراب يرحلون باليسير !!

فقال ابن عمر : إن أبا هذا كان ودا - أي صديقا - لعمر بن
الخطاب ، وإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : إن
من أير سر - أي أفضل فعل الخير - حسنة الرجل فعل ودا أبيه - وإن أبا
كان صديقا لعمر - (أخرجه مسلم في كتابه غير رقم : ٢٥٥٢)

هذه سيرة الصحابة ، وهذا تأسيهم برسول الله صلى الله عليه
وسلم في هيتهم وبأسهم ، ما كانوا يتركون شيئا ففعله رسول الله
صلى الله عليه وسلم إلا فعلوه ، استرح حب الرسول صلى الله عليه
وسلم بقلوبهم ، وسرى حب الأنبياء في دمايتهم ، لذلك وجدنا
ابن عمر ، يهدي عمامة لذي الأعرابي - لأن أبا - صديقا لعمر
بن الخطاب رضي الله عنه .

فأين نحن في هذا السر حال من أنتم ، زهدوا في هدي سيد
المرسلين ، فتركوا العمامات - بل عنها البعض من البدع ، مع أنها
شعار أهل الإسلام ؟ وقد ذكرنا فيها سبق حديث الترمذي الذي
يقول فيه صلى الله عليه وسلم : إن فرق ما ساء وبين المشتركين ،
العمائم على الخيل .

(أخرجه الترمذي : رقم ١٧٨٣ وقال حديث حسن)

قال في حاشية مفتي الأبحر : العمامة سنة نبوية شريفة ، غفل
عنها الكثير من الناس ، بل زهدوا حتى في تغطيته للرأس ، بما ليس من

عنہما : کہ وہ ، وہ وہاں الشیخ علی الغزالی : ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلی حاسر الرأس ، إلا فی إجماعہ ، ومن ہذا ذهب الشافعی ، انی کراهیہ الصلاة حاسر الرأس ، إلا ان یکون تدلیلاً علی تعالیٰ ا یقہ کان صلی اللہ علیہ وسلم إذا اتم بسط الحاشیہ بی کتبیہ .
تعمار واد النمرندی

وکیف صلی بعض أهل العلم حاسرہ الرأس ، ووجد علموں ان
ان کما یصلون حاسر الرأس ، وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم : من
نسى یوم فهو منهم ، (أبو داؤد فی سننہ رقم : ۴۰۳۶)
والاس تسمیہ رحمہ اللہ فی کتبہ العیم ، " حصاء المصراط
فیہم " کلام ، (فقہ المعاملات)

عمامہ باندھنے کا صحیح طریقہ:

عمامہ یعنی بکڑی باندھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس کو سر پر گوں پیچ وار باندھنا اور پورے سر کو
اس سے ڈھانپے ، صرف سر کے ارد گرد عمامہ لپیٹنا اور سر کے دو میان کو کچھ چھوڑنا مکرر وہ ہے ، البتہ
ٹوپی کے اوپر بکڑی باندھنے کی صورت میں سر کے دو میان کا بکڑی سے ڈھانپنا ضروری نہیں اور نہ
اس میں کوئی کراہت ہے ۔

بغیر ٹوپی عمامہ باندھنا:

مگر بیان جواز کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر ٹوپی کے بھی عمامہ استعمال فرمایا
ہے لیکن عام مسوہ عمامہ سے یہ بچہ ٹوپی دیکھنے کا تھا ۔ سلف صالحین اور بزرگ دین کا عمل بھی اسی پر
مبنی ہے اس لیے بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھنا خلاف اونی ہے مگر وہ نہیں شمار پڑتا بلکہ کراہت جائز
ہے ۔

محراب بنا کر عمامہ باندھنا:

عمامہ باندھنے میں سامنے پیشانی پر محراب بنانے کا ذکر کسی معتبر کتاب میں نہیں ملتا ، البتہ علماء
و صلحا کو پیشانی پر محراب بناتے دیکھا ہے بلکہ محراب بنا کر عمامہ باندھنا سنت تو نہیں ہے لیکن اگر بنا
لی جائے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ۔

عمامہ کے کپڑے کی مقدار:

صحیح روایات سے امامہ کی کوئی خاص مقدار تعیین ہوا ثابت نہیں ہے اس لیے ہر نفس اپنی حیثیت سے جتنے مناسب سمجھے عمامہ یا نہرہ سکتا ہے۔ اہمیت زیادہ دینا ہوتا ہے اور نہ ہی بہت لچھو، بلکہ درمیانہ عمامہ ہونا چاہیے۔

وفی الناس والزینة من الشريعة (الاسلامية) لمصلحت الناس: فدر
العمامة حد كحد عمامة رسول الله صلى الله عليه وسلم وسطا لا
كبريرة ولا منيرة، وأنه لم ينسب في طوبها وعرضها شيء، فنبغي
توسط فيها لئلا يلبس صلى الله عليه وسلم
وقال الفسطاطي في المصاحف المداينة: لم يكن عمامته صلى
الله عليه وسلم، الكبريرة لاني، واذني حاملها، ولا بالاصميرة اني قد روي
عن وقاية الراس من الحر والبرد، بل وسطا بين ذلك
طامة قطا في مواهب لديني من فرما تے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا عمامہ نہ اتنا
طویل تھا کہ ٹھٹھنے والے کو اٹھانے میں تکلیف ہو نہ تھا مختصر تھا کہ سر کو سردی و گرمی
سے نہ ہی ٹکے، بلکہ درمیانہ درجہ کا تھا۔

وفال انسبوصي في (الحاوي في الفتاوى) وأما مقدار العمامة
فمصرفه مسلم يثبت في حديثه، وقد روي البيهقي في شعب، الإيمان
مسائل اس عمر کبھ کدہ الھی صلی اللہ علیہ وسلم یعم؟ قال
: کدہ سرید العمامة علی رأسه وبنورها من ورائه، ویرسل ذواله بین
کتفیه، وهذا بدل علی أنها عدة أفرع، وذكر عن الثوري أن النبي
صلى الله عليه وسلم كان له عمامة قصيرة ستة أذرع، وعمامة طويلة
أما عشر ذراعا.

وفال الحافظ في فتاويه: لا يحصرني في طول عمامة النبي
صلى الله عليه وسلم قدر محمود، وقد مثل عه الحافظ عبد العتي
النبلسي، فبسم بذا مكر شيئا، قال ابن حجر المكي: لم يتحدد في

طہا بہا و عرضہا نس۔

وَأَمَّا مَا ذَكَرَهُ الْعَلَمِيُّ مِنْ أَنَّ طَوَلَهَا سَبْعَةُ أَدْرَجٍ، وَمَا حَاجَّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا سَمِعَتْ فِي عَرْضِ دِرَاجٍ، وَأَنَّهَا كَانَتْ فِي السَّعْرِ بَيْضَاءَ - وَفِي الْحَقْرِ سَادَاءَ مِنْ صَوْفٍ - وَأَنَّ عَظْمَهَا فِي السَّعْرِ مِنْ غَيْرِهَا - وَفِي شَحْضِهَا { لَا أَصْلَ لَهُ } وَفِي تَصْحِيحِ الْمَصَابِيحِ لَا بَيْنَ الْحَمْرَيْنِ تَبَعَتْ الْكُتُبَ لِأَقْفٍ عَلَى قَدَرِ عِصَامَةِ طَلْحِي عَسَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِلْمَ أَقْفٍ عَنِّي شَيْءٌ .

وَمِنْ هُنَا يَتَبَيَّنُ لَنَا أَنَّهُ لَمْ يَنْبِتْ فِي قَدَرِ عِصَامَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ حَدِيثٌ بِصَحِّحِ الْإِعْتِمَادِ عَلَيْهِ . (حصہ ۲۶۱)

رومال سے حمامہ کی سنت ادا ہو جائے گی:

وہ پر کے مسئلہ میں ذکر کردہ تفصیل کی رو سے چونکہ حمامہ کی سنت ادا ہونے کے لیے پکڑنے کی کوئی خاص مقدار معین نہیں ہے، لہذا پکڑ کے خیال میں رومال سے حمامہ یا نہ جتنے سے بھی حمامہ کی سنت ادا ہو جائے گی۔

حمامہ میں شملہ کی مقدار:

پکڑی کا شملہ تم سے کم چار انگلی کے برابر اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ تک ہونا چاہیے اور شملہ کا ایک لمبا ہونا کہ بیٹھے کی حالت میں کمر سے تجاوز ہو درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ عالمگیریہ : ۳۳/۵)

وَفِي رِوَايَةٍ عَنْ سَالِحٍ عَنْ أَبِي عَمْرِو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ عَمَّ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ عَوْفٍ بِعِصَامَةِ سَوْدَاءَ كَرَانِيَسَ

وَارْعَاهَا مِنْ حَقْفَةٍ قَدَرِ أَرْبَعِ أَصَابِعٍ وَفَالِ هَكَذَا فَعَانِمُ .

(عمدة القاري : ۲۶۱/۷-۳)

شملہ کس جانب رکھا جائے؟

آنحضرت ﷺ سے شملہ کے مختلف طریقے ثابت ہیں اور حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ بگڑی کا شملہ چپٹوں کی جانب دونوں سونڈھوں کے درمیان چھوڑنا افضل اور مستحب ہے اور



نہیں طرف رکھنا بھی جائز ہے، البتہ انہیں طرف رکھنے اور نہ رکھنے میں عہدہ کا اختلاف ہے بعض نے یہ نہ کیا ہے اور بعض نے کیا جائز اور بدعت کہا ہے۔

(الموطاء لاسنن ابی یوسف: ۲۰۷، روح المعانی: ج ۱ ص ۱۵۳)

یہ ہمہ ان کو کوئی اپنی عادت یا ہولت کی وجہ سے سنت کہے بغیر شملہ پا میں چاہے چھوڑ دے تو یہ بہر حال ناجائز ہوگا۔

علامہ میں دو شملے رکھنا:

آنحضرت ﷺ کے عمار کے مندرجہ میں دو شملے اور آپ شملہ دونوں کا احادیث سے ثبوت ملتا ہے، لہذا انہوں نے ایک شملہ رکھنا بھی درست ہے اور دو شملے رکھنا بھی درست ہے۔

(علامہ ابن عساکر: ۱۵۴۲)

قال الحافظ ابن قیم رحمہ اللہ: عن عمرو بن حریث قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من شملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اربعی صریحاً میں کتبہ (رد المحتار: ۱۳۵۱)

علامہ کی رنگ کا ہونا چاہیے؟

پہلے یہ بات جو بھی ہے کہ علامہ لباس کی سنت ہے اور عمار میں رنگ کا بھی ہوا اس سے شمس و مہر کی سنت ادا ہو جاتی ہے، کسی خاص رنگ کی پابندی شرط ضروری نہیں، بلکہ خود علامہ بھی ضروری نہیں جیسا کہ اوپر گواہ چکا ہے، بہر حال علامہ یہ وہ رنگ کا ہو یا سفید رنگ کا ہر طرح درست ہے۔ کیونکہ احادیث میں جناب رسول اللہ ﷺ سے کا کہ علامہ باندھنا بھی ثابت ہے چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر آپ کے سر مبارک پر کا ۱۲ علامہ تھا، نیز ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ منبر پر قطب اور شاخ فرما رہے تھے اور آپ کے سر مبارک پر کا ۱۱ علامہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی لباس المسحور۔ میں لکھا ہے حضور ﷺ سے سفید عمامہ بھی ثابت ہے، نیز مسخرات حدیث میں فرماتے ہیں کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کو سفید ہاں محبوب تھا اور آپ نے سفید لباس پہننے کی فریب بھی دی ہے، لہذا سفید عمامہ باندھنا افضل ہے۔

عیلا اور سبز عمامہ ثابت نہیں:

آخری احادیث میں عمارت میں عمامہ کے ہر رنگ اور سبز عمامہ سے بچنے اور ہر عمامہ باندھنے کا کوئی

موت نہیں ملا۔ البتہ آپ روایت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہر پگڑی باندھنے کا ثبوت ملتا ہے۔

”عن سلیمان ابن ابی عبد اللہ قال اور کثرت المهاجرین الاولین

بجسور معانیم کراہیں سود و بیض و حمر و خضر و صفر۔“

(معصوم ابن ابی نبیہ: ۸، ۲۲۱)

اور جہاں تک ہر پگڑی باندھنے کی شرعی حیثیت کا تعلق ہے تو اپنے رنگ کی پگڑی باندھنا فقہ جہاز ہے، شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی ملت اپنی بدعت کی علامت بن جائے تو اس کو بھی ترک کرنا اولیٰ ہے کہ کوئی چیز ملت بھی نہ ہو اور اہل بدعت کا شعار نہ بن جائے اور چونکہ آج کل ہر پگڑی باندھنا بعض اہل بدعت کی علامت اور شناخت بن چکا ہے اس لیے اس کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔

”کل سنة تکون شعار اهل البدعة نوکھا لونی۔“

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ۹، ۱۶۷)

ہی رد المحتار: ۱/۶۱۶ (قوله ترکھا لونی) اذا تردد الحكم

بہ سنة و بدعة کان ترک البدعة راجحاً علی فعل البدعة۔“

”جو سنت اہل بدعت کی پہچان اور ان کا شعار بن جائے اسے چھوڑ دینا بہتر ہے۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی عمل ملت و بدعت کے درمیان مشتبہ ہو جائے تو فعل بدعت پر ترک ملت راجح ہے۔“

نماز میں عمامہ کا حکم:

نماز میں عمامہ اور بغیر عمامہ کے ثواب میں فرق ہوگا یا نہیں؟ اس سوال کے جواب سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ جن علاقوں میں عمامہ کے بغیر لباس کو مکمل سمجھا جاتا ہے اور بغیر عمامہ گھر سے باہر نکلتا اور بڑوں کے مجمع میں جاتا مسیوب سمجھا جاتا ہے وہاں بغیر عمامہ کے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور یہ اس وجہ سے نہیں کہ سنت پر عمل نہیں ہو رہا ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ ان علاقوں کے اعتبار سے عمامہ کے بغیر لباس کو مکمل سمجھا جاتا ہے اور مکمل لباس (جو صرف گھروں کے اندر استعمال کیا جاتا ہے) میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

”انکرو و صلائے فی بیابان المبللہ بلہا فی“۔

(رد المحتار: ۱/ ۶۱۰، شہداد اعجازی، ۱۳۶۱ھ)

اور چونکہ مرد و بالغ عورت کے لیے نماز کا درجہ مستحب کا ہے، لہذا اگر اجتماع سنت کی نیت سے یا نہ ہو تو سو بہت ثواب ہے، لیکن اس کی بنیاد پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نماز کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا ثواب بغیر نماز کے پڑھی جانے والی نماز سے زیادہ ہے اور ختمۂ دعا و دعوت میں تلاوت کرنے کے بعد جو وہی کوئی حدیث پڑھ لے، جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ اس حدیث کے ساتھ نماز پڑھنے میں بغیر نماز نماز پڑھنے کی یہ نسبت ثواب زیادہ ہے، ہاں بعض ایسی بعض ایسی حدیثوں میں جو جن میں نماز والی نوافل فضیلت بیان کی گئی ہے، لیکن وہ حدیث یا اتفاق محدثین موضوع ہونے کی وجہ سے کافی راہ اور غیر مستحکم ہیں۔

(۱۰۰ جلد ص ۵۰۵، سنن الکبریٰ ص ۶۰ علی البخاری، ص ۲۳۲، الفوائد

المجموعہ فی الاحادیث ص ۱۸۷، و مشکوٰۃ المصابیحات، ص ۱۵۵

بالمصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع، ص ۸۷)

(نوٹ) نماز کے سوا کسی میں خلق کامل الدین صاحب کا دسمالہ ”الناس“ کے احکام سے بھی

اختلاف نہیں کیا ہے۔ تفصیل کے لیے اس کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

پیرہہ کے احکام

مرد کے ستر:

ہلے سے لے کر کھینے تک جسم کے حصے کو چھپا کر رکھنا فرض ہے، پیرہہ، عورتوں پر دوسروں کے سامنے ستر کھانا حرام ہے، اگر کسی نے بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہوئے ستر کھول لیا تو اس کے ستر کی طرف وہیں بھی حرام ہے، ہاں بوقت ضرورت بقدر ضرورت کھولنے کی اجازت ہے، مثلاً اگر وہ کسی حد میں کوئی اعلیٰ یا دینی مانت ہوئی کہ اس حصے کے معاینہ کے بغیر مرض کی تشخیص مشکل ہو تو وہی ضرورت سے وقت معاینہ کرنا جائز ہے یا ختم کی ضرورت ہے یا دلائل کے وقت دانیہ کا نظر پڑا وغیرہ، ضرورت کے وقت بھی چوٹی کو کش کر کے کمر سے تھکھو اور دیکھا جائے۔

فسولہ ص ۱۱۱، ”ایضا بطر الرجال فی عبورہ لیس، ولا تنظر

اور خدا فرمایا اللہ تعالیٰ اس وقت کا زیورِ حق وار ہے۔ اس سے شریکِ جہ نے ایٹمی قبلی میں بھی ستر کھولا جائے نہیں ہے۔

کھیل کود کے وقت ستر کھولنا:

اکٹھ گھنٹہ کی عہد کے وقت صرف چھٹی پیپتے ہیں اسی طرح پیلوان کشتی کے وقت دانہ پوری کھلی رکھتے ہیں تو یاد رہے کہ اس وقت بھی دانہ کھلا رکھنا ضروری ہے ورنہ اس کی خراب دیکھا بھی جاسکتا ہے۔

نقول اني صلى الله عليه وسلم: الحرج الذي لا سبي وقد مره
وهو كاشف عن بخله قال: عطفه بعد ان قالها من مورف.

(آخر حدیث الشریعتی رقم ۶۶۹۸، دار حدیث مدینہ منورہ)
جناب دوسرا لفظ ﷺ کا ترجمہ اسکی رضی اللہ عنہ پر کرنا ہوگا جس میں آیت کا ترجمہ ہوگا۔
تھا تو رسول اللہ ﷺ نے نہ شایع فرمایا کہ میں کو چھو کر کوئی لکھ نہ کرے۔

وقال صلى الله عليه وسلم لعلي رضي الله عنه يا علي لا تنزع
فحكك أو في رواية أخرى لا تنزع حكك ولا تطيرني بحمد علي ولا
يبس. (أخرجه أبو داود في المصنف رقم ٣١٤٠)

اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطبہ بنا کر فرمایا اے علی! اپنی زبان کسی سے
سناٹے ظاہر نہ کر، دوسری روایت میں رشاد فرمائی کہ کسی زبانی نہ ہو، شخص کی زبان کی طرف مت
دیکھو۔

مطلوبت کا ستر و دھری عورت کے حق میں:

عورت کا ستر دوسری عورت کے لائق میں اتار دینا یا ستر دوسرے مردوں کے سامنے، یعنی کسی عورت کے لیے دوسری عورتوں کے سامنے، ناف سے نیچے تک کھینچ کر رکھنا یا اس کی طرف دیکھنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔

﴿پس منی، دم، و اعضاءک را با دهنش کجا طرح انویکم من الصحة﴾

يسرع عنهما بنسبه ليربهما به . بها ﴿ تي ليربهما بنسبه ليربهما به ﴾

أمر الله سبحانه وتعالى بالعبادة والذكر

من آیت سے کس طرح انحراف کی صورت نکالتے ہیں ؟

تیسری چیز جو اس آیت سے وضع ہوئی کہ پرانے کے لیے جہاب استعمال کرنے کا حکم ہے۔ عربی زبان میں ”جہاب“ بڑی چادر کو کہتے ہیں۔ جیسے عورتیں اپنے پیٹے کے کپڑوں کے اوپر پیٹ کر باہر نکلتی ہیں۔ قرآن شریف نے آیت بالا میں حکم فرمایا ہے کہ عورتیں جس طرح جہاب کو اعضائے جسم پر اور اپنے سونے کپڑے پر پہنتی ہیں، اسی طرح چڑے پر بھی اس کا ایسا حصہ لکالیا کریں جبکہ عورتوں میں چادر پہننے کا رواج بعض علاقے میں ابھی تک قائم ہے اور برقعہ سی جہاب کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔ برقعہ کی نسبت یہ کہن کہ شریعت میں اس کی کچھ وصل نہیں، مگر سہر بہالت ہے۔ برقعہ کا ثبوت تو ارشاد باری تعالیٰ جلیلجل جلالہ میں صریح ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ جہالت ہے۔ والہ البتہ بعض برقعوں کے متعلق یہ کہنا درست ہے کہ جس سے پردہ کے چٹائی کا سبب بن گئے ہیں۔

عورت کے چہرے کو چوڑے کے حکم سے خارج کرنے کی غلط خیالی بعض دہشہ فتنہ کے لوگوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ دراصل ان لوگوں کو نماز کے مساکی سے واقفیت نہیں۔ لہذا نماز کی کتابوں میں مذکور ہے کہ چہرے اور دونوں ہاتھ (گتھوں تک) اور دونوں پاؤں (ٹخنوں تک) چھوڑ کر عورت کا باقی تمام بدن ستر میں داخل ہے۔

نماز میں اگر چہرہ اور ہاتھ پاؤں کھڑے تو نماز ہو جائے گی باقی تمام بدن دھما چھ فتنہ ہے۔ یہ مسئلہ شریعت نماز کے مسئلے میں لکھا گیا ہے۔ اگر پردے کے سسے میں بیان کیا جائے تو ان لوگوں کا استدلال کچھ جالدار ہوتا۔ من کھول کر نماز ہو جائے کے جواز سے غیر محرم کے سامنے بے پردہ ہو کر نماز کھوئے ہوئے آنے کا ثبوت پڑتا ہے بدیہی بدیہی اور خود فریبی ہے۔ فلک قرآن وحدیث کے صریح حکم کے خلاف اپنی رائے زنی ہے جو انتہائی خطرناک ہے۔ چہرہ چھپانے والی ہونے کے لیے سورۃ الزاب کی مذکور آیت کے ہوتے ہوئے کسی دہشہ کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر ہم ان فاسد اخیال لوگوں کی عقلی سے لیے ہم چاہتے ہیں کہ جس سے ان لوگوں کو فتنہ بپا رہے اور ان کی تباہی پیش کر دیں۔

درحق میں جس شریعت نماز کے بیان میں یہ مسئلہ ہے کہ چہرہ نہیں (تھیلیوں) اور قدم (پاؤں)؛ حالانکہ اہل سنت نماز کے لیے نہ دیکھی نہیں ہے۔ ورنہ یہ بھی درج سے کہ

صحیح مسلم نے لکھا ہے کہ جس شخص نے عورت کو نکاح کر لیا اور اس سے

بچہ پیدا ہوا تو اس سے اس کا حصہ ہے (صحیح مسلم: ۱۶۰۹)۔

”اور جو ان عورت کو نکاح کر لے گا اس سے بچہ پیدا ہوگا۔ وہ بچہ اس کا حصہ ہے۔“
 راجا کا بیان یہ ہے کہ میں نے اس کے پاس میں داخل ہوئے تھے۔ اس نے کہا کہ اس سے اس کا حصہ ہے۔“

”یہ وہی حکم ہے اور فقیر نے اس میں شریعت کی تائید کرتے ہوئے لکھی ہے۔“

”وہی فقیر نے تصحیح کیا۔“

”وہی فقیر نے تصحیح کیا۔“

فقہانی کی کتابوں میں ہے کہ جب تک یہ ہے کہ ان کا حصہ ہے اس کا حصہ ہے اس کا حصہ ہے
 نکل جائے۔ اس کا حصہ ہے اس کا حصہ ہے اس کا حصہ ہے اس کا حصہ ہے اس کا حصہ ہے
 نیچے سے حصہ ہے اس کا حصہ ہے اس کا حصہ ہے اس کا حصہ ہے اس کا حصہ ہے اس کا حصہ ہے
 اس طرح صاحب فقیر نے اس کا حصہ ہے اس کا حصہ ہے اس کا حصہ ہے اس کا حصہ ہے
 کیا ہے اس کا حصہ ہے اس کا حصہ ہے اس کا حصہ ہے اس کا حصہ ہے اس کا حصہ ہے

”وہی فقیر نے تصحیح کیا۔“

”وہی فقیر نے تصحیح کیا۔“

”وہی فقیر نے تصحیح کیا۔“

”وہی فقیر نے تصحیح کیا۔“

”وہی فقیر نے تصحیح کیا۔“

”وہی فقیر نے تصحیح کیا۔“

سے خارج ہو جائے تو مقصد پر وہ یعنی مصمت و عفت کی حفاظت کفر سے بچنے پر پابندی ہے۔ چہرہ صرف مجمع الجمان ہی نہیں بلکہ نجع العنق بھی ہے۔ لیکن جب بے کرا خدا تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو نظر کی حفاظت کی الگ۔ الگ خطاب کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَلِلنِّسَاءِ اللَّسُّوَاتِ يَخْفَوْنَ مِنْ أَنْبَاسِهِمْ وَحِفْظُهُنَّ أَفْرُوحُهُنَّ ذَلَّتْ

أَرْكَحُنَّ لَهُنَّ﴾ (سورۃ النور)

”آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے زیادہ صفائی کی بات ہے۔“ اسی طرح عورتوں کو تحریر ہے: فرمایا:

﴿وَلِلنِّسَاءِ اللَّسُّوَاتِ يَخْفَوْنَ مِنْ أَنْبَاسِهِمْ وَحِفْظُهُنَّ أَفْرُوحُهُنَّ ذَلَّتْ

أَرْكَحُنَّ لَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ (سورۃ النور)

”اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت (کے سوا کچھ کو) ظاہر نہ کریں مگر جو ان سے (فانسا) نکلا رہتا ہے (جس کو ہر وقت پہنانے میں راجح ہے)۔“

ان آیات میں مردوں اور عورتوں کو حکم دیا گیا کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور نامحرم عورتوں پر نظر نہ ڈالیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

اسی طرح بعض احادیث میں بد نظری کو آنکھ کا زنا بتایا گیا ہے۔ اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کے علاوہ کسی دوسری عورت پر لذت نفس کے لیے نظر ڈالی تو اس نے آنکھ کا زنا کیا۔ اسی طرح اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کے علاوہ کسی مرد کو لذت نفس کے لیے دیکھا تو اس نے بھی زنا کیا۔ تو بد نظری کا ختم عام طور پر چہرے کے حسن کو دیکھ کر ہی پیدا ہوتا ہے۔ اسی سے دل مائل ہوتا ہے جس سے دوسری خرابیاں جنم لیتی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جسم کے بقیہ اعضاء کی طرح چہرے کو چھپانا بھی ضروری ہے۔ اس کو غیر محرم کے سامنے بلا ضرورت نہ دیکھنے کو کھولنا ہرگز جائز نہیں۔

بہر حال عرض کرنے کا حاصل یہ ہے کہ خواتین کو غیر محرم کے سامنے چہرے کا کوئی حصہ کھولنے سے مکمل اجتناب کرنا ضروری ہے۔ چہرہ کھولنا یا چہرے کا بعض حصہ کھولنا یا نقاب اس طرح باندھنا کہ آنکھوں کی پٹی کے ساتھ چہرے کا کچھ حصہ ظاہر ہو جائے جس سے چہرہ کی رنگ

ظاہر ہو، حسن کا پتہ چلے۔ مزاج شریعت اور انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ اس لیے خواتین بھی اس کا استقام کریں اور مرد حضرات کو بھی چاہیے کہ اپنی خواتین سے چہرے کا پردہ نہ اٹھائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام خواتین کو دین اور پردہ کے احکام سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے اور ہر قسم کے فتنوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (تہذیب)

نوٹ: یہ مضمون رسالہ ”شرعی پردہ“ سے معمولی درجہ بدل اور اضافہ ترمیم کے ساتھ مانوفا ہے۔
غیر محرم کو ہاتھ لگانا:

عورت یا مرد کے سر کے جس حصہ کو دیکھا جائز نہیں اس کو ہاتھ لگانا ناجائز نہیں۔

وما یباح الا منظر الرجل من الخرج یباح لمس کذا فی الہدایۃ۔

(ہدیۃ: کتاب النکاح: ۱۰/۵۱۵)

وفیه ابصار قال: وما حل النظر الیہ حل مسہ ونضرة وغمر، من

غیر حائل ولكن انداء یباح النظر إذا کان باطن علی نفسه الشهوة فاما

إذا کان حجاب علی نفسه الشهوة فلا یحل بہ النظر، وكذلك لمس

نساء یباح له إذا من علی نفسه وجنبها الشهوة

(ہدیۃ: ۱۰/۵۱۵ بحوالہ)

اجنبی عورت سے مصالحت کی ممانعت:

ہر کسی شہیدہ مجبوری کے غیر محرم مرد کو ہاتھ لگانا شرعاً ناجائز ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کو

ہاتھ لگانا، قراءہت، چٹائی، بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ

”والیہ ان نوسان وزاھد البطش“

یعنی ہاتھوں کا بھی زنا ہے، ہاتھوں کا زنا یہ ہے کہ (اجنبی مرد و عورت کا) ایک دوسرے کو پکڑنا۔

حدیث: عبد السلام، ان یطعن فی رأس أحدکم بمخیط من حديد

حیرہ من أن یصل امرأۃ لا تحل لہ۔ (رواہ الطبرانی والبیہقی)

”اے سر میں سوئی تھوپنا زیادہ بہتر ہے اس سے کہ کسی عورت کو پھونسنے جو اس کے لیے

مصالحت نہ ہو۔“

رسول اللہ ﷺ خود بھی عورتوں سے مصافحہ نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کوئی عورت خود، خواست

نورق سب بھی آپ سے پیچھے حراف کا فرما دیتے تھے، چنانچہ اہل بیت میں ہے

[illegible]

(امام رضا) امام محمد . ذات ما یکم و من مصادقة اساتذہ

”اسیرِ بیعتِ رقیقہ رضی اللہ عنہا راایت کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ان بہت سی عورتوں کے ساتھ ہوئی جو آپ سے بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئی تھیں۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ سے بیعت کرتی ہیں کہ ہم کو ہم واللہ تعالیٰ نے ساتھ رکھی کہ شریک نہ کریں گے، چوری نہ کریں گے، وہابی اولاد کو قتل نہ کریں گے، اپنی طرف سے کسی پر ہتھان نہ باندھیں گے (معروف (یعنی احکام شرع) ہمیں نافرمانی نہ کریں گے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس بقعہ و قبیلہ کے اندر استقامت اور قہر رہے ہو۔ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہم پر خود سے زیادہ شفیق ہیں۔ یا رسول اللہ! اپنے دستِ مہارک ہماری طرف جو مایعہ نکالے ہم آپ سے بیعت کریں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا ہوں میرا مورخو رتوں سے کچھ کہنا ایک عورت کو کہنے کی طرح یا ایک عورت کو کہنے کی مانند ہے۔ (مؤطا امام محمد) لہذا ۱۲ مسند کے نیچے بھی یہی حکم ہے کہ کسی اجنبی عورت سے مصافحہ کرنا ناجائز نہیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً: چچی، بھائی، بچا، زادو، ماسوں زادو، پھوپھی زادو، خالو زادو، پھوپھا وغیرہ یعنی ایسا رشتہ جن سے براہِ کرنا فرض ہے ان سے مصافحہ کرنا حلال نہ ہے۔

سہاں سے مصافحو خطرہ کی گنجش:

جب کسی عورت سے شادی ہو جائے تو اس کی ماں اپنی ماں کی طرح ہوتی ہے۔ محبت میں اس

سے مصافحہ وغیرہ کرنا شرعی نکتہ جاننا ہی تمام اس میں ایک نکتہ ہے کہ بوقت مصافحہ اگر کسی ایک طرف ثبوت بھرتا ہے اور یہ مصافحہ باہمی عامل نے ہو تو ایسی صورت میں حرمت مصافحہ ثابت ہو جاتی ہے پھر اس سے بیوی مرہم ہو جاتی ہے اور یہ مرہم ہونا یہ خطرہ نک ہے کہ عطلاق میں تو پھر بھی کسی نہ کسی صورت میں طلاق ہونے کی گنجائش ہوتی ہے بلکہ حرمت مصافحہ کے ذریعہ یہ حرمت ثابت ہوتی ہے وہ حرمت ہمیشہ کے لیے ہوتی ہے۔ اب آئے مکرر دعویٰ مورثیں ہیں کہ وہ ان کے اجداد و اہل خانہ کی طرف سے قیامت کی رسوائی اور خنیم کے خطرہ کا اور بواہر بیوی سے ملک ہو چکے اثر ایسا نہیں کرتا ہے اور بیوی اور ساتھ رکھتا ہے تو زندگی بھر حرکات میں ہتھار ہے گا اس سے بڑا گناہ اور کیا ہو سکتا ہے اس لیے اس سے معاف اور مصافحہ کرنے سے احتیاط کرنا چاہیے۔

والحلوة بالمحرم ما حالاً ذلت رخصاً والنصرة العائنة .

(رد المحتار ۱۰/۶۹۹۶۹۹ فصل فی الخلع و غنطرح)

یعنی غلام مردوں کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا جائز مگر خلعی نہیں اور ہوائی اس کے ساتھ خلوت سے اجتناب کرنا چاہیے۔

اشکال:

بعض لوگوں کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ سریل میں چائے اور پھر اس سے معاہدہ ہوا تو بھی ذکرے تب تو ساری رشتہ داری ہی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ اشکال ان لوگوں کو ہو سکتا ہے جو مزاج شریعت سے ناواقف ہو۔ احتیاط کرنے کے لیے قوس سے کہا جائے کہ ایسا نہ ہو کہ آپ شہوت سے مغلوب ہو جائیں اور اس حالت میں مصافحہ کرنے پر مجبور نہ ہو کر خود مر جائیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر اس طرح سلام کیا جائے کہ زبان سے ”سلام علیکم“ کہا جائے اور خیر خیر سے معلوم کی جائے تو میرے خیال میں نشاء اللہ رشتہ داری اس طرح قائم رہ سکتی ہے۔

مرد کے لیے انگوٹھی کا حکم:

مرد کے لیے دو شرطوں سے انگوٹھی پہننا جائز ہے۔

۱۔ چاندی کی ہو

۲۔ چاندی ۹۹.۹۹ فیصد مرہم سے نہ ہو۔

تھیلے میں کوئی قید نہیں، ہر چیز کا بھی حوالہ جتنے ذوق کا بھی ہو جائے۔

فان العلامة تعرب ناسی رحمہ اللہ تعالیٰ ولا یحلی الخ
 بذهب و فضة ولا یحلی بمصقة و حبة سبب میں ہا ولا یحلی بغيرها
 كحجر و ذهب و حديد و منبر و العروة بالحلقة لا بالعص
 و قال العلامة ابن عسیر رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله ولا یحلی الا
 بالمصقة) هذه عبارة الإمام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی الجامع الصغير
 فی اختلاف المصطفی فلا یکرہ فیہا حلقة حديد و نحاس كما قدمه
 و هل حلقة السبب كذلك یراجع قال الربيعی رحمہ اللہ تعالیٰ وقد
 و رتت انار فی حوار التحد بالمصقة و كان لفسی صلی اللہ علیہ وسلم
 خاتم فضة و كان فی یدہ الکریمۃ حتی نومی صلی اللہ علیہ وسلم ثم
 فی ید اسی سکر رضى اللہ عنہ الی ان نومی ثم فی ید عمر رضى اللہ
 عنہ شی ان نومی ثم فی ید عثمان رضى اللہ عنہ الی ان وقع من یدہ
 فی الشتر فنانفق مالا عظیما فی طلبہ فلم یجدہ و وقع الخلاف فیما
 بینہم و التشویس من تلك الوقت الی ان استشهد رضى اللہ عنہ
 (قوله فیحرم بغيرها) لما روي الطحاوي بإسنادہ إلی عمران بن
 حصیس و أنس ہریرۃ رضى اللہ عنہما قالانہی رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم عن خاتم الذهب و روي صاحب المس بإسنادہ إلی عبد
 اللہ بن ہریرۃ عن ابيه رضى اللہ عنہ ان رجلا جاء إلی النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم و علیہ خاتم من خشہ فقال له مالی احد منک ریح الأصنام
 فطرحہ ثم جاء و علیہ خاتم من حديد فقال مالی احد علیک حلقة
 أهل السار فطرحہ فقال یا رسول اللہ ای شیء اتخذہ قال اتخذہ من
 ورق ولا تشہ مثقالا فلعلم ان الخاتم بالذهب و الحديد و الصفر حرام
 فالحق الیشب بذلک لانه قد یحد منہ الأصنام فاشہ الشہ الذي هو
 مخصوص معلوم بالنص الفانی و الشہ محرکا لنحاس قاموس و فی
 الجوہرۃ و الخاتم بالذهب و الصفر و النحاس و الرصاص مکروہ

المرجل والنساء : (رد المحتار : ۳۹۶، ۳۹۷، أحسن الفتاویٰ : ۶۹۹)
خواتین کے لیے انگوٹھی کی تفصیل:

خواتین کے لیے سونے، چاندی کے علاوہ دوسری وحالت اور ہاتھل وغیرہ کی انگوٹھی استعمال کرنے کا شرعاً نیا حکم ہے "تو کچھ نہیں چاہیے کہ عورتوں کے لیے سونے چاندی کے علاوہ کسی دوسری وحالت نہ ہاتھل وغیرہ کی انگوٹھی پہننے سے بارے میں سہارا کا اختلاف ہے بعض حکماء تحریری لکھے ہیں بعض تحریری اور بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ بلا کراہت جائز ہے اس لیے احتیاط اس میں ہے کہ سونے چاندی کے علاوہ دوسری وحالت کی انگوٹھی استعمال نہ کی جائے تاہم اگر کوئی استعمال کرے تو اس کی مباحث ہے۔

فان في الصلاة ابن عابد بن رحمه الله تعالى : تحت قوله (فيحرم
 بغيرها) وفي الجوهر : والتحتم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص
 مکروہ کبر حال والنساء : (رد المحتار : ۳۹۶، ۳۹۷)

وهي العنساكيرية قال : التحتم بالحديد والصفر والنحاس
 والرصاص مكروه للرجل والنساء - إلى ... قوله ولا بأس بأن يتخذ
 حاتم حديد فد لوني عليه فضة (أو ذهب) حتى لا يرى كشافه
 صحيح .

وفي إمداد الأحكام قال : قلت : وانكره إذا طلفت يراة بها
 كراهة التحريم وبالحملة فلا يجوز التحتم بشيء من معدن ولا
 نلرجال متفضة ونساء بها وبالذهب إلى ... قوله لما قولہ صلی اللہ
 علیہ وسلم تنس و لو ناعا ما من حديد فلا بدل علی حوز للنس
 وإنسا بدل علی حوز احصائه للمرق في مهرها لتضع به بها ونحوه
 وقد حمده علماء ن الجمعية علی المباحة فی الاشعاش ، فزن المهر
 عندہم فلا یكون لقل من دينار معدنه الشمس ولو شیئا قلیلا حتی
 تعدله فی مهرها (۳۵۸/۴)

وفي البحار في الفتاوى قال : اما التحتم بغير المعدن ما عد

أما قلت بغير حرم ولا خلاف لكر من يكره وجهان : أحدهما عدم الحديث بزيادة أن رجلا جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم عليه السلام من شبه (أي السحابة الأصغر) فقال ما لي أحد منك ربح لأصام وعمر حه ثم جاء وعبه ، فدم من خديده فقال ما لي أرى عليك حلبة أكل الناس . فطره حه فقال : يا رسول الله من أي شيء اتعذه ، فقال اتعذه من ورق ولا تشبه متفلا . أخرجه أبو داود ، والترمذي وفي مسنده رجل متكئ في فصحة النبوي في شرح المنهدد لأجله ولكن ابن حبان صححه وأخرجه من صحاحه .

والوجه الثاني أنه لا يكره وزجه اليهودي في أروصة وهي شرح
المسند قال تصعب الحديث الأول ، ولما أخرجه أبو داود بإسناد
جيد عن معبد الأدهجاني قال كان خاتم النبي صلى الله عليه وسلم
من حديد منوى عليه الفضة . (شعاري لمفتاوى ١٠ / ٧٥)

فناوی رشیدیہ میں ہے جو ہے اور جس کی انگوٹھی میں مرد لو، عورت یکساں ہیں اور گراہت ان کے پہننے کی سحر میں ہے نہ تحریر کی کہ مسئلہ جہند فیہا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں مردوں کو بھی درست ہے۔ (فناوی رشیدیہ : ص ۱۹۱)

داعشوں کے گرد سونے چاندی کا خول: ۱۱

بعض لوگوں کے دانت ہلے ہیں اور بعض کے تو نکل کر گر جاتے ہیں اس کے بعد بعض لوگ سونے چاندی کے خوش چڑھاتے ہیں شرعیہ جائز ہے یا نہیں اس کے ساتھ دھرم و کرم کا کیا حکم ہے؟

واضح ہو کہ ایہ خون کا باہر نکلنا ضرورت میں داخل ہے اور اتارنے میں حرج ہے وادفع ہے
شرعاً قافہ الیہ خون چا ہانا جائز ہے اور یہ ان اتارے وضموم اور غسل صحیح ہو جائے گا۔

ويعاثرها مشهوره وفي كتب القوم مشهوره بل معصوم اعني

حوار اتحاد الاسبان من قديم وشدها به ولو كان مانعا عن صحة

الغسل لما افتوا به . (أحمد بن الحنبل : ٣٣٠)

إذ انقطع خبر من أو بحر أو احتاج لرحل إلى استعمال الذهب
هي شبيهة ، سواء بحوزة له ضرورة ، لغة عدة انظر حجة المشهور
وهي قولهم : "الضرورةات تبيح المحظورات" قال : استعمال غير
الذهب ، هي بصلاح الأضراس أو الأسنان ، فلا يفسح ، حياء
باعتن النظر من يتصور بواسطة الطعام ، ولا يمنع في حمايته ، لا
الذهب ، لأنه لا يعبر ولا يشتر .

وتبطل الإباحة ما روي عن النخعي "عرصة من أسعد" أنه قال
: "أصيب أنمي" أي لمي إحدب العروا ، فالتحدث أصاً من ورفي .
أي من فصة . بالنسب عسي . أي صار به رجعة كرجعة منة والتغير .
فأمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أأخذ قعد من ذهب .
فدل هذا التحليل على جواز استعمال الذهب لرحل عند
الضرورة .

طرسا یونانی فرماتے ہیں کہ سونے کے قول چڑھا جا کر ہونے کی دلیل حدیث میں ملتی ہے وہ
فرماتے ہیں کہ ایک غراء میں میری ناک شبیر ہو گئی میں نے چاندی کی ناک بنوائی وہ بد بودار ہو گئی
تو میں اندھ بننے لگا تو فرمایا کہ سونے کی ناک بنوائو۔

قال النخعي : يجوز لمن سقطت أسنانه ، أو تعقدت أضراسه ، أن
يتخذ بدلها من الذهب أو الفضة ، أو كذا في بحوزة لمن قطعت أسنانه أن
يأخذ بدلها من الفضة أو الذهب .

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تو فرماتے ہیں ،
نر کسی شخص کا دانت ٹپنے لگے تو اس کو سونے یا چاندی کی تار سے یا دھوا جا کر ہے جیسا کہ
قادی قاضی ثناء میں ہے

إذ اشتركت شبهة الرجل في أن قال فشدّها بالذهب أو فضة لا
بالسببه وليس هذا كالحلبي الخ . (إمداد السفين : ص ۸۶۵)
قال محمد رحمه الله يشدها بالذهب أيضاً وهو رواية عن الإمام

أبى حنيفة ذكره المحاكم في التتمی والنهی فی خلاصة المعنوی
بجوار إنحاء السن من الذهب والفضة .

(تباوی عالمگیری کتاب الکراهة باب حاضر ۲۱۵/۱)

سونے چاندی کے برتن استعمال کرنا:

آج کل بعض لوگ کھانے پینے کیلئے ایسے برتن استعمال کرتے ہیں جو کہ چاندی یا سونے کے
جیتے ہوتے ہیں، کیا انہوں نے شریعت ذہب و سونے کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟
یاد رہے کہ حضور ﷺ کی تعلیمات سادگی اور بے تکلفی کا مظہر ہیں، سونے چاندی کے برتنوں
میں کھانے پینا تکلف اور عکبر ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس قسم کے برتنوں
کے استعمال سے منع فرمایا ہے لہذا "ایسے برتنوں کا استعمال جائز نہیں۔"

عن حذیقة رضى الله عنه قال نهانا النبي صلى الله عليه وسلم ان
نشرّب في أنية المنهب والمغصّة وأن نأكل فيها وعن نلبس الحرير
والديباج وأن نجلس عليه .

(تصحيح البخاري: ۸۶۸/۲ کتاب القیاس، باب من صحر من غیر لبس)
سونے چاندی کے کپس کی گھڑیاں اور سونے کے کپ کاظم استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

سونے چاندی کے کپس کی گھڑیاں اور سونے کے کپ کاظم استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟ اس
بارے میں ائمہ اربعین سے ایک سوال و جواب نقل کیا جاتا ہے۔

سوال: آج کل دلائی گھڑیاں سونے اور چاندی کی جواراں ہیں ان کا استعمال شرعاً جائز ہے
یا ناجائز۔ اعداد و نفی پرزے شامل ہو چکے ہوتے ہیں اوپر کا خول جو ہوتا ہے اس میں بھی غالب
حصہ دوسری دھات کا ہوتا ہے اور کمتر سونے کا۔ نیز یہ بھی مطلع فرمائیں کہ آیا ایسی چیزوں پر نیکوۃ
دینا جائز ہے یا نہیں اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ کاؤنٹین ٹین (دلائی گھڑی) جس میں سونے کا کپ رہتا
ہے اس کا استعمال بھی جائز ہے یا نہیں؟ بیخود جزا

جواب: یہ دلائی گھڑیاں جن کا کپس سونے چاندی کا کیا جاتا ہے اس میں چونکہ دوسری
دھاتیں غالب اور سونا، چاندی مغلوب ہوتا ہے اس لیے یہ سونے چاندی کے حکم میں نہیں بلکہ عام
دھاتوں کی طرح اسباب و مصالح میں داخل ہیں۔ (صرف پانہدایہ و غیرہ) لہذا ان کا استعمال

مردوں کے لیے جائز ہے، روز کو تو بھی مثل سونے اور چاندی کے ان پر نہیں آتی، البتہ اگر تہمت سے بے گنہاریاں ہوں تو عام تجارتی مال کی طرح ان پر بھی روز کو تو سونے کی طاوانیں نہیں ہیں میں بھی ہر جہاں ہوتا ہے وہ بھی غالباً سونے کا نہیں ہوتا اس لیے چارہ ہے۔

احکام الصيد والنبات

اللہ تعالیٰ نے صحائفات میں ان جانوروں کو انسان کے لیے حلال قرار دیا جن کا گوشت انسان کے لیے نافع ہے۔ جیسے اونٹ، گائے، بھینس، بکریاں وغیرہ اس طرح بعض جنگلی جانوروں کو بھی حلال قرار دیا ہے جیسے نل گائے، خرگوش، برون وغیرہ۔ جس کی تفصیل ظرویات کے تحت ذرا نیچے ہے یہاں شکار اور زکوٰۃ کے احکام کا بیان ہے۔

قرآنہ تعالیٰ: ﴿أَحَلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةَ الْأَنْعَامِ﴾ (الساندہ: ۶)

”حلال ہوئے تمہارے لیے چوپائے مویشی۔“

وقولہ تعالیٰ: ﴿يَسْتَوِي نَتْمَاذَ أَحَلَّ لَكُمْ غُلَّ أَحَلَّ لَكُمْ الطَّيْنِ

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْحَوَارِجِ مَكْلَبِیْنَ تَعْلَمُوْهُنَّ مِمَّا عَمَّكُمْ اللّٰهُ مَكْلُوْا مِمَّا

اَمْسَكْنَ مِنْكُمْ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ

الْحِسَابِ﴾ (سورہ المائدہ: ۴)

”یعنی لوگ پر پختہ ہیں کیا کیا جانور ان کے لیے حلال کیے گئے ہیں فرما دیجئے کہ تمہارے لیے کل حلال جانور حلال رکھے گئے ہیں جن شکاری جانوروں کو تم نصیم دو اور تم ان کو (شکار پر) بھروسہ دو اور ان کو اس طریقہ سے تعلیم دو جو تم کو اللہ نے تعلیم دیا ہے تو ایسے شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لیے بکڑ ہیں اس کو کھا لو اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والے ہیں۔“

شکار کے حلال ہونے کی شرائط:

اول یہ کہ شکاری کتا یا باز مسکا یا اور سودھایا ہوا اور سکھانے سودھانے کا یہ اصول قرار دیا ہے کہ جب تم کئے کہ شکار پر بھروسہ دو وہ شکار بکڑ کر تمہارے پاس لے آئے۔ لہذا اس کو کھانے نہ لگے۔ اور ہڈی کے لیے یہ اصول مقرر کیا ہے کہ جب تم اس کو دابھیں بلاؤ تو وہ فوراً آجائے اگر چہ وہ شکار

کے پیچھے نہ رہا ہو۔ جب یہ شکاری جانور اپنے ساتھ جائے تو اس سے ثابت ہوگا کہ وہ جو شکار کرتے ہیں تمہارے لیے کرتے ہیں اپنے لیے نہیں۔ جب ان شکاری جانوروں کا شکار خود تمہارا شکار سمجھا جائے گا اور اگر کسی وقت وہ اس تعلیم سے خلاف کریں مثلاً اس کا خود شکار کو کھانے لگے یا باز تمہارے بلائے پر واپس نہ آئے تو یہ شکار تمہارا نہیں رہا۔ اس لیے اس کا کھانا جائز نہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ تم فوراً اپنے ارادہ سے کہنے کو یا باز کو شکار کے پیچھے چھوڑ دینے ہو کہ وہ خود بخود کسی شکار کے پیچھے دوڑ کر اس کو شکار کر لیں۔ آیت مذکورہ میں اس شرط کا بیان لفظ ”مکبلین“ سے کیا گیا ہے۔ یہ لفظ دراصل تکلیب سے مشتق ہے۔ جس کے معنی معنی کنوں کو سکھانے کے ہیں۔ مگر عام شکاری جانوروں کو سکھانے اور شکار پر چھوڑنے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا۔ صاحب جلالین اس جگہ مکبلین کی تفسیر دو سال سے کرتے ہیں جس کے معنی ہیں شکار پر چھوڑنا اور تفسیر قرطبی میں بھی یہ قول نقل کیا گیا ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ شکاری جانور شکار کو خود نہ کھانے لگیں بلکہ تمہارے پاس لے آئیں۔ اس شرط کا بیان ﴿مسا بسک علیکم﴾ سے ہوا ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ جب شکاری کتے یا باز کو شکار پر چھوڑ دو تو اسم اللہ کہہ کر چھوڑ دو جب یہ چاروں شرطیں پوری ہوں تو اگر جانور تمہارے پاس آنے تک ذمہ تو تو چکا ہو تو بھی حلال ہے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔ ورنہ بغیر ذبح کے تمہارے لیے حلال نہ ہوگا۔

امام فقہ حنفی رحمہ اللہ کے نزدیک ایک پانچویں شرط یہ بھی ہے کہ یہ شکاری جانور شکار کو زخمی بھی کر دے۔ اس شرط کی طرف لفظ جراح میں اشارہ موجود ہے۔

مسئلہ یہ حکم ان وحشی جانوروں کا ہے جو اپنے قبضہ میں نہ ہوں اور اگر کسی وحشی جانور کو اپنے قابو میں کر لیا گیا ہے تو وہ بغیر باقاعدہ ذبح کے حلال نہیں ہوگا۔

آخر آیت میں یہ ہدایت بھی آ رہی گئی ہے کہ شکار جانور کے ذریعہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حلال تو آ رہا ہے مگر شکار کے پیچھے لگ کر نماز اور ضروری احکام شریعہ سے غفلت برتنا جائز نہیں۔

(معارف القرآن : ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳

بسم اللہ انہی کہہ کر نکلے پچھاؤں جو نے یہاں تک گئے کی چار نہیں کٹ جائیں۔ ایک نذرہ۔ جس سے جانور سانس لیتا ہے۔ دوسری وہ دُٹ جس سے نہ پانی جاتا ہے۔ اور دوسری گیس جو نذرہ کے دائیں و بائیں ہوتی ہیں دائرہ ان چاروں میں سے تین کٹ جائیں تو بھی ذبح درست ہے اور اس کا کیا تاثر ہے، اولیت اندوہی رگیں نہیں تو جانور مردار ہوگا اس کا کھانا جائز نہ ہوگا۔

قال في الذبوحه: وجوبه للحلقوم والصري والوفاء والذات والذات
بقطع اي ثلاث منها. وقيل ايضا: وذهب احمد شافعه فني
لا بداع.

(رواہ ابوداؤد، ۲۰۶/۵، کتاب الذبائح)

ذبح کے وقت بسم اللہ کا حکم:

ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے، لہذا جس پر تو کو ذبح کرتے ہوئے جان بوجھ کر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کا گوشت حلال نہیں، خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہی کیوں نہ ہو، البتہ اگر بسم اللہ پڑھا جائے ہے تو ذبح حلال ہوگا، مثلاً حضرات مسلمان کے ذبیح کو معلقہ حلال قرار دیتے ہیں خواہ وہ کسی مچھوڑے یا سیانہ۔

لَقَوْلِهِمْ نَعَالِي: ﴿وَلَا تَكُلُوا مِمَّا سَمِعْتُمْ بِذِكْرِ سَمِ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهُ لَفِسْقٌ وَاِنَّ الشَّيْطٰنَ لِيُوْهِدُ بَنِيْ اٰدَمَ لِيُحَادِثُوْهُمُ﴾

(سورہ الأعداء: ۱۶)

”اور ایسے جانوروں میں سے مت حاذقین پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ کہا گیا کہ گناہ ہے، چھینا شیطانوں میں ڈالتے ہیں اپنے دوستوں کے تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔“
ذبح کے وقت بسم اللہ غیر عربی میں کہنے کا حکم:

ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا ضروری ہے، لیکن بسم اللہ کو عربی زبان میں کہنا ضروری نہیں چنانچہ اگر کوئی ذبح کے وقت کہے کہ اللہ نے اس پر ذبح کرنا میں شب بھی ذبح حلال ہوگا۔ حسن الترمذی نے ۴۵۰ میں ہے

(عن ابن عباس، روى بهم الله لم يشترطوا العربية ولو كان نذكم و...) .

لیکن افضل اور مستحب یہی ہے کہ عربی میں یوں کہے، ”بسم اللہ انہی کہے“

حجرت کے ذبیحہ کا حکم:

اگر کوئی مسلمان خاتون جو ذبح کے طریقے سے واقف ہو وہ اللہ کا نام لے کر جانور ذبح کرے تو یہ بھی جائز ہے، ان میں کوئی تفریق نہیں۔ ذبیحہ بلا کربانت حلال ہے۔
ذبح کے وقت پوری گردن کٹنے کا حکم:

ذبح کے وقت پوری گردن کا ٹٹا کر دیا ہے کیونکہ اس میں جانور کو بلا ضرورت زائد تکلیف پہنچتا ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص قصداً پوری گردن کاٹ دے تو یہ ٹھل (نرچہ) کر دیا ہے تاہم گوشت کا استعمال کر دیا نہیں ہے۔

تا بالغ بچے کے ذبیحہ کا حکم:

اگر تا بالغ بچہ ذبح کا طریقہ جانتا ہو اور پھر اللہ کا نام لے کر ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔
گوشت کے ذبیحہ کا حکم:
 گوشت مسلمان کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔

وشرط كون الذابح مسلماً حلالاً لا یمنی . قوله ونو الذابح
 محسناً أو امراً أو صبياً یعقل النسبۃ والذبیح ویضرب فی غلبہ أو
 انحراس (رد المحتار: ۲۹۷/۲ کتاب الذابح)

اہل کتاب کے ذبیحہ کا حکم:

مسلمان کی طرح اہل کتاب یعنی یہودی نصرانی جو دین سادہ پر ایمان رکھتا ہو اور ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے نام لینے کا ضروری سمجھتا ہو ان کا ذبیحہ بھی نعم حلال ہے۔

لنقولہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ آمَنَ بِالْإِسْلَامِ فَمِنْ أُمَّةٍ غَيْرِ آلِ إِبْرَاهِيمَ الَّذِي مَلَكَ فَهُوَ كَذَلِكَ﴾ (سورۃ المائدہ: ۵)
 حل لهم (۵)

قال ابن عباس: (طعامهم) ذبائحهم. (البخاری: ۳/۳۱۱)

وقال جمهور الامۃ إن ذبیحة کفر نصرانی حلال سواء کان من

بني تغلب و نجرهم و کنانک الیہود . (تفسیر قرطبی: ۷/۷۸۶)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ تمام فارسی سے اہل کتاب یہود نصاریٰ کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح حلال قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دین میں

سنگڑوں تحریکات ہونے کے باوجود ان دو مسئلوں میں ان کا نہ سب بھی بالکل اسلام کے مطابق ہے یعنی وہ طریقہ پر اللہ کا نام لینا عقیدہ ضروری سمجھتے ہیں اس کے بغیر جانور کو مردار مہذبہ ناپاک اور حرام قرار دیتے ہیں۔ اسی (معارف القرآن، ۱۰/۱۳۰)

و طعام اهل الكتاب قال ابن عباس وابو امامه ومجاهد وسعيد بن جبیر وعكرمة وعطاء والحسن ومكحول وإبراهيم النخعي والسمدي ومقاتل بن حیان یحلی ذبائحهم حلال للمسلمین لا یحب یحفظون تحريم الذبح غیر الله و یكفرون علی ذبائحهم إلا اسم الله وإن اعتقدوا قیة تعالیٰ ما هو منزله عنه تعالیٰ وفلس .

(تفسیر ابن کثیر مائدہ: ۱۹/۱۳)

ب اگر کوئی نصرانی ذبح کے وقت اللہ کے نام کے بجائے عیسیٰ علیہ السلام کا نام لے تو ان کا ذبح حرام ہوگا۔

ومستروط لحل ذبیحة الکتابی أن لا يذكر اسم غیر الله ، فإن ذکر اسم المسیح عند الذبح حرمت ذبیحة ، لأنه اهل لغير الله ، وقد حرم الله ما اهل به لغيره ای ذکر علیہا اسم غیر اللہ تعالیٰ عند ذبح .

(فقہ المعاملات)

ظاہر ہے کہ کوئی یہودی یا نصرانی دین سادی پر قائم ہو اور اسلامی طریقہ پر ذبح کو ضروری سمجھتا ہو اور وہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نکر ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ حلال ہے، لیکن وہ جو وہ زمانہ میں ایسے اہل کتاب پیدا ہو چکے ہیں اللہ ابود و نصاریٰ کا ذبیحہ حرام کہہ جائے گا۔

چنانچہ حضرت مفتی اعظم مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ ذبیحہ اہل کتاب پر مفصل بحث فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ "مگر تحقیق سے ثابت ہوا کہ وہ اسلامی طریقہ کے مطابق ذبح کو ضروری نہیں سمجھتے کسی بھی طریقہ سے مار دینے کو کافی سمجھتے ہیں اور یہ ان کے ہاں عام معمول ہے ہر کسی کی زبان مرداروں اور کھنکھائی کرنا جب کراہی لہذا ان کا ذبیحہ مختلف ہو موقوف کے حکم ہونے کی بنا پر حرام ہے۔" (احمدی علماء، ۱۱/۱۶۶)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

وہ کہنا چاہیے کہ آج کل جو لوگ نصاریٰ کہلاتے ہیں ان میں سے بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو درہم برہم ہیں کسی مذہب ہی کو نہیں مانتے بلکہ خدا کو جو وہی کو نہیں مانتے بلکہ خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں یہ لوگ اگرچہ مردم شمار کی جگہ تیار سے نصاریٰ کہلاتے ہیں مگر عقلم شرع میں ایسے لوگ اس کتاب نہیں ہو سکتے ان کا مذہب بھی کسی حد تک درست نہیں ہے۔ چہ سمجھ کر ان کو کہہ رہے ہیں اس سے بہتر یہی ہے کہ غیر مسلم یہود و نصاریٰ کے مذہب سے بھی تادمہ و امتزاج نہ کرے۔

(امداد المؤمنین : ۱۶ / ۱۳۱)

مذہب جانور کے پیٹ سے لکھنے والے پتے کا حکم:

اگر جانور ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ سے مردہ پتہ لکھا تو اس کا کھانا حرام ہے۔ اسی کو استعمال میں نہ لایا جائے اور اگر زکوٰۃ پتہ لکھا تو اس کو اگر شرعی طریقہ سے ذبح کیا جائے تو اس کا گوشت حلال ہوگا۔ فقہاء جو سمجھتے ہیں کہ ذکاۃ انیس ذکاۃ امرہ کا مطلب یہی لکھا ہے کہ بچے کے ذرا کا ذرا ہی طریقہ ہے جو ان کے ذرا کا ہے۔

قال فی شرح التنویر: و فی مظلومۃ النفسی قولہ ابن النجیم ملوہ بحکمہ لم یذک مذکاۃ امرہ . معذوف المصنف إن و ق لا ین تم حقیقہ اکمل لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ذکاۃ الحیض ذکاۃ امرہ و حمہ الامام علی التشبیہ ای کذا ذکاۃ امرہ . دلیل انه روی بالنصب و لیس فی دبح الامام . اذ الذکاۃ لعلیم النفس بموتہ . (رد المحتار : ۲۱۳/۵)

(مجاہد در احسن التعلیمی : ۴۰۹/۲)

جانور خدا ہونے سے پہلے مردہ اگر:

خدا ہونے سے پہلے مذہب جانور کا مرتبی سے نکل کر نہ کر دیا ہے کیونکہ اس میں ہے ناکہ جانور کو تکلیف پہنچانا ہے البتہ ذبح حلال ہے

قال فی الشرح المحض : و کرہ کل تعدیب بلا مائدۃ مثل قطع لیس و المصلح فی الذکاۃ . (رد المحتار : ۲۰۵/۵۰ . کتاب الذکاۃ)

بتدویق کا شمار بدوئی ذبح حلال نہیں:

بتدویق کا شمار کرباں کرنے سے پہلے مردہ کے ذبح سے ہے اس کا کھانا حلال نہیں

جانور کیلئے کافی ہوگی، باقی جانوروں کے لیے یہ ہم البہ معتبر نہ ہوگی اور اسی لیے بافتاقی امت یہ جانور حرام اور مردار قرار پائیں گے۔

پھر اس طرح گردن کے اوپر سے ذبح کیے ہوئے جانور، جن پر بسم اللہ پڑھنا معتبر بھی ہے، ان کے حلال ہونے میں متنباء مصابہ وچ بھیجن میں اختلاف ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا بھی ہونا منقول ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس طریقہ ذبح کے ناجائز اور گناہ ہونے کے بارجود اس کے گوشت کو حلال قرار دیتے ہیں۔

(مصحیح البخاری، کتاب الذبائح)

تفصیل و تشریح جواب:

تفصیل اس اجہل کی یہ ہے کہ قرآن کریم نے کسی جانور کا گوشت حلال ہونے کے لیے ذکاۃ کو ضروری قرار دیا ہے بغیر ذکاۃ شرعی کے بیحد قطعاً حرام ہے۔ یہ ذکاۃ قرآن کا ایک اصطلاحی لفظ ہے جس کی تشریح عنقریب آئے گی۔

سورہ مائدہ میں قرآن کریم کا واضح ارشاد ہے:

﴿ حرمت علیکم العیتۃ والذم والحمل الخنزیر وما لعل لغير اللہ بہ
والمنحطفۃ والمنسوفة والمتردۃ والنطیحة وما اکل انسہ الا ما
دکنتم ﴾

اس آیت کریمہ میں حرمت سے مستثنیٰ صرف وہ جانور ہیں جن کو ذکاۃ شرعی کے ذریعہ حلال کر لیا گیا ہو ذکاۃ شرعی کے متعلق امام رافعیؒ، نضہانیؒ نے مقررات القرآن میں فرمایا:

و حقیقة الذکاۃ کتابة اصراچ لحرزہ العربیۃ لکن حسن فی التشریح
باططانی حجابہ علی وجہ ذلک و حہ۔

امام رافعیؒ کی اس تصریح سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ ذکاۃ اصطلاحاً جانور کو کُل کر دینے کا نام نہیں، جس کے لیے ایک خاص طریقہ مقرر ہے۔ دوسرے یہ کہ خاک طریقہ کھنسی عادات و رسم کے تابع نہیں، بلکہ ایک شرعی اصطلاح اور ایک قانون ہے۔

پھر قرآن و سنت نے ذکاۃ کی دو صورتیں قرار دی ہیں۔ ایک تھیرہ لی، جیسے گمہ بلیو اور پلو جو نوروں کی ذکاۃ دوسرے غیر تھیرہ لی، جیسے شکار یا جو جانور کسی جہ سے قابو سے نکل جائے

مقررہ طریقہ پر ذرا غور کیا جائے۔ اس پر یہی صورت کی شکاوت حسب تصریح احادیث صحیحہ ائمہ اہل حق کے ساتھ تیر پانچ سو غیرہ کے زخم کا کرشمی گروہ اور فوجی مہاد بنا ہے۔ ذرا غور کرنا چاہیے۔

اور پہلی قسم یعنی اختیاری زکوٰۃ کے لیے زکوٰۃ کا سرکاری ہے۔ گائے، بیل و گری میں زکوٰۃ کرنے کا اور اونٹ میں زکوٰۃ کرنے کا حکم ہے۔

ذبح کی حقیقت یہ ہے کہ چار تہیں تو حلقہ ۱۰، درجہ ۱۱ اور ۱۲ دونوں کے دو طرف سڑن کی دیکھیں جن کو دو چین لکھا جا تا ہے۔ ان کو قلعہ کر دینا اور نگر کی صورت یہ ہے کہ جانور کو کھڑا کر کے اس کے لیے یعنی حلقہ ۱۰ کے گھڑے میں، نیزہ یا پھری مار کر اس میں بڑا دھبہ لگا دینا ہے۔

قرآن عزیز میں گائے کے متعلق جو بات مذکور ہے اور جو حدیث صحیحہ میں ہے اس کے الفاظ سے اور وہی کے متعلق جو بات مذکور ہے حدیث صحیحہ میں ہے اس کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ گائے، بکری، دھنیا وغیرہ میں ذبح کرنا مسنون ہے اور جو حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گائے کے الفاظ سے اونٹ کا ذکر کیا معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ آیت اونٹ کی قربانی کے متعلق مآذول ہوئی ہے۔ دوسری جگہ قرآن کریم میں اونٹوں کے متعلق صواف کا غلط بھی آیا ہے جس سے بھی اونٹ کا ٹھہری معلوم ہوتا ہے۔

رسول کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تعامل بھی میٹھ ہی رہا ہے۔ اس کے خلاف یہی منی و منت کا بیخ کرنا یا گائے، بکری وغیرہ کا کھڑکھڑا کرنا کہیں منقول نہیں۔ یہاں سے باخلاق امت ایسا کرنا جائز نہیں، اگر کسی نے سنت کے خلاف ایسا کر دیا تو حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا گوشت بھی حرام ہو گیا۔ دوسرے ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگرچہ طریقہ ذکاۃ خلاف سنت ہے مگر نہ اس کا کھانا اور نہ گوشت حلال ہے۔

لما هي البدائع ولو نحر ما يدبح وذبح ما ينحر يحل لوجود فرى
الانواج ونكر بكراه لان خمسة في الاصل تنحر (في غير ما الذبح) (الى
قوله) وقال ثالث اذ دبح البدنة لا تحل لان الله تبارك وتعالى امر في
حذنه بالسحر ففوه عن شانه ﴿ فعزل نر يترك وانحر ﴾ فاذ ذبح ترك
العامور به فلا يحل. (بدائع ٤١٦/٥)

بدائع میں مذکور ہے کہ اگر ذبح کیے جانے والے جانور کو کفر دیا، وغیرہ کیے جانے والے جانور کو ذبح کر دیا تو ذبح صحیح ہوگا اس لیے کہ مردوں کی رگوں کا کٹنا یا مچا لینا عہدہ ہوگا اس لیے کہ سخت

ہوتے ہیں اور باقی میں ذبح ہے۔ مگر تب یہ قول ہے کہ اگر اپنی کو ذبح کر دے تو وہ حلال نہ ہوگی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ۵۷ صحت برکت و احسن بلا میں ہونے کو تحریر کئے کا حکم دیا ہے تو یہ اس شخص نے جیسے نحر کئے ذبح کر دیا تو اس نے فعل مامور یہ جس کا حکم تھا اس کو ترک کر دیا۔

چانور کے حلال ہونے کے لیے ذکاة شرعی کی شرط اور ذکاة کی اقسام و احکام کے متعلق مذکور بالا تصریحات قرآن و سنت اور اقوال صحابہ و تابعین اتنی بات سمجھنے کے لیے کافی ہیں کہ ذبح کا جو طریقہ رسول کریم ﷺ نے تعلیم فرمایا ہے وہ محض رسم عبادت نہیں بلکہ جاہلیت کی رسوا اور بدوں کو بدل کر ایسا "تبدیل" طریقہ جاری کیا گیا ہے جس کی خلاف ورزی کرنا ہے اور بعض صورتوں میں ذبیحہ یعنی مال نہیں ہوتا۔

موجودہ سوال میں ذکاة غیر اختیاری اور واث کے نحر کی بحث نہیں بلکہ صرف وہ پتہ نور ہیں جن کی ذکاة کا مسئلہ طریقہ ذبح ہے یعنی گائے، بیل، بکری، اونٹ وغیرہ۔ اس لیے ذبح کی شرعی حقیقت اور اس کی شرائط پر کسی قدر مزید تفصیل لکھی جاتی ہے۔ جس سے دوسرے سوال کا جواب واضح ہو جائے گا۔

ذبح کی تعریف صحیح بخاری میں حضرت عطاء بن رباح سے یہ نقل کی گئی ہے، "انذبح فسطح لا وداح" اس میں ادواح۔ ذبح کہ جس سے جو حلقوم اور مری کے دائیں بائیں دو سوئی رکھوں گا کام آئے گا اور عاذا اللہ کا قطع کرنا حلقوم اور مری کے ساتھ ہی ہوتا ہے اس لیے سر اور ان چاروں چیزوں کا قطع کرنا ہے۔ یعنی حلقوم جس سے سانس اندر آتا جاتا ہے اور مری جس سے غذا اندر جاتی ہے وہ دونوں طرف گردن کی سوئی رکھیں جن سے خون کا سیلان ہوتا ہے اور ان کا کھنکھن کرنا کے لیے ہدایہ میں رسول کریم ﷺ کی حدیث نقل کی ہے جس میں ارشاد ہے:

انذکافین اللہ واللحیین

یعنی ذبح دونوں ہیزوں کے نیچے گردن اور سینہ کے درمیانی گڑھے تک ہے۔ اس درمیان میں جس جگہ سے بھی کاٹ دیا جائے ذبح درست ہوگا، جمہور فقہاء و اہل سنت کے نزدیک ذبح کی یہی تعریف ہے ورنہ عام نسب فقہ میں یہی مذکور ہے البتہ اس میں ائمہ مجتہدین کے اقوال مختلف ہیں کہ ان چاروں میں سے اگر کوئی دھج دیا جائے تو ذبیحہ حلال ہوگا یا نہیں؟ جس کی تفصیل میں جانے کی

اس جگہ سے وہ تھکیں۔ اس سے پہلے وہ کھانے کا شوق نہ رکھتے تھے اور شوق نہ رکھنے پر مصلحتاً ان میں رنج ہے کہ یہ ان کو اس کے گلے پر چار موٹی گیس قطع کر دی جائیں۔ جن سے خون بہہ جائے اور وہ پاگل ہو جائے۔ طبعاً وہ بھی نہ ہوگا، گیس کے پاگل آخر تک کاٹے رہے تو طبع کہ وہ تھکے ہوئے ہیں، ان میں اس سے قطع کیا جائے۔

— *Journal of the American Medical Association*, 1997

يقطع ما دون العظم ثم يداخ حتى يحسن

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحیح کرائے سے متفق فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہاں کی آفریقہ یمن کو بھی کہہ جاتا ہے۔ یمن کو قطع نہیں کرنا چاہیے، بلکہ چاروں گیس کاٹ کر چھوڑ دیں۔ یہاں تک کہ جانور مر جائے۔

اور پرائے اصناف میں آنکھوں سے غریبوں کو پار شاہ قتل ہے۔

ألا لا تنفع الذبيحة

یعنی مذہبیوں کا سر ہاتھ بائبل سے مت الگ کر دو۔

اور یہ ظاہر ہے کہ یہ کوئی راستہ اور قیاس کا معاملہ نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا منع فرمانا اس کی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہی منع کرنے سے منع فرمایا تھا۔ اس لیے گلے کی رنگوں کو اتنا گہرا کاٹنا کہ آخر گردن تک پہنچ جائے۔ اس حدیث کی رو سے ناجائز ثابت ہوا اور اس سے زیادہ اشد گناہ اور ناجائز یہ ہے کہ گدی کی طرف سے کاٹا جائے اور سر کو دھڑ سے طعنے لگ کر تباہ جائے۔ بدایہ میں ہے:

و من بلغ بالسكبر الضحاك لو قطع الرأس مكره له ذلك ولو كمل

وبسببته وإن ذبح الشاة من فئانها فبقيت حية حتى قطع العروى حل

لشحقق الموت بما هو في كفة .

اور جس شخص نے ذبح کے وقت چھری کو خنجر تک یعنی گردن کی آخری ہڈی تک پہنچا دیا تو یہ مکروہ ہے۔ مگر نہ بیوہ حلال ہے اور اگر بکری کو گدلی کی طرف سے ذبح کیا اور وہ عروق ذبح قطع ہونے تک زندہ رہی تو بھی حلال ہو گیا۔ گھرایا کرنا مکروہ و ناجائز ہے۔

ورقہ برشما می جس ہے

و کرہ صحیحہ من و ما حال غایت۔ حدیث منقطع المروء و إلا لا

نحو: جو بھلا دکاندار جمع و قطع کرے۔

بناؤ روکری کی طرف سے لانچ کرنا مکروہ ہے اور جانور کی دسین بھیجے جو نے تک زندہ رہے
ورنہ حلال نہیں، کیونکہ وہ قتل و غارتگری اور خلیج کرنا بھی مکروہ ہے۔ یعنی گردن کی آخری بڑی شک
کاٹ دینا اور سر کو کاٹ دینے بھی مکروہ ہے۔

اور بدائع الصنائع میں ہے

و هو صواب حلق جرداً، وغرقاً أو شدةً بسيفاً، أو ما وسعى فون
لأنه لا يراه من قبل: معلوم ہو کہ وہ قتل، ماحل الاكل ولا
انہی سبب اللہ کافہ و هو قطع معروف و ما لا يراه فوائده وادعيا
بزيادة لا يستباح إليها هي الذكاة تقبكه ذلك وإن ضررها من الفم فإن
مذاب قبل القطع بأن ضرر على الثاني والوقوف لا يוכל لأنها ممانت
قبل الذكاة فكانت مبذولة قطع المعروف قبل موتها لو كان
أهل الذكاة وهي حية إلا أنه يكره ذلك۔ (بدائع: ۱/۲۵۰)

اور اقراءت و گائے یا بکری کی گردن پر گوارہ کر گردن گنگ کردی اور ہم اہل چڑھ کر ایسا
کیا تو اگر یہ کام حق کے رخ سے کیا ہے تب تو بیچہ حلال ہے مگر ایسا کرنا برا ہے۔ ذیوقی حلت تو
اس سے ہے کہ ذکاة کی شرائط پائی گئیں اور برائی اور گناہ اس سے ہے کہ اس شخص نے یا ضرر دے
جانور کو غیر ضروری تکلیف دی۔ اس لیے مکروہ ہے، اور اگر گردن کے اوپر سے گوارہ کر کرنا گناہ
کی ہے تو اگر عرواق ذبح تک گوارہ پہنچنے سے پہلے جانور مر گیا، مثلاً آہستہ آہستہ ذبح کی دھڑکی
تک پہنچنے سے پہلے مر گیا تو وہ حلال ہے، لہذا اس کا حلال نہیں، پھر اگر فوری طور پر کاٹ گیا اور
مرنے سے پہلے ذبح کی دھڑکی نہیں دے سکتا تو گوشت حلال ہے اگرچہ طریق ذبح مکروہ و ناجائز ہے۔

روایت مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ جانور کو گردن کے دھڑکے کا ذبح کے طریق مشروع
کے خلاف اور ناجائز ہے اور گردن کو دھڑکے سے علیحدہ کرنا گناہ ایک مکروہ فعل ہے نہ اگر گردن کے
دھڑکے کاٹنے کی صورت میں آہستہ آہستہ کاٹ جائے جس سے عرواق ذبح قطع ہوتے سے
پہلے موت واقع ہو جائے تو اس صورت میں ذبیحہ بھی مردار اور حرام ہو جاتا ہے، ایسا اگرچہ چھری

سے فوراً گردن الگ کر دی جائے تو طریق ذبح خلاف شرع ہونے کے گناہ کے باوجود بسم اللہ پڑھ کر یہ عمل کیا گیا ہے تو ذبیحہ حلال قرار پائے گا۔

بکلی کی مشینوں کے ذریعہ ہو برقی طرف سے چھری گردن پر رکھ کر گردن کاٹ دینے سے بظاہر یہ صورت تو نہ ہوگی کہ مردق ذبح قطع ہونے سے پہلے صوت واقع ہو جائے کیونکہ یہ قطع جلدی سرعت اور تیزی کے ساتھ ہوگا۔ اس لیے اگر مشین کی چھری گردن پر رکھنے والے نے بسم اللہ کہہ کر چھری رکنی ہے تو گو غیر شرعی طریقہ سے ذبح کرنے کا گناہ ہو مگر گوشت حلال ہو گیا۔

لیکن یہاں ایک مسئلہ دوسرا سامنے آتا ہے کہ بہت سے جانوروں کو مشین کے نیچے کھڑے کر کے ایک مرتبہ بسم اللہ پڑھ بھی لی گئی ہو تو کیا وہ سب جانوروں کے حلال ہونے کے لیے کافی ہے یا صرف پہلے جانور کے لیے کافی ہوگی اور دوسرے جانور مردار قرار پائیں گے۔

اس کے متعلق معتمدی تصویب اور اصول شرعیہ کا یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھنا اور ذبح کرنا دونوں متصل واقع ہوں، معمولی ایک آدمہ سنت کی تقدیم کا کوئی اثر نہ ہوگا کیونکہ اتنا فرق ہو جاتا عادتاً ناکزیر ہے مگر اس سے زیادہ تقدیم ہوئی تو یہ قسیمہ ذبح کے متصل نہ ہونے کے سبب کالعدم ہو جائے گا اور جانور مردار قرار پائے گا۔

بدائع الصنائع میں ہے

لو قتلها من الذکاة الا اعتباراً بوقت الذبح لا بحوز نقد بها عیہ
 ولا بزمان قليل لا يمكن التحرز عنه لقوله تبارک وتعالی ﴿ولا تأکوا
 مما لم يذكر اسم الله علیه﴾ والذبح مصر فيه معناه ولا تأکلوا مما
 لم يذكر اسم الله تعالی علیه من الذبائح ولا يتحقق ذکر اسم الله
 تعالی علی الذبیحة إلا وقت الذبائح۔ (بدائع الصنائع : ۴۹/۵)

تسمیہ (بسم اللہ) کہتے کا وقت اعتباراً ذکاۃ کا تسمیہ ذبح کرنے کا وقت ہے لہذا پہلے سے بسم اللہ کہہ لینا جائز ہے، لیکن اس قدر قلیل زمانہ کے جس سے بچنا ممکن نہ ہو۔ اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اور مت کھاؤ اس جانور کا گوشت جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا۔" (ذبح کا غلط یہاں مضمر (پوشیدہ) ہے اور معنی یہ ہیں کہ ذبح کے وقت جس جانور پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اس کا گوشت مت کھاؤ۔ لہذا ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا اسی وقت متحقق ہوگا جبکہ ذبح کے وقت نام لیا گیا ہو۔

کی بات پر صحت جب یہ واقعے نے اسے ایسا دوست محمد بنہ تعالیٰ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک بکری کو ذبح کرنے کے لیے لٹایا اور اس پر بھراہ پڑھی پھر اس کو پھوڑ کر دوسری بکری کو اسی سے بھرتہ سیدہ پر اکٹھا کر کے ذبح کر دیا تو یہ بکری مردہ ہے اس کا خانا ہاں نہیں۔ کیونکہ جو بھراہ پڑھی تھی اس کے اور ذبح سے درمیان فصل ہو گیا۔

اور مسوطا میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے یہ نقل آیا ہے

لَوْ بَاعَ الدَّابَّحَ بِذَبْحِ الشَّاهِدِ وَثَلَاثَةِ فِصَمَى عَلِيٍّ لَمْ يَدَعِ

فَلْيُسَمِّيَهُ عَمْسَى عَصْرَ ذَلِكَ عَمَّا قَالَ يَا كُنْ لِبُطْنَةِ الشَّاهِدِ سَمِيٍّ عَلَيْهَا وَلَا

يَا كُنْ لِمَا سَمِيَتْ ذَلِكُ (بدائع الصنائع : ۴۹/۵۰)

حضرت مسئلہ بتائیں۔ ایک ذبح کرنے والا دو یا تین بکریوں کو ذبح کرتا ہے اور اللہ کا نام پہلی پر لیتا ہے اور دہائی پر پھرا پھوڑ دیتا ہے (اس کا کیا قسم ہے؟) فرمایا (ایسی صورت میں) صرف ایک بکری حلال ہے باقی حلال نہیں۔

ابہت اگر دو بکریاں تو ایک ساتھ رکھ کر دونوں کے گلے پر ایک وقت چھری پھیری ہے تو یہ تیسہ دونوں کے لیے کافی ہوگا اور دونوں حلال ہو جائیں گی۔

لَوْ اصْطَحَّ شَاهِدَيْنِ وَامَرَ السَّكِينِ عَلَيْهِمَا مَعَانَهُ تَجَزَى فَيُذَلِّقُ

نَسِيَةً وَاحِدَةً (بدائع : ۵۰/۱۵)

اگر دو بکریوں کو ایک ساتھ زمین پر لٹایا اور دونوں پر ایک ساتھ چھری پھیری تو اس صورت میں ایک مرتبہ بسم اللہ کہنا کافی ہوگا۔

روایات مذکورہ کی روشنی میں مسئلہ پر بحث: ”بہت سے جانور مشین کی چھری کے نیچے ٹکڑے کر دیے جاتے ہیں اور بسم اللہ پڑھ کر ان کی گردن کاٹ دی جاتے۔“ اس میں غیر مشروع طریقہ پڑھ کر ذبح کرنے سے منکر کے علاوہ صرف وہ جانور حلال سمجھے جائیں گے جن پر چھری ایک وقت پڑی ہے۔ بشرطیکہ مشین کی چھری چلانے کے وقت بسم اللہ پڑھ لی گئی ہو اور بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک یہ بھی طریق ذبح غیر مشروع ہونے کے سبب حرام ہے اور جن جانوروں کی گردن پر چھری بسم اللہ پڑھنے کے بعد تدریجاً پڑی ہے وہ ترکہ تیسہ کی ہے۔ سے جبکہ کے نزدیک حرام اور مردہ قرار پائیں گے۔

خلاصہ کلام:

مذکورہ بالا تفصیل میں سوال کے دونوں نمبروں کا جواب آگیا اور خلاصہ مسائل کا یہ ہے کہ یورپ کے شہروں کا مروجہ طریقہ ذبح غایب شرع اور موجب گناہ ہے۔ مسلمانوں کو جہاں تک قدرت ہو اس سے بچیں اور اپنے ملکوں میں اس کے رواج کو بند کریں اور یورپ کے علاقوں میں رہنے والے مسلمان جو اس طریقہ کے بدلے پر قمار نہیں اور گوشت کی ضرورت بہر حال ہے ان کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ اس گوشت کا استعمال کرنا جائز ہوگا ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو حرام ہوگا۔

۱. مشین کے ذریعہ ذبح کرنے والا آدمی سلطان انصرانی یا مسیودی ہو۔
۲. مشین کی پھری جانوروں کی گردن تک پہنچتا ہے وقت اس نے خالص اللہ کا نام بسم اللہ اکبر پڑھا ہو۔

۳. یہ پھری جتنے جانوروں کی گردن پر بیک وقت پڑی ہے وہ جانور ممتاز اور الگ ہوں۔ دوسرے جانور جن پر پھری بعد میں پڑی ہے اور دوسرا درہیں ان کا گوشت پہلے جانوروں کے گوشت میں مخلوط نہ کیا ہو۔ مگر ظاہر ہے کہ باہر سے جانے والے اور مختلف علاقوں کے رہنے والے مسلمانوں کو ان شرائط کے پورے ہونے کا علم ہونا آسان نہیں اس لیے احتیاط ہی بہتر ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (بند و محمد شفیع عفا اللہ عنہ اور اعلموم کراچی)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا یہ فتویٰ اور اس کے خلاف ایک فتویٰ حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں برائے تصویب پیش کیے گئے تو حضرت رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں جواب ارشاد فرمایا کہ حضرت مفتی شفیع صاحب مدظلہم کا جواب صحیح ہے، یعنی مشین سے ذبح کرنا جائز نہیں مگر (مذکورہ بالا تفصیل کے ساتھ) ذبیحہ حلال ہوگا۔

مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔ (احسن العناوی: ۱۷۳/۲)

اہل بدعت کے ذبیحہ کا حکم:

بعد از سلام مسنون ایک مسئلہ معلوم کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ بریلویوں کے جیسے نماز پڑھتا، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا اور ان کے ساتھ کھانا کرنا شرعاً ان کا کیا حکم ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں اور رسول اللہ ﷺ کے لیے علم غیب کلی بہت کرنا آپ

کی شریعت کا انکار کرنا، آپ کو جبرجہ حاضر و ناظر سمجھنا، اہلین مافقہ کو نقصان کا مالک سمجھنا، مافوق
الاسباب حاجت دوا سمجھنا، اہلین کی قبروں پر بکھڑ کرنا، اہلین کے تقرب و عبادت کی نیست سے کوئی جانور
ذبح کرنا یا مزاروں پر چڑھنا، یہ سب حاکم کفر و شرک ہے۔

ایسے عقائد رکھنے والے شخص کا ختم یہ ہے کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، جو نمازیں پڑھی ہوں
ان کا اعادہ لازم ہے، ایسے شخص کا ذبح بھی حرام ہے اور اس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

اہلہ جو شخص مندرجہ بالا عقائد نہ رکھتا ہو مگر بدعات (تبیخ، چالیسواں وغیرہ) کا ارتکاب کرتا ہو
وہ بدعتی ہے، اس کا ختم یہ ہے کہ اس کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مردہ و تحریمی ہے، انتقامیہ
مسجد پر لازم ہے کہ اسے معزول کر کے کسی صحیح السنۃ صالح امام کو مقرر کرے، ورنہ سب وبال
انتقامیہ پر ہوگا۔ امام کے لیے ختم یہ ہے کہ اگر قرعہ میں کوئی صالح امام میسر نہ ہو جس کے پیچھے
نماز پڑھ سکیں اور اس بدعتی و فاسق امام کو بھانسنے پر قادر بھی نہ ہوں تو فرض نماز اسی کے پیچھے
پڑھیں، جماعت ترک نہ کریں۔ نیز ایسے شخص کے ذبیحہ کا ناپاک و حلال، حیاط ادا ہے۔

اس کے علاوہ جس شخص کے عقائد مشتبہ ہوں، اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے حیاط ادا رہتی
الامکان اس کے ذبح سے احتراز لازم ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْبَاطِلَ﴾ (سورة النساء: ۶۸)

وَقَالَ الْحَبِيبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ﴿وَاجْتَنِبِي وَبَنِي أَبِی عَبْدِ الْأَعْتَمِ﴾

(سورة إبراهيم: ۳۵)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ عَابَ وَهُوَ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ تَدَاخَلَ

النَّارَ." (رواه البخاري)

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "مَنْ عَابَ وَهُوَ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ تَدَاخَلَ

النَّارَ." (رواه البخاري)

وَلَمْ يَسْلَمْ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ لَعَنَ اللَّهَ لَا يَشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْحَنَّةَ، وَمَنْ لَعَنَ

بشرک بہ شیئاً دخل النار“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس حال میں ملاقات کی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی غیر کو شریک مانا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم)

قال العلامة الحلبي رحمه الله تعالى: ما حرر من ان كراهة تقديم الفاسق كراهة تحریم و بكرة تقديم المعتدع ايضاً لانه فاسق من حيث لا اعتقاد وهو اشد من الفسق من حيث العمل لأن للفاسق من حيث العمل يعترف بأنه فاسق و يخاف و يستعير بخلاف المعتدع . والمصراع بالمعتدع من يعتقد شيئاً على خلاف ما يعتقد به أهل السنة والجماعة وإنما يجوز الاقتداء به مع الكراهة إذا لم يمكن ما يعتقد به يؤدي إلى تركه عند أهل السنة أما لو كان مؤدياً إلى الكفر فلا يجوز أصلاً . (غنية المستعصي شرح منية المصلي: ٥١٤)

اہل تشیع کے پیچھے کا حکم:

علماء متعصبین کے نزدیک موجودہ دور کے اہل تشیع قصب اور بغض و عناد کی وجہ سے اور کفریہ عقائد رکھنے کی وجہ سے ان کے پیچھے کا حکم مرتدین کے حکم میں ہو کر رکھنے کے قابل نہیں ہے۔

لعمدہ قال العلامة طہا سرس عید الرشید البخاری الرافضی ان کتاب الشیخین ومعنیہا فهو کافر و ان کلان بفضل علیا علیہی بکر و عمرو رضی اللہ عنہم لا یکون کافر؛ لکنہ معتدع .

(خلاصہ العنایہ ج: ۲۸۱/۵ کتاب الشراعیہ)

علامہ عبدالرشید بخاری نے کہا کہ رافضی ائمہ حضرات شیخین اہل بکر، عمر و علی دینا ہوا اور ان پر اہل وطن کرنا ہوا، دو کافر ہے، اور اگر صرف حضرت علیؑ و شیخین پر فضیلت دینا ہو وہ کافر نہیں فاسق بدعتی ہے

اونٹ ذبح کرنے کا طریقہ:

اونٹ کے ذبح کا مستون طریقہ ”خز“ کرنا یعنی اونٹ دکھڑا کر کے گردن میں چھرا گھونپ کر دیس کا نڈا

و السنة هي سبع الابل أن تكون قائمة مقيدة بهل بحرهما . قال
تعالى ﴿وَاللَّهُ جَعَلَهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا حَبِيرٌ وَكَرِيمٌ﴾
اسم الله عليها صواف ﴿و حرج : ۳۶﴾ قال ابن عباس : صواف التي
قبلا .

ارشاد باری تعالیٰ ہے قربانی کے اونٹ اور گائے کو ہم نے اللہ کی یاد گار بنا دیا ہے۔ ان
چو خوردوں میں تیار رکھنا ہے ہیں سو تم ان پر کھڑے ہو کر اللہ کا شکر کرو۔

روای السخاری : عن انس رضي الله عنه قال : نحر النبي صلى
الله عليه وسلم سبع بدن فبما . ووضعي بالمدينة كبس المصحف
لفرنس . (امر جاء البخاري في الصحيح : ۲۹۶/۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ساتوں اونٹوں کا نحر فرمایا
(یعنی کھرا کر کے چمرا گھونپ کر رکھیں گات کر ڈنک فرمایا) اور مدینہ منورہ میں دو چمکبرہ سینک
والے سینکوں کی قربانی فرمائی۔

عن ابن عمر رضي الله عنه انه انى عبي ربح فدا نائح مدنة مرمدا
ان يحسرها . فقال له ابن عمر : انعتها هيأماً مبيدة . سنة ابي القاسم
صلى الله عليه وسلم

(امر جاء البخاري في الصحيح : ۲۹۶/۱ . باب مخر ابل مقددة قائمة)

احکام الاضحية و المنيقة

قربانی کا نصاب :

سوائے چاندی ، مال ، تجارت اور گھر میں روزمرہ استعمال کی چیزوں سے زائد سامان کی قیمت
لگا کر اس میں نقدی پیش کی جائے ، ان پانچوں کا مجموعہ یا ان میں سے بعض ۷۰۰ تا ۸۰۰ گرام سونے
یا ۳۵۰ تا ۶۱۲ گرام چاندی کے برابر ہونے کو اس کے قدر قربانی واجب ہے مگر جوڑے کپڑوں سے
زائد لباس اور ریو پورٹی وی جی خراکات انسانی مابہت میں داخل نہیں اس لیے ان کی قیمت
بھی مساب میں لگائی جائے گی۔

قال الامام الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ: ویر القلہ الاسلام

والاقلۃ وانیسار اندی تعلق بہ و حوت صدقۃ الفخر

وقال القلۃ من حنفی رحمہ اللہ والی: (قلۃ والیسار الخ)

یأن منہ ما فی ذہم او عرۃ ایسا بیجا غیر ممکنہ و ثابت الی

وماع ینجاہ بلی أن یشیع الا صلیۃ (الفرغی) ویناشر القیاب

الاربعة الثمناوی السرایع بعد الخی واللانہ فی ذل ان احدھا لم یقالہ

والاخر للمعہد و ثالث للجمع و واحد واثنا عشر

ورائد المعبر: ۲۱۹/۵

قربانی نہ کرنے پر وعیدیں:

فما عداہ السلام من کذ کہ صدقۃ ولم یصح . فلا یقر من

مصلی: (أخرجه بن ماجہ - وقال الحافظ بی "فتح" ۳/۱۰۰ ورواہ

نہیسا احمد ورافعت)

یذاب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو (یعنی قربانی کے تعاقب کا تاکہ جو) اور

قرنی ذکر کند جو رے عید گاہ کے قریب جگن نہ گئے۔

رواج اشرفی عس بن عمر ابنہ قال: اقام التنبی صلی اللہ علیہ

و سلم بہ حدیثۃ عشر سبعین شخصی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس سال تک عید پر حضور

میں ہجرت سے ہر سال قربانی فرماتے تھے۔ ترجمہ

مسافر پر قربانی واجب نہیں:

مسافر یعنی جو شخص عید الاضحیٰ کے دنوں میں اپنے شریک حد درجے اڑتے ہیں مکمل شری یا اس سے

زیادہ دور کے فاصلہ پر ہوا اس نے کسی جگہ عیدہ بن یا اس سے زیادہ عیدہ بننے کی نیت نہ کی

ہو اس کے مرقوبی واجب نہیں۔

قال عسی: رضی اللہ عنہ: لا حصۃ ولا شریق ولا عصر ولا

صحنی الا فی مصر۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَقْرَبَ مَا
لَهُ مَسْرُكٌ مِنْ مَنَاسِكَ الْأَسْبَابِ فَهُوَ أَحَقُّ بِالْحُجَّةِ إِنَّ
كَانَتْ سَبْعَةَ عَشْرَةَ حُجَّةً لَوْ خَلَصَتْ بِكَ كُنَّا نَسْتَبْشِرُ بِكَ نَسْتَبْشِرُ بِكَ نَسْتَبْشِرُ بِكَ
بَعْدَ (السَّابِقِ عَلَى الْهَدَايَةِ لِلْعَبَسِيِّ ١: ١٦٦)

قربانی کا وقت:

شہر میں قربانی کا وقت عید کی نماز ختم ہونے کے بعد شہر میں ہی بھی ایک عید میر کی نماز کا ختم
ہونا کافی ہے، اگر کسی نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کی تو اس کی قربانی نہیں ہوگی، اس پر لازم ہوگا
کہ دوبارہ قربانی کرے۔

الْفُضُولَةُ السَّيِّئَةُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ دَخَلَ قَبْلَ الْفُضُولَةِ قَاتِلًا هُوَ
لَحْمٌ قَدْ مَاتَ لَا هَلْ لَيْسَ مِنَ السَّكِّ فِي شَيْءٍ.

(أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ: ١٥٥٦/٢)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے عید کی نماز کے پہلے قربانی کا جانور ذبح کر دیا اسکی
قربانی نہیں ہوئی۔ بلکہ اس نے اپنے گھروالوں کیلئے گوشت حاصل کیا ہے۔

وَعَنْ سِرَاحٍ بْنِ عَارَبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
أَوَّلُ مَا نَبَذَ اللَّهُ مِنْ بَوْمِهَا هَذَا، أَنْ يَصْلِيَ ثُمَّ يَرْجِعَ مَجْرًا، فَمَنْ أَصَابَ
هَذَا فَقَدْ أَصَابَ سِتْرًا وَمَنْ بَحَرَ قَبْلَ ذَلِكَ، فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ يَفْقَدُهُ لَا هَلْ
لَيْسَ مِنَ السَّكِّ فِي شَيْءٍ، فَقَالَ أَبُو رَزْدَهَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ذُبِحْتُ قَبْلَ
أَنْ أَصْبِي، وَعِنْدِي حَذَقَةٌ فَقَالَ: اجْعَلْهَا مَكَانَهَا، وَلَيْسَ تَعْزِي عَنْ
أَحَدِكَ بِعَدْلِكَ. (أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ: ٣١٨٠/٣ وَمُسْلِمٌ رَقِيعٌ: ١٩٦١)

قربانی کے ایام تین دن ہیں:

قربانی صرف تین دن ہوتا ہے، یعنی دس، گیارہ، بارہ ویں ایام کے بعد قربانی کے جانور
ذبح کرنے سے قربانی ادا نہ ہوگی۔

قَالَ فِي الْأَحْيَاءِ: وَتَخْتَصُّ بِأَيَّامِ النُّحْرِ، وَهِيَ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، وَهِيَ

المعروف في غاية علمي وعقلي و... من انهم وجدوا لا يهتدون اليها
لكنكم... فيها الذريع ، فكأنهم قالوا : معاذ عن الله حسن لغة عليه
... في ... اي كذمته من عقلي حبيير ايقظته .

1. $\frac{1}{2} \log \frac{1}{2}$ 2. $\frac{1}{2} \log \frac{1}{2}$ 3. $\frac{1}{2} \log \frac{1}{2}$ 4. $\frac{1}{2} \log \frac{1}{2}$ 5. $\frac{1}{2} \log \frac{1}{2}$

قریبانی صرف قہنہ میں ہوتی ہے۔ یہی بات مروی ہے اخلا سے ہمہ عمل اور ان میں مومن و مومنہ
میں سے یہ تینا یہ بات و اخلا سے قیاس کے نہیں کہہ سکتے بلکہ انہوں نے آپ ﷺ سے یہی بات
کہا: اہل بیت علیہم السلام افضل منی و اطہر منی کے کام چاہتی کرتا رہے۔

قربانی کا جانور خود بخود مکرے:

قریباً کے جاندار اپنے ہاتھ سے اسی کڑا مسعوب ہے۔ بڑھاپے کی بھی طرح اس کو مرنے جاتا ہو۔
 اور ابھی طرح نہ جانتا ہو تو اس کے وقت قریب موجود ہے۔

من تسمى روضي الله ونوره فاذا صحح الي منى الله عليه وسلم

حکایتیں منتخب از عربیہ و ازبکستان و از صومالیہ و از صومالیہ و از صومالیہ

1.

أحرره الخوارزمي ٣١٩٠ هـ الموافق ١٩٢٢ م في مدينة بغداد العراقية

مباشرة بدون وسيط

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (۱) چشتیہ کے سید مصلحوں کی قربانی فرمائی، دونوں کو اپنے ہاتھ سے طعن فرمایا۔ (۲) ابراہیمؑ کا اور ذبح کے وقت اپنا پاؤں اس کی ٹہریں برکھا۔

تربانی کی کمال اور اس کے گوشت کا حکم:

قربانی کی کھال اور اس کے گوشت سے ہمارے دیگر تھیں۔ لیکن سوائے اس کے لیے ایک سوال ہے۔ جواب غلّ کیا جاتا ہے۔

السؤال ۱۰: کیا فرماتے ہیں علماء دین کے دشرع متبعین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھاس کا دوس بخوا

کرمیہ میں روپہ۔ کھال کی قیمت کو سجدہ میں روپہ دیگر وظائف میں لگا دینا، تعمیر میں لانے

ملازموں کو تنخواہ ملے دے دینا چاہئے۔ یہ نہیں!

۲۔ غریب سید کو یا کسی فقی کو اعلیٰ قربانی یا خاص نیت سے اپنا گویا ہے اور اعلیٰ

قیمت کے ان ہر دو طرح سے دینے میں جو فرق ہے، یا انوں کا یہ ہی علم ہے

۱۔ قربانی کا گوشت چھتہ، کہ فیہ مسلم ہندو، یہ بھی سیدتہ فیہ اتہ جوہا

الزعمون: قال في الهداية: واللحم بغيره الحرام، في الصحيحين

(تجدید حلقہ کے شرعی احکامات، ص ۶۳۷)

وقال الدر فإني أبيع اللحم بمائة ألف درهم فقلت له ففعلت به

اعداد (تكملة مذکورہ : ص ۱۳۶)

وفي عاكبة (أي من الأسماء) يعني

والفقير والمسلم والذمي له. (٢٠٦/٢)

وفيها أيضاً : ولا أن يعطى (أي لا يجوز) أحد الثمنين بالدينار

متن: (۴۰۰)

قریبانی کی کھال کا عینہ مسجد میں دینا (بشرطیکہ اس کو عینہ مسجد کے کام میں لایا جاوے یعنی فروخت کیلئے جائے) اسی طرح اس کا اول بنا کر مسجد میں دینا جائز ہے کیونکہ کھال کا عینہ تصدق صدقہ نافذ ہے اور صدقہ نافذ کا مسجد میں دے دینا جائز ہے باقی کھال کو بیچ کر اس کی قیمت مسجد میں دینا جائز نہیں ہے کیوں کہ قیمت کا تصدق واجب ہے اور صدقہ واجب کے لئے تملیک شرط ہے اور مسجد محل تملیک نہیں۔ اسی طرح کھال کی قیمت و ملازمین مسجد و دیگر اوقاف کی تنخواہ میں دینا بھی جائز نہیں ہے اسی طرح عینہ کھال یا اس کی قیمت مسجد کے مؤذن یا امام کو اس کی خدمت کے محاذ پر میں بھی دینا جائز نہیں ہے البتہ اگر مؤذن و امام کو مقرر کرتے وقت صاف کہہ دیا گیا ہو کہ قریبانی کی کھالوں میں تمہارا کچھ حق نہ ہوگا اس کے بعد اس کو عینہ کھال یا اس کی قیمت دے دی جائے تو جائز ہے اور صورتِ ثانیہ میں اس کا فقیر ہو یا شرط ہے، اسی طرح اس کی قیمت کو مسجد کی مرمت میں بھی صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں عینہ کھال اگر مسجد یا اوقاف کے کاموں میں لگا دی جائے تو جائز ہے مثلاً مسجد یا مدرسہ کے لئے ذول بتادے جائیں۔

۲۔ جنہاں میں کوہینہ کھال دے دینا درست ہے پھر وہ خواہ اس کو عینہ کام میں لائے یا

۱۔ اسے اس قیمت پر بیچیں کہ آٹھ سو روپے کا چھین صدقہ صدقہ ہوتا ہے اور صدقہ ہوتا ہے۔
 ۲۔ محمود کو بیچنا ہے مگر اس کی قیمت دو ماٹھ کو بیچنا ہے تو اس کی قیمت کا صدقہ واجب ہے اور وہ صدقات واجبہ کے محرف نہیں۔

۳۔ قربانی کا گوشت کچا یا پختہ ہندو یا غیر مسلم کو بیچنا جائز ہے کیونکہ گوشت کا صدقہ واجب نہیں ہے۔ ۱۔ یہ ہے یا صدقہ کا قلم اور یہ دونوں کا فروزی کو زیادہ مست ہے۔

قلت : العمدان من حکم العمی فی ثلاث : الحریمی المکاتب
 حکم العمی فانہم : واللہ اعلم (امداد الاحکام : ۱۰ : ۲۰۰)

عیب دار جانور کی قربانی جائز نہیں:

کان یادم کا نصف یا اس سے زائد حصہ کٹا ہو تو قربانی جائز نہیں۔
 جس پاؤں میں عیب ہے اگر وہ زمین پر ٹیک کر کچھ سہارے لے کر چلتا ہے تو قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔

آنکھ کی روشنی نصف یا اس سے کم باقی ہو گئی ہو تو قربانی جائز نہیں۔
 اس کے معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کو دو تین دن بھوکا رکھ کر پھر عیب دار آنکھ کو ہاتھ سے
 کر دوسرے چاروں کھاتے ہوئے قریب لائیں، جہاں سے جانور کو نظر آجائے وہاں نشان کر دیں۔
 پھر صحیح آنکھ کو ہاتھ سے کیسی ملے، پھر انہیں پھر دونوں مسافوں کی نسبت معلوم کر لیں، اگر فرق نصف
 یا اس سے زائد ہے تو قربانی جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔

فقال العلامة المحکم رحمہ اللہ تعالیٰ : لا بالعمیاء والعوراء
 والعرجاء والمہزولة لا مع فی عظامہا والعرجاء التي لا تمشی الی
 الحنثک ای المذبح والربیعة السن من صفا ومقطوع اکثر الأذن أو
 الذنب أو العیس ای الشی ذہب اکثر نور عینہا فاطلق القطع علی
 الذہاب مجازاً و إنما یعرف بتقریب العلف .

وقال العلامة اس عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله والعرجاء) ای
 التي لا یحکمها العشی برجلها العرجاء ایما تمشی ثلاث فوالہم حتی
 لو كانت تضع الرابعة علی الارض ونسعیں بہا حازا عناية (قوله الی

(المسند) بکسر الهمزة والفتحة (فہمہ) مطلق اکثر الادب
 (الح) فی البدائع اور دہلوی بعض الادب اور الفہمہ اور نفیس اور
 فی الجامع تصعیر ان کلمہ کثیر یصح والہ یسمی بالجمع والجمع
 اصحابنا فی العاصل بین ثقلین والکثیر فعل ابی حنیفہ رحمہ اللہ
 نعانی زبج روایات روی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی الاصل والجامع
 التصعیر ان البدائع ذہاب اکثر من الثلث وعنه تہ الثلث وعنه تہ التریع
 وعنه ان یکون الذہاب قل من البانی او مثله اھ بالجمع والاولیٰ ہی
 ظاہر الروایۃ صححہا فی النحبۃ حیث قال والصحیح ان الثلث وما
 دونه قليل وما زاد علیه کسر وعلیہ الفتویٰ اھ ومنہی حسنہ فی
 مختصر الطحاوی والاصلاح والرابعة هي قولہما قل فی الہدایہ وقال
 إذا سقى الأكثر من النصف جزءاً وهو اعتبار الفقيه ابی ثلیث وقال
 ابو یوسف رحمہ اللہ نعانی اعترت بقولی ما حنبہ رحمہ اللہ تعالیٰ
 فقال قولی هو قولک وقیل هو رجوع من قولی فواء ابی یوسف رحمہ
 اللہ نعانی وقیل معناه قولی قریب من قولی وغیرہ کون النصف ما
 روایتان عنہما اھ وفی المرازیۃ وظاہر مذهبنا ان النصف کثیر اھ
 وغیر غایۃ لیبیان ووجه الروایۃ الرابعۃ ہی قولہما و لیہا رجع الامام
 ان الکثیر من کل شیء اکثر من النصف تعارض الحائبان اھ ای
 فکان معدوم الجواز احتیاجاً بدائع وبہ ظہران ما فی الثمن کما لہدایۃ
 والمکسر والمنقضي هو الرابعة وعینہا الفتویٰ کما یدکرہ الشارح عن
 المحسبی و کتابہم احتاروها لان لعمبار من قول الامام السابق هو
 الرجوع عما هو ظاہر الروایۃ عنہ الی قولہما واللہ تعالیٰ اعلم .

(والاحتار ۶/۵۰) (أحسب الفتاوى: ۵۱۷/۷)

دونوں کانوں کا مطلق حصہ شمار ہوگا:

اگر بکری یا دوسرے کے دونوں کان ادا کیا ہوا ہو کہ مجموعہ نصف یا اس سے زیادہ ہو جائے تو

قربانی کرنا خلاف احتیاط ہے اگر کسی نے کر دی تو ہو جائے گی۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ فی البزازیة وھل تصنع
البحرانی فی اسی الاضحية احتلوا فیہ قلت و قد تم التنازع فی باب
المسح علی النحلیں انہ یستعفی فجمع احتیاطا .

(رد المحتار : ۲۰۶/۵)

قربانی کے ایام گزرنے کی قیمت واجب ہے:

اگر قربانی کے تیوں میں گزر گئے اور قربانی واجب ہونے کے باوجود قربانی نہیں کی تو اب
جانور ذبح کرنے سے قربانی ادا نہ ہوگی بلکہ ایسے شخص پر لازم ہے کہ ایک متوسط بکرت کی قیمت
مدق کرے۔

قال العلامة تحفہ کفی رحمہ اللہ تعالیٰ : و تصدق بقیمتها عی
شرأھا او لا لتعلقھا بذمته شرأھا او لا فالمراد بالقیمۃ قیمتۃ شاة نجری
فیہا . (رد المحتار : ۲۰۱/۵)

مال حرام پر قربانی واجب نہیں:

اگر کسی کی ملک میں صرف حرام مال ہے مثلاً سوہی رقم یا رشوت کی کمائی وغیرہ تو ایسے شخص پر
قربانی واجب نہیں کیونکہ حرام مال تو مازادی مدق کرنا واجب ہے لہذا قربانی واجب نہیں۔

قال للعلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : فی الفقیۃ لو کان
الشخصیت نصاباً لا یلزمہ الزکوۃ لان الشکل واجب التصدق علیہ فلا
یضیذ ایجاب التصدق ببعضہ اھـ ومثله فی البزازیة .

(رد المحتار : ۲۰۵/۲)

زمین کی وجہ سے قربانی واجب ہونے کی تفصیل:

اگر حقدہ ارموش سے زائد زرعی و غیر زرعی زمین کی قیمت در پیر اور کارا بخور کوئی ایک بقدر
نصاب ہو تو قربانی واجب ہوگی۔

قال للعلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ مغزیاً فی التنازعانیۃ
مشیل محمد رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ لہ ارضی یزرعھا او عابوم

يَسْعَلِيهَا اَوْ دَارَ عَمَلِهَا دَلَالَةُ اَلْاَلِفِ وَلَا تَكْفُرُ اَعْفَتُهُ وَ اَمْنَةُ عَدْلِهِ سَقَا
يَحُلُّ لَهٗ اَخَذُ الْمَرْكُوزَةِ وَ اِنْ كَانَتْ فِيمَنْتَ نَسَبِ نَوْفَا وَ سَبَبِ الْعَوَى
عَدَمُهَا لَا يَحُلُّ لَهٗ . (رد المحتار : ۶۵/۲)

و حال ایضا : و نیز نہ عمار ، سببہ فقیر لازم ہو فتمتہ نصاب و قبل
لو یدخل منه موت سببہ لازم و حال موت شہر بعض فصول نصاب لازم
ولو العمار و فعا فلان و حب نہ فی اہمہا نصاب لازم

(رد المحتار : ۱۵۸/۵) (صاحب دار الفہم : ۲۰۵/۷)

مقروض پر قربانی واجب ہونے کا حکم :

اگر کسی کے ذمہ قرض ہو اور قربانی کے ایام میں اس کی مائت میں کچھ مان بھی ہو تو نصاب سے
قرض وضع کرنے کے بعد اگر نصاب میں نقص نہیں آتا ، نصاب کامل باقی رہتا ہے تو قربانی واجب
ہے ورنہ جس نصاب کی تکمیل پہلے نہ ہو سکتی ہے۔

قال الإمام الشكستاني رحمه الله تعالى : ولو كان عليه دين
بحيث او صرف ، اية ، ماض ، ماضه لا ينقص نصابه لا بعد ، لان الدين
يجمع و حبوب الزكاة فلا ينفع و حبوب الاضحية او مبي لان الزكاة
مريض و الاضحية واحدة و المفروض خوف الواجب . (بذائع : ۹۴/۵)

قربانی کے گوشت سے پہلے کھانا چاہیے :

قربانی کے دن جس کو گوشت ملے اس کی امید ہو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ پہلے کچھ نہ کھائے
پہلے کچھ پیلا کھائے گوشت سے جو خود اس کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو نہ ہو بہر حال قربانی کے
گوشت سے پہلے کچھ نہ کھانا مستحب ہے ، چائے بھی نہ پیئے کیونکہ چائے میں دودھ اور شکر کی وجہ
سے نجاست ہے۔

یہ حکم صرف مستحب ہے ، اس کے خلاف کرنے میں کوئی قباحیت نہیں۔

قال الإمام ابن عسكس رحمه الله تعالى : و مدب تأخير أكله عنها
وإن لم يضر في الاضحية و لو أكل لم يكره أي لا حرما .

وفال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالى : (قوله في الاضحية)

و فروع لا یستحب۔ الشاخر المستحب۔ نیات الکرمۃ إن شاء اللہ من
 (ابن حبان، ۱۰۰، والمصاب، ۱۰۶، ۵۶۶)

وقال فی الہدیۃ: و فی الکبریٰ لا کل قبل الصلوۃ بہ الأضحی
 ہنی ہو مکروہ فیہ و یدک۔ والمحترمان لا یکرمہ مکن یستحب نہ و
 لا یفعلن کذا فی السر حاتہ۔ و یستحب ان یکون اور، ناولہم من
 لحوہ الاضاحی ہی ہی ضیافۃ لہ کذا فی التبعی شرح الہدایۃ

(عالمگیریہ، ۱۰۶، ۱۱۵) (ما جودہ اور تحسیر الفتاویٰ، ۱۰۶، ۵۹، صبر سیر)

قربانی کے جانور کو کام میں لانے کا حکم:

کسی نے قربانی کے لیے تل خریہ، ابھی قربانی میں چند ایام ہتی ہیں، اب اس سے تل جوتا
 یا اجرت پر دینے کے جواز عدم جواز دونوں قول ہیں اور دونوں طہر الروایہ ہیں، اس واقعہ و سیر
 والثانی احوط والشہر۔

اس قول ثانی کے مطابق کسی نے جس جو تے میں تل کو استعمال کیا تو اس سے قیمت میں جوگی
 آئی اس کا اعزازہ کر کے صدقہ کرنا واجب ہے اور اجرت پر دینے کی صورت میں اجرت کا تصدق
 واجب ہے۔

قال العلامة الحسکمی رحمہ اللہ نہ الی: ولا یرکبھا ولا یحمل
 علیہا شئاً لا یوجرھا فإذن فعل تصدق بالاحرة حازی الفتاویٰ لاہ
 الترم نعمۃ المقربۃ بجمع اجرائہا

وقال العلامة ابن عابد: رحمہ اللہ تعالیٰ: (قولہ فإن حرہ
 صدق بہ الی قولہ حازی الفتاویٰ) ہو جہ فی بعض مفسر قولہ فإن
 فعل تصدق بالاحرة ای عہد الوأجرھا واما إذا رکبھا أو حمل علیہا
 تصدق بما نقصت کما فی الخلافۃ۔

جانور کے وراثت مگر نہ کا حکم:

اگر قربانی کے جانور کے اکثر وراثتوں کا موجود ہو تا ضروری ہے یا نہیں اس بارے میں حضرت
 مفتی رشید احمد صاحب دمراتہ تحریر فرماتے ہیں کہ اکثر کا اعتبار نہیں، بلکہ معیہ یہ ہے کہ جانور گھس

کھا سکتا ہو تو قربانی جو تڑپے ورنہ نہیں، کو نیکو راستوں سے تصور کی ہے۔

۱۰ ان الإمام المحققین رحمہ اللہ تعالیٰ: ولا ما نہنساء علیہ لا
استان لها ویکنفی بقاء الاکثر وقیل ما نعصف بہ .

وفان للعلامة بن عابد: نہیں رحمہ اللہ تعالیٰ: (وقوہ وقیل ما
نعصف بہ) وهو وما قبلہ رویدان حکماہما فی الہدایۃ عن الثانی
(وحرم فی السحابة بللانیۃ وقان قبلہ والنہی لا استان لها) وی نعصف
ایولا نعصف لا تحور . (رد المحتار: ۲۰۶/۵)

وقال الإمام الکاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ: ولما لم یمنعوا وہی التي
لا استان لها فإن كانت ترعى وتعصف حارث والا فلا وذاکر فی
المستقی عن بی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ انہ إذا کان لا یمنعها عن
الاختلاف تحریمہ وإن کان یمنعها عن الاختلاف إلا أن یصحب فی
جو فیہا مبالم تحریمہ . (بدائع الصنائع: ۷۵/۵)

وفان فی سہندیۃ: ولما لم یمنعوا وہی التي لا استان لها فإن كانت
ترعى وتعصف حارث والا فلا کذا فی المبدائع .

(علل المکیرۃ: ۲۹۸/۵) (احسن الفتاویٰ: ۵۱/۷)

شُرک کی حرمت سے کسی کی بھی قربانی نہیں ہوگی:

کسی شرکاء نہ عقیدہ رکھنے والے شخص کی شرک سے دوسرے شرکاء کی قربانی نہ ہونے کے
محقق ایک سوال وجواب نقل کیا جاتا ہے۔

سوال: اخیر کے شرکاء میں سے ایک شریک بریلوی ہے، جس کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اکرم
ﷺ غیب جاتے ہیں اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، حضور اکرم ﷺ اور اولیاء و صحبہ اللہ تعالیٰ عنہا کل
ہیں، غیب و نقصان پہنچا سکتے ہیں، بیماری اور موت، عزت اور اولاد ان کے اختیار میں ہے، اسی بناء پر
وہ قبول و نذر پر اجماعی حاجات پوری کرنے کے لیے نہیں مانتا ہے اور نذریں اور چلہا سے پیش کرتا
ہے، کیا ایسا شخص بھی شریک ہو جائے تو دوسرے شرکاء کی قربانی ہو جائے گی؟ بیڑا تو جردا

الجواب: ایسا شخص شرک ہے ان کے ساتھ اخیر میں شرک جانتے نہیں جو لوگ اس کے ساتھ

شریک ہوں مجھے ان میں سے کسی کی بھی قربانی نہیں ہوگی۔ (احسن الفتاویٰ ۷/۵۱۰)

یہ حکم ہر بدعتی کا نہیں ہے بلکہ صرف اس بدعتی کا ہے جس کا مذکورہ بالا شرکانہ عقائد ہوں۔ جس بدعتی کے ایسے شرکانہ عقائد نہ ہوں، محض بیچ و خرید یا غیر وہ معاملات انجام دیتا ہو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو بھی شریک نہ کیا جائے تاہم اگر کر لیا تو اس سے دوسرے شرکانہ کی قربانی میں فرق نہیں پڑے گا۔

صیت کی طرف سے قربانی کا حکم:

اگر صیت نے قربانی کی وصیت کی تو اس کے حصہ کا گوشت فقراء کو دینا لازم ہے اس میں سے خود کھانا جائز نہیں اور اگر صیت نے وصیت نہیں کی بلکہ عزیز و اقارب ایسا ہی ثواب کے لیے صیت کی طرف سے قربانی کریں تو اس کا حکم اپنی قربانی کی طرح ہے۔

کما فی الشامیہ ۳۳۸/۵ لو ضحی عن الصیت ولم یثمه بامرہ الزمہ

بالتصدق بہا وعدم الاکل ولان تبرع بها عنه لہ الاکل لانه یفیع علی

صفت الذابیح والذباب للصیت۔ (امداد الاحکام: ۲۳۶/۵)

حاجی پر واجب قربانی کی تحصیل:

حرجی آٹھ تہذیب کو کئی روانہ ہونے سے پہلے کہ گھر سے چھ روزوں والا رہے، ستر یا دو عرصہ متیم، باہر تو اس کے ذمہ حج کی قربانی کے علاوہ مال کی قربانی بھی واجب ہوگی اور جرایبانہ ہو یعنی متیم نہ ہو تو چند سالہ کے ذمہ قربانی واجب نہیں اس لیے مسافر حاجی پر مال کی قربانی واجب نہیں صرف حج تمتع یا قرآن کی قربانی واجب ہوگی۔

قربانی کے بجائے صدقہ کرنا جائز نہیں:

بعض لوگوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ قربانی کے دنوں میں تو بہت جانور ذبح ہوتا ہے ہر ایک کو گوشت مل ہی جاتا ہے لہذا قربانی کے بجائے اگر نقد صدقہ کر دیا جائے تو بہرہ ور کا یہ خیال قطعاً غلط ہے۔ ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں بلکہ قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا ہی عبادت ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم من عمل اس آدم من عمل یوم الفطر احب الی اللہ من

اهراق الدم وانه یسانی یوم القیامۃ بقرونها واشعرها واطلافتها وین

الدم لیفیع من اللہ بمکمل قبل ان یقع بالارض فطیرو بها ففسارواہ

شرعی و اس ماحول (مستحقہ: ص ۱۶۸)

یہاں رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے انوش میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ان دونوں میں یہ ایک کا سب ٹیکوں سے بڑھ کر ہے اور قربانی کرتے وقت ارادہ کر کے وقت خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے تو ان میں سے چھپنے سے پہلے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے تو خوب خوش اور خوب دس نگوں کر قربانی کی کرو۔ (ترمذی)

مذہب قربانی کے بجائے اس رقم کو صدقہ کرنا جائز نہیں کسی نے صدقہ کر دیا تو اس سے قربانی مبرا نہ نہیں ہوگی بلکہ دوبارہ قربانی کرنا لازم ہوگا اگر بلا قربانی فہم ہو سکے تو ایک متوسطہ ٹکرے کی قیمت صدقہ کر دے واجب ہوگی۔

مشت کی قربانی:

جس نے قربانی کرنے کی منت مانی پھر وہ کام پور ہو گیا جس کے واسطے منت مانی تھی تو اب قربانی کرنا واجب ہے اور یہ قربانی بھی قربانی کے انوش میں کرے، ہاں اگر قربانی سے صرف ذبح کرنا مراد ہو تو بعد میں بھی قدر پوری کی جاسکتی ہے اور یہ بھی لازم ہے کہ نہ دیکھ کر قربانی کا گوشت فقراء میں تقسیم کرے، خود استعمال کرے جائز نہیں۔ اسی طرح بالداروں کو کھلائے بھی جائز نہیں۔

(بہشتی دیوار)

غشی جانور کی قربانی کا حکم:

غشی جانور کی قربانی جائز نہیں۔ اس کا گوشت کچھ نہیں ہے یہ گوشت کے اندر عیب ہے اور عیب دار جانور کی قربانی جائز نہیں اس لیے غشی کی قربانی جائز نہیں۔

ولا بالحنسی لان لحمها لا تصح شرح و ہبایہ

فقال الشافعی: وبهذا التعليق يدفع ما اوردہ ابن و ہبایہ من انہ لا

تخلو انما ان ذکیر، او انسی و علی کل نحو (۳۱۶/۵)

اور اگر علامت انرا بھی غالب ہو تو قربانی جائز ہے۔ کیونکہ وہ غشی نہیں۔

(تعداد الاحکام: ۱/۲۷۰)

کمزور جانور کا حکم:

اگر جانور اتنا دہلا ہو جس کی لمبائی میں بالکل کوڑھ نہ رہا ہو اس کی قربانی درست نہیں ہے اور

اتحاد لما شہود، بلے ہونے سے کچھ حرج نہیں اس کی قربانی درست ہے لیکن مرنے کا سبب چاہے تو رکی
قربانی کرنا زیادہ بہتر ہے۔

ولا تحوز السحفاء التي لا تنقي فإِنَّ كَذَابَ مِثْلِهَا مَهْرُومَةٌ فِيهَا

بعض الشحوم حار . (فتاویٰ ہندیہ : ۶/۳۰۰)

بے سنگ جانور کی قربانی:

جس جانور کی پیدائشی سنگ نہیں یا سنگ تو تھے لیکن ٹوٹ گئے اس کی قربانی درست ہے البتہ
بالکل صحیح سے ٹوٹ گئے ہوں تو قربانی درست نہیں۔

وَرَدَ حَتَّى بَلَغَ مَا هِيَ فِيهِ لَا يَرْفُئُ لَهَا خَلْفِيَّةٌ وَكَذَلِكَ الْعِظَامُ .

لَيْسَ فِيهَا بَعْضُ قَرْنِهَا بَلْ كَسَرَ أَوْ حَبَّرَ فَبَيْنَ بَلْعِ الْكُسْرَى الْمَجْ لَم

يَحْرُ . (رد المحتار : ۵/۳۶۵)

قربانی کا جانور گم ہو گیا:

اگر قربانی کا جانور کہیں گم ہو گیا اس لیے دوسرا خرید یا بھروسہ پہلا بھی مل گیا اگر امیر آدمی کو ایسا
اتفاق ہوا تو ایک ہی جانور کی قربانی اس پر واجب ہے۔ دونوں میں سے خواہ کسی کی قربانی کر دے
لیکن اس میں اتنی تفصیل ہے کہ اگر پہلے جانور کی قربانی کرے تب تو خیر اور اگر دوسرے جانور کی
قربانی کرے تو دیکھنا چاہیے کہ وہ قیمت میں پہلے جانور سے کہ تو نہیں کم ہو تو جتنے دام کم ہوں
اسے دام غریبوں کو صدقہ کر دینا مستحب ہے اور اگر غریب آدمی کو ایسا اتفاق ہوا تو دونوں جانوروں کی
قربانی اس پر واجب ہوگی۔ (پیشگی زور)

وَلَوْ ضَلَّتْ أَوْ سَرَقَتْ فَأُشْتَرِيَ أُخْرَى ثُمَّ ظَهَرَ الْأُولَى فِي أَيَّامِ

الْبَحْرِ عَلَى الْمَوْسَرِ دَبِحَ أَحَدَهُمَا وَعَلَى الْفَقِيرِ ذَبَحَهُمَا .

(شرح البدایہ : ۱/۴۴۶)

اکیلا جانور خریدنے کے بعد کسی کو شریک کرنا:

قربانی کے لیے کسی نے جانور خرید اور خریدتے وقت یہ نیت کی کہ اگر کوئی اور مل گیا تو اس کو
بھی شریک کر لیں گے اور مشترکہ قربانی کریں گے اس کے بعد سمجھا اور لوگ بھی شریک ہو گئے یعنی
ساتھ آدھوں کے سات جیسے ہو گئے تو یہ قربانی درست ہے، اگر جانور خریدتے وقت کسی کو شریک

کرنے کی نیت نہیں تھی بلکہ پوری کانے اپنی طرف سے قربانی کرنے کا ارادہ تھا تو آپ اس میں کسی اور کو شریک کرنا بہتر تو نہیں ہے لیکن اگر کسی کو شریک کر لے تو لینا پاپ نہیں ہے شریک کیا ہے وہ آدمی امیر ہے کہ مر یا قربانی واجب ہے یا غریب ہے یا غریب ہے جس پر قربانی واجب نہیں و اگر امیر ہے تو شریک کرنا درست ہے اگر غریب ہے تو درست نہیں۔ یعنی غریب آدمی کے لیے غریب سے ہونے پر جانور میں کسی کو شریک کرنا درست نہیں لیکن اگر کسی کو شریک کر لے تو شریک ہونے والے کی قربانی ہو جائے گی البتہ غریب ہے اس حصہ کا طمان اراہ ہے اس طرح کہ اگر قربانی کے ایام باقی ہوں تو دوسری قربانی کر دے ورنہ دوم رقم صدقہ کر دے۔

وَاَكْلًا لِّمَنْ اشْتَرٰكَ فِيْهَا مِمَّا مَلَكَ يَدَايْهِ وَفِيْهَا لِمَمْلُوْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ اِنْ كَانَ يَدُوْلًا
اَوْ جَمْعًا كُلُّهَا لِلَّذِي رَآهُ يَسْتَكْرِهٖ ۚ اِنْ كَانَ مِمَّا فَرَغَ مِنْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ ۚ وَفِيْ الْعَنِيِّ

اِنَّهُ يَتصدق بِالْبَقِيَّةِ (عالمگیری: ۳۳۷/۵)

قربانی کا گوشت وزن کر کے تقسیم کرنا:

اگر گائے کی قربانی میں سات آدمی شریک ہوئے تو گوشت تقسیم کرتے وقت اندازہ سے تقسیم نہ کرے بلکہ برابر وزن کر کے تقسیم کرے کیونکہ اگر کسی کے حصہ میں گوشت زیادہ چلا گیا تو یہ سونے کے حصہ میں ہو کر تقسیم نہ ہوگا اس زمانہ گوشت کا کھانا بھی ہونا نہیں۔ ہاں البتہ اگر گوشت کے ساتھ سری پائے بھی شامل کر لیے تو آپ اندازہ سے تقسیم کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ سری پائے ہر حصہ میں ہوں۔

وَيُغْفِرُ لِحَرَمِمْ وَزَوْجًا لِّاَلَا يَصْرَفُ اِلَّا لِفَاعِلِهِمْ مَعَهُ مِنْ اَلَا كَلَامٍ اَوْ

الْحَيْدِ (تذکرہ المستعار: ۳۱۰/۵)

تہائی گوشت حدیث کرنا مستحب ہے:

قربانی کے گوشت میں اختیار ہے کہ خود کھائے رشتہ داروں کو کھائے فقراء کو کھائے یا بصدقہ کرے البتہ تہائی گوشت تک حدیث کرنا یہ مستحب طریقہ ہے لیکن اگر کوئی ہر گوشت ہی اپنے گھر میں رکھ لے اس میں بھی کوئی گناہ نہیں۔

وَلَا يَكُلُّ مِنْ لَحْمِ الْاَضْحِيَّةِ وَبِالْاَكْلِ عَنَّا وَنَدَبٌ ۚ اِنْ يَصْرَفَ

مِنَ التَّلْتِ (درمستعار: ۳۲۰/۵)

فقیر پورا گوشت اپنے گھر رکھے:

ان کی غریب آدمی نے قرآنی آیات میں سے منہ زید میں تو اس کے لیے سبب کیا ہے کہ پورا گوشت اپنے گھر رکھے، کیونکہ قرآنی کلام مقدس اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے جانور ذبح کرنا وہ متعدد فوائد حاصل ہو گیا۔

وقد رخص علی ذلک الفقہاء قدوا، وبمسندہ لیس کتاب فقہائیں
ترکھا کثرا، ائمالہ توسعه عظیم

وفوائد عامہ الاسلام: کتاب حکم عن لجام الاحادیث فی فروع
ثلاث المستمع دوار فلول، ای، مسجع، عیسیٰ من الاحادیث، فکما اما
لدا لکم، واطعموا وادعوا، (اخرجه الترمذی رقم: ۱۵۱۰)

تالیف بچے پر قربانی واجب نہیں:

تالیف بچہ اگر مالدار ہو اس پر قربانی واجب نہیں بلکہ اگر وہ ایسی تالیف بچے کے مال سے قربانی
نہ کرے۔

ولیس سلاب ان یصله من مال طفله ورجوعه اس الخیجة قلت
هو من عند لما فی النفس مزاجت الرحمن من انه اصبح ما یفتی به،

(در مختار مع شامہ، ج ۱، ص ۲۸۷)

عشرہ ذی الحجۃ بخیر وغیرہ شکاٹا:

جو شخص قربانی کا ارادہ کرے اس کے لیے سبب یہ ہے کہ ذی الحجہ کے چاند نظر آنے کے بعد
سے قربانی ہو جائے تکہ بم کے مال صاف نہ کرے اور تاخیر وغیرہ نہ کرے۔

فان العلامة لصابونی: کتاب یستحب لیس، ویدان بضحی، الا
بأخذ من شعرة وأظفاره شیتا، إذا دخل العشر الأول، من شهر ذی
الحجة، ناصح عن امیر صلی اللہ علیہ وسلم أنه قال:

"إذا دخل العشر، أي من أول شهر الحجة، وراؤ أحدكم أن
بضحی، فلا يأخذ من شعرة، ولا یفمن ظفرا، أي یفمن أظفاره،

(اخرجه معجم من حدیث، م سنہ ۱۹۷۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو وہ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں ہائی یا غنیمہ نکالے۔ باقی اس غنیمہ کا مستحب ہونا پہلے مذکور ہو چکا ہے۔

وَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى عَلَى سَبِيلِ الْوُجُوبِ . وَإِسْطَاهُ فَالْإِسْتِحْبَابُ .
وَالْحِكْمَةُ مِمَّا أَنْ لَفِي تَكَامُلِ الْأَحْزَاءِ فِي الْفَتَنِ ، تَعْتَنِي مِنْ أَلَمِ
حَيْثُ وَرَدَ أَنَّ اللَّهَ يَعْنِي بِهَذِهِ الْأَصْحَابِ ، أَحْمَدُ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ بَرِّهِمْ .
وَأَنَّ لَهُ سَكْرَ شَعْبَةٍ مِنْهَا حَمْسَةٌ ، وَهَذَا كَلَّمَهُ عَلَى سَبِيلِ كَدِّ
وَالْإِسْتِحْبَابِ

یٰ ذی الامناء الترمذی فی سہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ
قال : " من رأى هلال ذی الحجة ، وازداد أن یفصحی . ولا یأخذ من
شعره ، ولا من أظفاره . "

(أخرجه الترمذی فی کتاب الاحادیث رقم : ۱۵۲۳)

قال الترمذی : وهذا قول بعض أهل العلم . وإليه ذهب أحمد و
إسحاق . ورخص بعض أهل العلم في ذلك ، فقالوا : لا بأس أن
يأخذ من شعره ، وأظفاره ، وهم قول الشافعي ، واحتج بحديث
عائشة ، أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يبعث بالهذلي من المدينة
، فلا يحنث شيئا مما يحنث منه المحرم . يعني أنه يفعل كل شيء
ما ح . ومنها طاعة الدين ونقلهم الأظفار . (حسن ترمذی : ۱۰۶۱۵)

ساتویں حصہ کی نفل قربانی میں چھ ساتھی شریک ہو سکتے ہیں؟

چھ آدمیوں نے مل کر قربانی کے پانچ جانور میں اپنا اپنا واجب حصہ رکھا ساتویں حصہ میں
سب نے شریک ہو کر آنحضرت ﷺ کے لیے نفل قربانی کی نیت کرنی تو یہ قربانی درست ہوگی یا
نہیں اس مسئلہ میں حضرت مفتی عبدالرحیم لاہوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں

وفي الدر المختار قال : ان مات احد السبعة المشركين كبر في
الثبنة وقال الورثة اديحوا عنه وعسكم صبح عن الكل امتحانا لنقص
القربة من الكل ولو دبحوها فلا توفى الورثة ثم يحوزها

(درمختار مع نسبی ۲۰۶:۱۰)

روایت مذکور و فقہیہ سے اقتضا ہا ہا تر معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب ساتواں حصہ دار فوت ہو گیا تو اس کا حصہ اس سے رہا، کو تعلق ہو گیا اور اس حصہ کے درمیان لکھ دیے گئے اور انہوں نے اس ساتویں حصہ کے مالک ہونے کی حیثیت سے قربانی کی اجازت دے دی تو سب کی قربانی درست ہو گئی اسی طرح صورت مسئول میں چھ ساتھیوں نے ساتواں حصہ فریہ کر حضور اکرم ﷺ کے لیے کر یا تو درست ہوا چاہیے، دوسرے خاد سے بھی دریافت کر لیا جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۹۰:۱۰)

بچہ کے حقیقہ کا شرعی حکم:

مذہب حنفی میں حقیقہ مسنون و مستحب ہے (روحی نہیں) اسامی حریقہ ہے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر بدعت اور غزوہ تحریمی کا الزام لگاتا غلہ اور افتراء ہے، مالکیت میں ہے۔
 "یہ انکار حقیقہ نزد امام مالک رحمہ اللہ و شافعی رحمہ اللہ و امام احمد رحمہ اللہ حلت مؤکدہ است اور دایم الزام امام احمد رحمہ اللہ واجب و ترا تمام عظمیٰ رحمہ اللہ مستحب و قول بدعت ہونے پر افتراء است برنامہ امام مالک"

ترجمہ: جانتے ہو حقیقہ امام مالک رحمہ اللہ و امام شافعی رحمہ اللہ نیز امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک حلت مؤکدہ ہے اور امام احمد کی ایک روایت وجوب کی بھی ہے اور امام عظیم رحمہ اللہ کے نزدیک مستحب ہے اور ان کی طرف بدعت کا قول منسوب کرنا حضرت امام ہمام پر افتراء ہے۔

(حبیہ ملاحہ منہ: ج ۱۷۸)

بچہ پیدا ہونے کی خوشی میں شریعہ کے طور پر نیز آفات و امراض سے حفاظت کے لیے ساتویں دن (یعنی بچہ جو کو پیدا ہوا، بھرت کو اور جمعرات کو پیدا ہوا، بدھ کو) لڑکے کے لیے دو بکرا اور لڑکی کے لیے ایک بکرا ذبح کیا جائے اور بچہ کا سر منہ و اکبر بال کے ہم وزن چاندی غریبوں کو صدقہ کر دے، اور لڑکے کے سر پر زعفران لگائے یہ تمام باتیں مستحب ہیں، حدیث سے ثابت ہیں۔
 حضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

عن سعید قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الغلام مرهين

يعفيه عنه يوم اسع ويسمي ويحلق ربه .

(ترجمہ: ۱۰۸۳/۱)

زیر پرچہ اپنے مفقود کے بدل میں سرزد ہو تا ہے لیکن مسافر میں اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اور اس کا نام ملے کر لیا جائے نیز اس کا سر نہ دیا جائے، مردوں کے میت سے مطلب جان کیے گئے ہیں، مثلاً حدیث میں آتا ہے کہ بچہ ہاں باپ کے سے سفارش کرے گا اور وہ ان کا شیخ برکاتین اور حشیت کے وجود حقیقت نہیں لیا اور بھیجی میں بچہ کا انتقال ہو گیا تو ماں باپ کے لیے شفاعت نہیں کرے گا، جو کچھ جس طرح کر دئی رکھی ہوئی ہر کام میں نہیں آتی، یہ بچہ بھی اس باپ کے نکاح میں آئے گا۔

حقیقت کے بغیر بچہ سلاخی نیز ضرورت کے سے محروم رہتا ہے۔ یعنی جب تک حقیقت نہ ہو مرض کے قریب اور محالیت سے دور رہتا ہے۔

حقیقت کے بغیر پڑائی یعنی پلیدی، میل، کچل وغیرہ میں دھا اور مٹائی سے دور رہتا ہے۔ جیسے
مرآۃ الخسرت رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے

مع العلم عقیفة فہو بفوا عنہ دما و امیطوا عنہ الا دی .

(یحیٰی شریف : ۸۹۶/۲)

نیز حدیث شریف میں ہے۔

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ : قال عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الحسن بنسأؤ وقدال ہا غاططۃ احلفی راسہ و تعسفی بزنفہ شعہ فوفقہ فکان ورنہ درحمہ انو بعض النہرہم .

(ترمذی : ۱۰۸۳/۱)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکر ذبح کر کے احکام میں رضی اللہ عنہ کا حقیقہ کیا اور حضرت قحطم فرما کر اس کا سر نہ دیا اور بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کر دی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حیل کی بانوں کا وزن ایک درہم یا درہم سے کچھ کم تھا۔ (حوالہ مذکور)

عن ابی بردۃ یقول کسائی الجعلیۃ اذا وکد لاحدما علام ذبح شاة و اطح راسہ بدمہا فلما جاء اللہ بالام لام کما ذبح شاة و احل راسہ و بطنہ و عصارہ . (ابو داؤد شریف : ۴۷۴۷)

یعنی سنت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں (قبل از اسلام) بچہ یہ کہتا تو ام بھراؤ نکرتے اور اس کا خون بچے کے سر پر لگاتے۔ جب حد قولی نے اسام سے نواز تو بام ساقوئیں ان بھراؤ نکرتے ہیں۔ نیا بچہ کا سر سونہ شے ہیں اور اس کے سر پر روفران لگاتے ہیں۔ (حوالہ مذکور)

عن ام کبر رضى الله عنها قالت سمعت - يقول صلى الله عليه وسلم عرس الغلام ثلاثان وعن الحارث بن ابي اسلم قال لا يصبر كذا ذكرنا ان ابن ام اسلم (ابو داؤد : ۳۶۹/۹)

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا عقیقہ میں لڑکے کے لیے دو گھرے اور عزی کی طرف سے ایک بکری ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ بکرا ہو یا بکری۔

(مساجد اور فتویٰ رحیمیہ قدیم : ۹۰/۱)

حقیقہ کی مدت:

حقیقہ کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ ساقوئیں روز کیا جائے ہیں۔ کہ گزشتہ فتویٰ میں حدیث نمبر 1 میں آیا ہے کہ اگر ساقوئیں روز نہ ہو تو چودھویں روز یا اکیسویں روز کرے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ حقیقہ کے جانور کو ساقوئیں روز ذبح کیا جائے چودھویں روز یا اکیسویں روز۔ (طبرانی) بہت سے علماء نے ساقوئیں دن کی خود ار کا لحاظ کرتے باطل ہوئے تک مدت کسی ہے اور بہت سے علماء نے کسی مدت کی قید نہیں لگائی ان کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی بچاس برس کی عمر میں حقیقہ کیا ہے مگر یہ روایت صحیح نہیں ضعیف ہے نیز یہ ایک مجبوری کی صورت ہوگی یہاں پر تو بلا حذر مہینوں بلکہ برسوں تک ڈالتے رہتے ہیں اور عمر میں کسی کی شادی عقد وغیرہ رواج کی راہ دیکھتے ہیں اور ساقوئیں دن کا لٹو بھی نہیں ہوتا اس کے خلاف مستحب ہونے میں کس کو انکار ہو سکتا ہے؟ حقیقہ خود مستحب ہے اور اس کو مستحب طریقہ سے ذاکر تا چہ لہذا ساقوئیں دن حقیقہ کرنا بہتر ہے نہ ہو سکے تو چودھویں یا اکیسویں روز کرے بغیر کسی مجبوری کے اس سے زیادہ؟ خیر نہ کرے۔

(مساجد اور فتویٰ رحیمیہ قدیم : ۹۱/۱)

حقیقہ کی دعا:

حقیقہ کے جانور کو ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھے:

اللہم هذه عقیقة اسی . (سید ولد) ذمہا دہمہ و عقیقتها
 و حبلہا بحبلہم و شعرہا بشعرہ اللہم اجعلہا فداء لاسی (اسم ولد)
 نوٹ : ترکی کا حقیقہ ہو تو ضمیر کو بچائے ذکر کے سونٹ بنادے ۔ چھوٹے ۔ الیہ ہدہ عقیقة
 بنی (ترکی کا اسم) ذمہا بدہما و عقیقتها بمعطیہا و حبلہا بحبلہا و شعرہا بشعرہ
 ندہم اجعلہا فداء لیسى (ترکی کو نام) والدہ کے علاوہ دوسرا کوئی آدمی تو بخ کرے تو اپنی یا اپنی
 کی جگہ پر ہو اور اس کے باپ کا اسم لے ۔ دعا مذکورہ کے ساتھ اسی : حوت سحر اس
 المسلمین تک پڑھے اور غلہم سنک و لک پڑھ کر ہم اللہ افدا کبر کہ کر دینا کرے ۔

حقیقہ کی نیت سے خریدا ہوا جانور :

جو جانور حقیقہ کی نیت سے خریدا گیا ہے اس کا حقیقہ ہی کرنا ضروری ہے یا اس کو کسی اور کام
 میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقہ کی نیت سے جو جانور خریدا گیا ہے اس
 کا ذبح کرنا واجب نہیں ، جس کام میں چاہیں لے آئیں ۔

لأن الشراء بنية العقیقة وإن كان بمعی النذر وتكن بشرط
 لانقاذ النذر أن يكون المنذور عبادة مقصودة .

قال فی النذر : و كان من جنسه و احب ای عرض کما یصرح به
 تبعاً للبحر والدرر . و هو عبادة مقصودة اهـ .

قال الشامی : للضمیر راجع للنذر بمعنی المنذور الی أن قال
 فهذا صریح فی أن الشرط کون المنذور نفسه عبادة مقصودة لاما
 كان من جنسه اهـ .

(۱۰۴/۳)

وفی تمقیح الفتاوی النعمانیة : ثم إذا أود أن یعن عن الولد فانه
 یدفع عن الفلألام شاتین وعن الحارۃ شاة لانه إنما شرح للسرور
 بالمولود و هو بالفلام اکثر اهـ . (۲۱۶/۲) و هذا يدل علی کثرها
 عبادة غیر مقصود فانهم .

(ماحوذ بمذاد الاحکام)

باب النذر

مت مانے کا بیان

کسی شخص نے ایسی بات کی نذر دینی جس کی جہش سے فرض یا واجب عبادت ہے اور جس کا کرنے سے نذر دینی قحی و کاسم چرایا ہو تو یہ واجب مت کا پورا کرنا واجب ہے اگرچہ وہی نہ کرے تو نذر غایب ہوگا۔

یعنی: ﴿لَا يَصِحُّ اِنْصَادُهُ بِجَهْدِ النَّدْرِ رَحِمَهُ﴾

(صحیح - ۲۹)

اور پابندی کرنے کی سبب تکمیل ضرور کریں اور اپنے واجبات کو پورا کریں۔ (خواہ نذر سے قریبی وغیرہ واجب نہ ہو یا باوجود غیبت و غالی نہ ہو واجب ہیں)

وروی البخاری عن اس عمر رضی اللہ عنہ قال: يا رسول الله!

لبي سبغت في السجدة ان تنكح، لبي في المسجد حرام فافان!

حلى الله عليه وسلم: انك فتنك. (مسند احمد بخاری - ۱۵۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اوم سبغت میں نذر دینی قحی کہ مسجد حرام میں ایک راستہ اعتکاف کروں گا تو میں اللہ سے کہتا ہوں کہ اگر میں نے نذر پوری کرے۔

وقوله عليه السلام: من اراد ان يصبع ثوبا فليطعمه ومن فتنك

بدمية فلا يصعه (مسند احمد بخاری - ۱۵۹)

میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جس سے تم بات کی نذر دینی و نذر پوری کرے اور

جس نے تمہاری نذر دینی نہ کرے۔ (یعنی اس نے تمہارا حجاب نہ کرے)

نذر کی شرائط:

نذر معتقد ہونے کے لیے چند شرائط ہیں ان کے بغیر نذر معتقد نہیں ہوگی۔

۱۔ جس چیز کی نذر دینی ہے وہ عبادت مقصودہ ہو، جیسے نماز روزہ صدقہ وغیرہ۔

۲۔ لہذا کسی مکہ کی نذر ماننے سے وہ نذر معتقد نہ ہوگی۔

لعمري له عليه السلام: لا من نذر ان يصبع ثوبا فليطعمه ومن فتنك

محبوبہ فلا محبہ (رواہ البخاری)

۳۔ دینہ بطور کچھ میں یہ عقد انوکھی نذر ہے۔ نذر لاکھ درہم صدقہ کرنے کی
نذر دہ صرف ہزار درہم کا مالک ہے تو اس پر صرف ہزار درہم صدقہ کرنا لازم ہوگا۔

لفظہ علیہ السلام: ولا ولاء لغيري محبہ، ولا عهد لا سلطان
العد (آخر حصہ رقم ۱۶۹۱ میں کتاب النحر)

۴۔ دو عبادت نذر سے پہلے اس کے اس شرعاً لازم نہ لہذا اگر کوئی عبادت نذر کرنے کو
میں میرا اہل کام نہ جائے تو حج فرض ادا کروں گا تو یہ نذر معتقد نہ ہوگی اس کے ذمہ کچھ بھی لازم
نہیں ہوگا۔

۵۔ یہ بھی ضرور دیکھ لیں کہ جس نذر کی نذر دہائی ہے اس کی مجلس سے رجب ہو۔
وہی شرح الترمذی فی التفسیر: ومن نذر نذر مطلقاً او معلقاً
بشرط او حال من حبسہ و احب۔ اسی فرضی کما سیفیرج بہ تعاداً
لنحر و النذر، و هو عبثہ منصرفاً، اسی۔ فوله ان لا یكون
معتصیہ لہ نہ فصیح نذر، یوم یوم النحر لانه لغيره و ان لا یكون واجباً
علیہ قبل النذر فلن نذر حجة الاسلام نہ یزعمہ شیء غیرہا و ان لا
سكون بہ الترمذی اکثر مما یملکہ منکال غیرہ، فلو نذر التصدیق باللف
ولا یملکت لأمانة ترمذی لمانہ فقط، حلالا انتھی۔

(رد فسخات: ۳/۷۳۷)

دائی روزہ کی نذر میں بوقت بخر قد یہ ہے:

کسی شخص نے نذر کی کہ میں مرتے دم تک ہمیشہ روزہ رکھوں گا، اب یہ شخص بیماری یا بڑھاپے
کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قادر نہیں رہے گا، یہ شخص فہم یہ دیتا ہے، فہم یہ کہ بھی حالت نہ ہو تو استنثار
کرنا ہے۔

فان فی شرح الترمذی: فی آخر کتاب الصوم نذر صوم رجب
(السی قولہ) او صوم الابد فضعف لاشتغاله بالجمیئة انظر و کفر کما
مر، و فی الشامی (قولہ و کفر) اسی فدی (فوله کما مر) اسی فی

تشیع الحاسی من آت، بعضہ کالفصد (رد المحتار: ۶/۲) وفي بيان
شرح التوير ولو مار حرم لا يذ. ذاك ليعذر عدي، وفي التامية:
(فريقه ماكن لعذر) وكذا لقوله: (قوله عدي) في لكل يوم ۳ صغ
صاغ من روي صاحب من شهبو ان فم: فم مستمر لله تعالى كما مر.

(رد المحتار: ۳/۳) (سأعود في احسن الفتاوى: ۱۰۷/۱۷۷)

نذر میں زمان و مکان وغیرہ کی تعیین صحیح نہیں:

اگر کسی شخص نے نذر کی کہ فلاں چیز فقیر کو دوں گا اب، چہ فقراء عدیت یا کسی اور جگہ کے
فقیر کو بھی، بے سکہ بے پائیس، اس بارے میں کا عدویہ ہے کہ نذر میں کسی زمان یا مکان یا فقیر کی
تعیین کی تو یہ تعین نذر پر لازم نہیں ہوتی، کسی دوسرے وقت میں یا دوسرے مکان میں یا دوسرے
فقیر کو دینے سے بھی نذر اداء ہو جاتی ہے، اسی طرح اگر نذر میں کوئی چیز تعیین کر دی کہ فلاں چیز
دوں گا تو تعین کیا چیز دینا لازم نہیں بلکہ اس کی قیمت کے برابر نقدی یا کوئی دوسری چیز بھی بے سکہ
ہے۔

قال في العلانية والنذر لا يختص بزمان ومكان ودوم ومغير ولو
نذر للتصدق يوم الجمعة بسكة بهذا الشرع على فلاں مخالف سار.

(رد المحتار: ۶/۱۴۷)

قرآن خوانی کرانے کی نذر جائز نہیں:

اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو قرآن خوانی کر اؤں گا اب کام ہوئے پر
قرآن خوانی کرنا لازم نہیں کیونکہ قرآن خوانی کی حروف جمعہ بعد است اودا جائز ہے اس لیے اس کی
نذر کرنا جائز نہیں۔

قال في شرح التوير وفي البحر وشرائطه خمس فرائد لا يكون
معصية لئلا يفسد نذر يوم النحر لأنه لغیرہ، وفي التامية قال في
الفتح واما كون المنذور معصية بمح انعقاد النذر فيجب ان يكون
معصية اذا كان حرما لعين او ليس فيه جهة قريبة فان المنعجب ان نذر
صوم يوم العيد يفسد ويحب الوفاء بصوم يوم غيره ولو صامه شرح

عن العبد العبد . (یعنی قولہ) ان ما كان فيه حجة العبادة يصح ظنر به
لما مر من انه يلزم التوابع ما يلزم من حيث هو غربة لا بكل وصف
الغربة به فصيح التزم القصر من حيث هو صوم مع الغاء كونه في يوم
العبد الخ . (رد المحتار : ۶۹/۳)

حقیقت مذکور سے ثابت ہوا کہ گرام الفیر کی تہرہ مستحق ہو جاتی ہے مگر اس کا ایفاء بطریق مباح
واجب ہے۔

سچید اقرآن خوانی خواہ بطریق مباح ہی کیوں نہ ہو اس کی تہرہ مستحق ہی نہیں ہوتی۔ اس لیے
کہ اس کی مجلس سے کوئی فرد فرض یا واجب نہیں۔ البتہ خود قراءۃ قرآن کی مجلس سے نماز میں تلاوت
غرض ہے مگر قراءۃ قرآن عبادۃ مقصودہ نہیں۔

قال في العتائنة ولو نفر التسيحات دهر الصلوة لم يلزمه . وفي
الشامية وكذا لو نفر قراءۃ القرآن وعطلة الضماني في باب
الأعتكاف بانها الصلوة وفي العتائنة ولو قال على الطواف بالبيت
والسعي بين الصفا والمروة أو على أن قرأ القرآن أن فعلت كذا لا
يلزمه شيء العهد قلت وهو مشكل فإن لفراءۃ عبادۃ مقصودة ومن
حسنها واجب وكذا لطواف فرائض عبادۃ مقصودة أيضاً ثم رأيت في
لياب المسائل قال في باب التواضع الاطواف بالحامس طواف الفير
وهو واجب ولا يختص بوقت فهذا صريح في صحة الفير به .

(رد المحتار : ۷۰/۳)

نماز کے بعد تسيحات کی تہرہ کا حکم:

اگر کوئی شخص نماز کے بعد تسيحات کی تہرہ مانے تو اس تہرہ کو پورا کرنا لازم ہے یا نہیں اس میں
تفصیل ہے۔ احسن التعلیقی سے ایک سوال و جواب نقل کیا جاتا ہے جس سے تفصیل واضح ہو
جائے گی۔

سوال: ایک سہولی صاحب نے بتایا کہ نماز کے بعد جو تسيحات پڑھی جاتی ہیں اگر کسی نے یہ
تسيحات پڑھنے کی تہرہ کی تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں اور اگر درود شریف کی تہرہ کی تو واجب ہو

جانتی ہے، مولانا شرمیہ کا کہنا ہے کہ انہوں نے یہ نازل بھی ہے "اس کی سچائی کے قریب قریب ہر طرف سے"۔

جواب تہیجات اور مرد و شریف میں یہ فرق شامل ہے جس میں نہیں اور غنی رکھنے سے، امام شافعی نے اسے
البتہ قویٰ نے نماز تہیجات کو بھی واجب الادا قرار دیا ہے۔ صحت نماز کے لیے نماز کا عبادۂ مقصود،
ہونا اور اس کی مجلس سے کسی فرد کا فرض یا واجب ہونا شرط ہے۔ نماز کے بعد والی تہیجات عبادۂ
مقصود، جس اور یہاں حکما تہیجات تخلیفہ تحمید الخیر کو بھی شامل ہے اور تحمید نماز میں سورۃ فاتحہ کی
ابتداء میں فرض ہے اور تحمید ابتداء نماز میں فرض ہے اور تحمید اللہ تعالیٰ عنہ و تحمید اللہ تعالیٰ عنہ واجب
جس میں اس سے ان تہیجات کی نماز بھی ہے۔ اسی طرح مرد و شریف عبادۂ مقصود ہے اور عمر بھر میں
ایک بار فرض ہے۔ اس لیے اس کی نماز بھی صحیح ہے، البتہ نماز تہیجات میں اگر "نماز کے بعد" کی قید
نہیں لگائی تو یہ نماز واجب نہیں، اس لیے کہ اس موقع پر لغت تہیجات تحمید الخیر کو شامل نہیں بلکہ
صرف تسبیح ہی مراد ہے اور ضمن تسبیح میں کوئی فرد فرض وہ واجب نہیں۔

فمن هي شروح التفسير غير الفنية لو نظر الشبهات في درء الفتوة لم
يلزمه ولو نادى على علي بن أبي طالب صلى الله عليه وسلم كان يوم كذا
تزمه وقيل لا، وقال العلامة ابن عابد بن رحمه الله تعالى: (قوله ولو
منه في التفسير حديث) الحق مراده التصحيح والتجويد والتكبير ثلاثاً
بإحدى الثلاثين في كل وأطلق على الجميع تسميةً تليقاً بتكبيره سابقاً وفيه
فائدة أنه ليس من جسمها وأحب ولا مرض وفيه تكبير
لذلك وفي واحد على المعنى به وكذا تكبير الأعراف وتكبيرات
المعبدات هي صحة التفسير به بناء على أن المراد من الواجب هو
ما هو مطاع فثبت لذكره الضراح ليس عبارة الفنية وعبارتها كما
في البحر وهو نداء يقول دعاء كذا في ذكر كل صلوة عشر مرات لم
يصح (قوله تزمه) لأن من حسبه فرضاً وهو الصلوة عليه صلى الله
عليه وسلم مرة واحدة هي الفجر وتجب كل ما ذكر وإنما هي فرض
عملي فإن حقه عليه يعلم أنه لا يشترط كون العرض متعلقاً (قوله وفي

(۱) لعل و جہہ انصرط سکبہ المرص نقدی (رد المحتار: ۷۰/۳)

(۲) انصرط نقدی (رد المحتار: ۷۰/۳)

نذر ذبح میں قیمت کا تصدق جائز ہے:

ایک شخص نے نذر مالی کہ میرا لالہ نام ہو مجھ سے تو یہ لکراؤں گے گوشت ذبح میں تقسیم کروں گا تب کام ہوتے پر لکرا ہی ذبح کرنا ضروری نہیں بلکہ اس نذر سے کہ قیمت کا تصدق بھی جائز ہے کیونکہ انصیہ کے سوا نذر ذبح سے نذر تصدق تم مقصود ہے۔ اور نہ نفس ذبح کی نذر صحیح نہیں۔ اس لیے کہ انصیہ کے سوا ذبح حیوان عبادت مقصود نہیں، جب ذبح مقصود نہیں بلکہ تصدق تم مقصود ہے تو اس سے جہت ہوا کہ ذبح حیوان واجب نہیں، بلکہ اختیار ہے چاہے یہ نذر ذبح کرے گوشت تصدق کرے یا لکراؤ نذر تصدق کر دے یا اس کی قیمت عمدہ کر دے یا قیمت کے برابر دوسری چیز۔

قال فی شرح الشوہر سہ ما ینصدق بعشرۃ ذواہم من النذر

فتصدق بمعبرہ مختار ای ساوی العشرۃ کتصدفہ شتمہ .

(رد المحتار: ۷۱/۳)

یعنی اس شخص نے نذر مالی کہ میں درہم کی روٹی صدقہ کرے گا۔ پھر روٹی ہے۔ یہ ہے اس درہم کے چاول صدقہ کر دے یہ بھی جائز ہے جیسے روٹی کی قیمت صدقہ کرنا جائز ہے

فائدہ: بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نذر میں زمان، مکان اور درہم و فقیر و غنی روٹی نہیں سے نذر ان قود سے شخص نہیں ہوتی، اس پر اشکال ہوتا ہے کہ فقیر نے قربانی کی نیت سے چاہا کہ خیر اچھا نیکم نہ رہو سنے کی وجہ سے بیچارہ اسی چہ نور کی قربانی اس پر واجب ہے بعد ازل کرنا جائز نہیں۔ اس صورت میں اختصاص نذر کیوں ہوا؟

جہ الفرق یہ معلوم ہوتی ہے کہ نذر تحویہ میں فعل منہ و درہم ذبح کا ارضی یہ ان میں پڑتا ہے یا اور نذر تصدق میں کسی میں فعل منہ و درہم یعنی تصدق کا کوئی ارضی نہیں پایا جاتا۔

(۳) ما سجدہ لہ احسن نذرہ

شیرینی تقسیم کرنے کی نذر:

کسی نے نذر مالی کہ میرا لالہ نام ہو چاہتا تو بچوں کو شیرینی تقسیم کروں گا تو کام چھرا ہوا ہے۔

یہ شیرینی تقسیم کرنا واجب ہے بختمہ الفاظ لغز میں بچوں میں سے انبیاء کی تخصیص نہیں، اس لیے یہ انبیاء و آخراء سب کو شامل ہے اور تصدق علی الفقیر مباحات مقصودہ ہے، لہذا لایزال صحیح ہے اور واجب ۱۰۱۱ء ہے اور الفاظ لغز میں نہ تو شیرینی کی کوئی مقدار یا قیمت متعین کی گئی ہے اور نہ ہی بچوں کی تعداد بیان کی گئی ہے، اس صورت میں اطعام عشرۃ مساکین واجب ہے، یعنی مقدار صدقۃ الفطر سے دس گناہ زیادہ گیسوں یا اس کی قیمت کے برابر نقد کی یا کوئی دوسری چیز صدقہ کرنا واجب ہے خود ایک مسکین کو دے یا متعدد کو بہر صورت نذر ادا ہو جائے گی۔

قال العلامة المحقق فی رحمۃ اللہ تعالیٰ: قال غنی مدر و لم یرد علیہ ولا ینبغی لہ فعلیہ کفارة یسین ولو نوى صیامها بلا عدد لزمہ ثلاثة ایام ولو صدقة فاطعام عشرة مساکین کلفطرة، وقال العلامة من عایدین رحمۃ اللہ تعالیٰ (قوله لزمہ ثلاثة ایام) لان ابحاث الحد معتبر بابحاث اللہ تعالیٰ وادنی دلت فی فصیام ثلاثة ایام فی کفارة الیسین سحر عن قولو الحجة (هوہ ولو صدقة) ای بلا عدد (قوله کالفطرة) ای نکل مسکین نصف صاع برو کذا یو قال نقہ علی اطعام مسکین لزمہ نصف صاع بر استحسانہ ان قال نقہ علی ان اطعم المساکین علی عشرة عدد ای حیطة رحمۃ اللہ تعالیٰ صح۔

(رد المحتار: ۶۲/۳)

وفی شرح التوہد بشر کفراء مکة حار الصرف بفقراء عمرہا لما نقرر فی کتاب الصوم ان الدر غیر المعلق لا یختص بشیء نذر ان تصدق بعشرۃ درہم من الخبز فتصدق بغیرہ حازان ساوی العشرۃ کصفہ نیمہ، وفی المناہیہ تحب (قوله لما تقرر فی کتاب الصوم) فلت و کما لا ینبغی للفقیر لا ینبغی لحدہ فقی الحالیۃ ای زوجت بنی فاعلم درہم من مالی صدقة لکل مسکین درہم فزوج و دفع الالف لای مسکین حمله حاز۔ (رد المحتار: ۶۲/۳)

(سعودی از أسس الفرائض: ۱۸۳/۵)

نذر سق میں میضہ التزام ضروری نہیں:

نذر سق میں میضہ التزام ضروری ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں احسن الفتاویٰ ۴۸۴/۵ سے ایک سوال و جواب نقل کیا جاتا ہے:

سوال: نذری کی بھینس کا پاؤں گرگ میں پھنس گیا، نہ نکل سکے، نہ یہ سنے کہہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری بھینس کا پاؤں صحیح سلامت نکل جائے تو دس روپے اللہ واسطے دوں گے، صرف اللہ واسطے کا لفظ کہہ، مست یا نذر وغیرہ کہو نہیں کیا تو نذر کے حکم میں ہے یا غلطی صدقات کے حکم میں ہوگا؟

جواب: تو جروا

جواب ایسے الفاظ عرفانہ ذکر کیسے مستعمل ہیں، اس لیے یہ نذر لازمہ اور واجب التصدیق ہے۔

فان الأيمان مبني على العرف، وقال في العلانية فإن الأيمان مبني

على العرف فما تعودت الحلف به فبمين وما لا هلا .

(رد المحتار: ۵۲/۳)

والنذر في حكم اليمين كما في الشامية تحت (قوله ومن نذر

نذراً مطلقاً) واما ذكروا النذر في الايمان لما يأتى من انه لو قال

على نفرو ولائبة له لزمه كفارة و مر في آخر كتاب الصيام انه لو نذر

صوماً فإن لم يفر شفا أو نوي النذر فقط لو نوي النذر وإن لا يكون

بميناً كان نذراً فقط وإن نوي اليمين وإن لا يكون نذراً كان يميناً

وعليه كفارة أن افطر وإن سواه أو نوي اليمين كان نذراً و يميناً حتى

لو افطر قضى وكفر و مر هناك الكلام فيه. (رد المحتار: ۶۸/۳)

و ايضاً فيهما (قوله لان التذبح ليس من جنسه فرض الخ) هذا

التحليل لصاحب البحر و بنا فيه مبنی للبعانية قال ان تركت من مرضي

هذا ذهبت شاة فیری لا یزومه شیء إلا ان یقول قلله حتی ان یذبح شاة

احد . وهي عبارة من الدرر و عللها فی شرحه بقوله لان اللزوم لا

یکون الا بالنذر و انزال علیہ الثاني لا الاول احد فلو كان عدم «صححة

لنكون الصیفة المذكورة لا تدل علی النذر ای لان قوله ذهبت شاة

[illegible]

1944-1945

تبلیغ میں جانے کی ضرورت نہیں:

میں نے نہ رانی کہ میرا فلاں کام ہو گیا تو یہ ایسے دن تبلیغ میں جاؤں گا کہ تو کام کرنے پر اس نذر کو پورا کرنا۔ جب تمہیں کیونکہ سب سے بڑے آپ یہ شرط ہے کہ نذر و عہد جو مقصد وہ تبلیغ عزت و شہرت نہیں اس لیے یہ نذر مستحق نہیں ہونی، اس کا ایسا راہب نہیں جانتا ہے۔

فإن في السهمين من نذر مدرك مطلقاً أو مطلقاً شرطاً، وكان من
جانبه من جهة أخرى عبارة مفصلة ورواية شرطية لزمه النادر.

(رد المحتار، ج ۷، ص ۷۸۷) (مجموعه آرای احکامی، ج ۱، ص ۱۸۷)

باقی جتنا واجب نہ ہو گئے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جائز کوئی مقام کا کام ہے، بلکہ مناسب یہی ہے کہ کام پر لازمہ و القوت ہمارا، دیکھی جی را کر ہے۔

عمر سعد بن مسعود کی خدمت میں

[illegible]

مٹی اگرچہ مسکن کی نیت اور تصریح نہ کرے اس طرح اگرچہ نذر کی کس اور طوائف کام ہو جائے تو یہ
کھائے ذبح کر کے اللہ کے سامنے دوں گا تو یہ نذر بھی صحیح ہے اور معتقد ہے کہ نذر صرف اللہ کو مست
کے صدق کی ہوئی اور تصریح میں نیت شرط نہیں البتہ شخص ان غفلتوں سے کہ یہ کام ہو یا تو کھائے ذبح
کروں گا نذر کا اعتقاد اس وقت تک اقرار کے خیال میں نہیں ہوگا۔ جب تک ان الفاظ سے اس کی
نیت گوشت صدق کرنے کی نہ ہو۔ (ماخوذ از امداد المفتین صفحہ ۷۲۹)

نذر ماننا پسندیدہ عمل ہے:

انسان جب کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے یا کسی مشکل میں پھنس جاتا ہے تو نذر ماننا ہے کہ یہ
تکلیف یا بیماری دور ہو جائے یا یہ مشکل حل ہو جائے تو فلاں چیز صدق کروں گا اب اگر اس کو صحت
حاصل ہو جائے تو اس پر نذر چربی کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

الفہرہ نعالی: ﴿وَلَوْ نَزَّلْنَا ذُوقُوا عَذَابَكُمْ يَوْمَ تَكُونُ الشَّرْطُ

مستغیر﴾ (سورۃ النہر ۷۰)

یعنی چور کرتے ہیں صحت کو اور ذائقہ دیتے ہیں اس دن سے کہ اس کی برائی بھولنے پر سے کی البتہ
یہ یاد رکھنا چاہیے کہ شرعاً پسندیدہ عمل یہ ہے کہ ایسے موقع پر صدق کو نذر کے ذریعہ مطلق کرنے کی
بجائے نذر صدق غیر است کیا جائے تو یہ استغفار کا اہتمام کیا جائے اللہ تعالیٰ سے: ہمارے جانے نذر
ماننا شرعاً پسندیدہ عمل ہے رفیع بلا میں اس نذر کا کوئی عامیہ عمل نہیں۔

لساورد فی الصحیحین عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ قال:

لَا تَسْتَفِرُّوا فِرَانًا تَسْتَفِرُّ لَا بِمَقْدَمِ شَيْئٍ وَلَا بِوَسْرَةٍ وَإِنْ الْبَدْرُ لَا بِأَنْ يَخْبِرَ

وَأَنْتُمْ بَعْدَ تَخْرِجِ بِهِ مِنْ التَّحْيِيلِ۔ (اندرجہ البخاری: ۱۵۷/۴ مسلم

رقم ۱۶۱۰ باب النہی عن التفسر وإنه لا یرد شیئاً)

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نذر ماننا کرو کیونکہ نذر کی وجہ سے جو چیز تقدیر میں
مؤخر ہے مقدم نہ ہوگی اور جو مقدم ہے وہ مؤخر نہ ہوگی اور نذر سے کوئی خیر حاصل نہیں ہوگی اس
کے ذریعہ تو فقط بھل سے مٹا نکلا جاتا ہے۔ (بخاری)

ولی کے نام پکراؤ ذبح کرنے کی نذر ماننا:

غیر اللہ کے نام پر نذر ماننا حرام ہے اس صنف و رکا استعمال کرنا اس سے کسی قسم کا استفادہ بھی

حرام ہے اس کے بارے میں ایک اہم سوال وجواب نقل کیا جاتا ہے:

سوال: ایک شخص نے اس طرح نذر مانی کہ "اے بزرگ میرا گھلاں کام ہو جائے گا تو میں آپ کے نام پر بکرا ذبح کروں گا آپ کے حزر پر اٹا فکوں گا۔ پھر اس کا کام ہو گیا تو اس نے حزر پر بکرا ذبح کیا اور خود کو کئی گھنٹے ملا لگا یا اس کی بیوی اس کے ساتھ حزر پر نہیں جا رہی تھی لیکن اس کو بھی بڑبڑتی لے گیا، اب سوال یہ ہے کہ کیا توری سلطان رہا نہیں؟ اس کی بیوی سے اس کا نکاح نوٹ کیا جاتا ہے؟ اگر نکاح نہیں رہا تو کیا وہ بارہ نکاح کرنا ہوگا؟ اگر نکاح نہیں رہا تو ایسے آدمی کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ کیا اس طرح کی نذر اور منت ماننا حزر پر بکرا ذبح کرنا بخود کو لگانا جائز ہے؟ بیڑا تو بڑا۔

جواب: صورت مسئلہ میں نذر صحیح نہیں کہ یہ امور معصیت ہیں اور معصیت کی نذر منعقد نہیں ہوتی اس نذر کا پورا کرنا جائز نہیں بلکہ حرام میں ہے:

وإن لا یحکون معصیۃ للذاتہ . (در مختار: ۹۲/۲)

یعنی نذر منعقد ہونے کی شرط یہ ہے کہ گناہ کی نذر نہ ہو۔

شدھر اسحاق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سوال چھل و حجم: نذر کروں یا میں طور کہ اگر حاجت من برآورد بزرگاہ و فلاں ولی امی قدر از نقد و پنس معام پختہ بر سامن رسانم یا تمام و شاں بکمل کنا نم چه حکم دارد۔ چہ نر یا گناہ کہ نام مذکور؟

جواب: نذر کروں یا میں طور کہ اگر حاجت من خدا میرا روبرو فلاں ولی امی قدر از نقد و پنس طعام پختہ بر سامن درست نیست زیرا کہ در نذر کردن خدا کے تعالیٰ چند شرط است اگر ہمہ تحقیق شوند نذر نا لازم می شود والا لازم نیست۔۔۔ البی قولہ۔ چہ نام؟ نذر مذکورنی نفسہ مذکورہ باشد اگر گناہ و خواہ شد اصلاً و نذر کردن بر لازم نخواہد شد چنانچہ در فتاویٰ عالمگیری مرقوم است الأصل ان الله رالاصح

الا بشرط۔۔۔ البی قولہ۔ و الرابع ان لا یحکون المعصیۃ باعتبار نفسه انھی چون از میں عبارت معلوم شد کہ در نذر کردن چند شرط ضرور است، پس در سوال کہ مرقوم است کہ بزرگاہ و فلاں امی قدر طعام پختہ بر سامن رسانم یا تمام و شاں بکمل کنا نم چه حکم دارد؟

الج۔ (معلقہ مسائل ص: ۸۱ تا ۸۴ غلامی)

ترجمہ: سوال چھل و حجم: اس طرح ماننا کہ اگر خدا میری حاجت برآورد فلاں ولی امی قدر از نقد و پنس

مزار پر اس قدر نقدی اور کھانا پہنچاؤں گا یا ان سے تاحی تکل لگاؤں کیسا ہے؟ جائز ہے یا مکناہ ہے؟ اگر مکناہ ہے تو کس قسم کا مکناہ؟

جواب۔ اس طرح منت ماکا کر اگر خداوند تعالیٰ میری حاجت بر لائیں تو فلاں ولی کے مزار پر اس قدر نقد و جنس اور کھانا پہنچاؤں جائز نہیں اس لیے کہ خدا تعالیٰ کی منت ماننے میں چند شرطیں ہیں اگر تمام شرطیں پائی جائیں گی تو نذر لازم ہوتی ہے ورنہ نہیں۔ الی قول۔ چونکہ شرط یہ ہے کہ جو چیز منت میں آئی جائے وہ فی نفسہ مکناہ نہ ہو اگر وہ فعل مکناہ ہو تو منت کا پورا کرنا اس پر بھی لازم نہ ہو گا چنانچہ خدا کی عاصیگری میں ہے۔ تاہم یہ ہے کہ نذر بھیج نہیں ہوتی ہے مگر چند شرطوں کے پائے جانے پر۔۔۔ الی قول۔ چونکہ شرط یہ ہے کہ منت ذریعہ مکناہ نہ ہو۔ انہی۔

جب اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ نذر ماننے میں چند شرطیں ضروری ہیں تو سوال میں جو صورت مرقوم ہے کہ فلاں ولی کے مزار پر اس قدر کھانا پہنچاؤں گا مزار پر کھانا پہنچانا عبادت نہیں ہے اس لیے اسی صورت میں نذر بھیج نہ ہوگی اگر اس طرح کہا جائے کہ اگر خداوند تعالیٰ میری حاجت بر لائیں تو فلاں مزار کے فقیروں اور مجاہدوں کو کھانا کھلاؤں گا تو نذر بھیج ہو جائے گی اور اس کی وفاق لازم ہوگی لیکن فقراء و مجاہدوں کی تخصیص نذر کے پورا کرنے میں ضروری نہیں جس فقیر کو بھی دے دے گا نذر پوری ہو جائے گی اور اگر اس طرح کہے کہ اگر میری حاجت بر آئے تو فلاں ولی کے لیے یا فلاں ولی کے ام پر اس قدر نقدی و غیرہ دوں گا تو ایسی منت ماننا بلا جہاد باطل ہے بلکہ واکھانا حرام ہے چنانچہ مستتر کتابوں کے حوالہ سے لکھا جائے گا اور اسی قسم سے ہے اگر یہ کہے کہ یہ چیز اس ولی اور سید کے نام کی ہے (تو یہ بھی حرام ہے) لکھا گیا ہے کہ میں اس قدر مال اب قبر پر ماننے ہیں کہ صلاہ کی قبر پر جاتے ہیں اور غلاف اٹھا کر مٹکایا کہتے ہیں کہ میں اس قدر مال اب قبر پر چھ حلوں کا اسے میرے سید اگر پوری فرمائیں میری حاجت کو تو یہ والا جہاد باطل ہے۔ الی قول۔۔۔ اور جب تم نے یہ سمجھ لیا تو یہ بھی سمجھ لو کہ وہ مال اور اس کے مثل اور چیزیں جو اولیاء کے مزار پر ثواب کے لیے لے جایا کرتے ہیں وہ بالا جہاد حرام ہیں بسبب تک کہ مذہبناہوں پر قریح کرنے کا ارادہ نہ کیا جائے اور اس پر سبب خلق ہیں اور اس میں بہت سے لوگ مبتلا ہیں۔ (حاکمیری) مگر اگر ان میں سے وہ نذرین جو اکثر عوام ماننے میں جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ کسی عاصی آدمی کے لیے یا کسی بیمار کے لیے یا خود اس کو کوئی حاجت درپیش ہو تو وہ صلوات کے مزار پر جاتا ہے اور مزار کے

خائف کو سر پر رکھ کر کہتے ہیں کہ میرے قلوب میں! اور آجائے میرا غائب آدمی یا اچھا ہو جو نے میرے امراض یا پھر مری ہو جائے میری حالت تو آپ پر اس قدر مال اس قدر رکھا، اس قدر پانی یا اس قدر تھیل یا اس قدر صومریاں یا اس قدر چراغ چہ عاقل یا غافل تو ایسی منت چند اجود سے بالا چراغ باطل ہے۔ اول تو اس لیے کہ یہ منت مخلوق کے لیے ہے اور مخلوق کے لیے منت ماننا کسی صورت میں جائز نہیں۔ اور اس وجہ سے بھی کہ نذر اور میت ہے اور میت کسی شی کا مالک نہیں ہوتا۔ اور اس وجہ سے کہ اگر گمان ہو کہ اللہ کے علاوہ دنیا میں میت بھی متصرف ہے تو یہ اعتقاد کفر ہے۔ الی آخر۔

(امداد المستعان، ترجمہ مائت مسائل - صفحہ ۹۰، ۹۱، ۹۲)

مانا جا رہا ہے کہ ”بھوکہ دہی کرنا جو کھانا ہے اور یہ وہ اہل فطرت کے لیے حلال ہے اور ان کے لیے حلال ہے۔“

یعنی انبیاء و اولیاء کی قبروں کی طرف سجدہ و کرنا اور ان سے دعا مانگنا اور ان کی تائید و اعانت حرام ہے بلکہ بعض چیزیں اگر تمکد سے پہنچانے والی ہیں وہ غیر علیہ السلام نے ایسی چیزوں پر حنت لگائی ہے اور فرمایا کہ میری قبر کو نہ بچانا۔ (ابن ماجہ ص ۸)

لہذا اس طرح سنت، تاکہ اسے بزرگ میراثاں کام ہو جائے گا تو آپ کے کام پر تکرار فرماؤ گا، آپ کے حراز پر لٹا لٹکوں گے۔ سخت کرنا اور حرام ہے اور شرک کا نہ فعل ہے یہ بخیر مستعدی نہیں ہوئی یہ جج جہالت سے سرزد ہوئی ہے اس لیے تو یہ واستغفار لازم ہے اور ایسی صورت میں حق خدا بر تقدیر کا حکم کیا جائے۔ شامی میں ہے

نعم، سيذكره الشارح إذا ما يكون كغراً اتفاقاً يبطل العمل
والنكاح... يجب خلافه بمرأى الاستغفار والتوبة وتحذير النكاح
وإحاطة به من حيثها (شامى ٢/ ٣٩٩ باب ثمرته)

(ماحرذار الفتاوى وجميعه ' ١٩٥٦)

جس جانور کے ذبح کرنے کی نذر مافی کیا اس کو بدلا جاسکتا ہے؟

نہرے ہر پہر میں آئے کی ایک خاص صورت کا غم یہاں سوال و جواب کی صورت میں
پیش آتا ہے۔

حواں۔ بعد سلام مستنون ایک مسئلہ دریافت طلب ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے نذر مانی کر
اگر میری غلامی کام ہو جائے تو میں اپنے دو بکروں میں سے ایک صدقہ کروں گا اور ابھی کام ہو نہیں
ہے لیکن امید ہے کہ آئندہ دو کام ہو جائے تو کیا ابھی اس بکرے کی قربانی کر سکتا ہے؟ اس کا خیال
یہ ہے کہ بکرے کی قیمت لگا کر قیمت محفوظ رکھ لے اور جب کام پورا ہو جائے تو اس قیمت کا بکرا
خرید کر صدقہ کر دے اور جو بکرا سوچا ہے اس کی قربانی کر ڈالے، شرعاً اس کی اجازت ہو گی؟

پتہ تو جروا

جواب: خصوصاً مسئلہ میں بھتر یہ ہے کہ دو بکروں میں سے جو اچھا ہوا سے دکھ لیا جائے،
دوسرے کو فروخت کر دیا جائے یا قربانی کر دی جائے اور یہ بھی درست ہے کہ دونوں کو فروخت کر
دیا جائے یا قربانی کر دی جائے اور جب کام پورا ہو جائے تو ایک بکرے کی قیمت صدقہ کر دی
جائے، یا اس کا بکرا خرید کر صدقہ کر دیا جائے دونوں صورتیں جائز ہیں۔ اس قسم کے سوال کے
جواب میں حکیم ہالامت حضرت مولانا شرف علی تھانوی قدس سرہ نے ارقام فرمایا ہے۔ یہ بھی اختیار
ہے خواہ فروغ کر کے تقدیر کر دے یا بکری کی قیمت کا تصدق کر دے اور فروخت کر دینے کے بعد
بھی دونوں اختیار ہیں کہ خواہ دوسری بکری خرید کر ذبح و صدقہ کر دے یا وہ قیمت صدقہ کر دے۔

(لواء الفتاویٰ: ۲/۹۶۶)

روزہ کی نذر کی صورت میں نذر یہ ہوا کر سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: زید نے نذر مانی کر اگر میرے بھائی کی طبیعت ٹھیک ہوگی تو میں تیس روزے رکھوں
گا، زید کے بھائی کی طبیعت کچھ ٹھیک ہو گئی ہے اور اب دوا پانی نذر پوری کرنا چاہتا ہے لیکن زید تاجر
ہے نہیں کو روزہ رکھنا مشکل ہو گا اور پابندی نہ ہو سکے گی تو وہ ان روزوں کا نذر یہ دے سکتا ہے یا
نہیں؟ یا روزہ ہی رکھنا ضروری ہے؟ پتہ تو جروا

جواب: صورت مسئلہ میں زید کے بھائی کی طبیعت ٹھیک ہو جانے پر زید پر ایک ماہ کے
روزے رکھنا ضروری ہیں، مسلسل رکھنا ضروری نہیں مگر قریب بھی رکھ سکتا ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وقد روی عن محمد قال لا علق للنذر بشرط يريد كونه كقولہ

ان شفعى الله مريضى اور غائبى لا يخرج عنه التكفاره كذا فى

المبسوط و يدرى عن ما سعى كذا فى فتاوى قاضى حان .

الاحکام و مسائل فقہیہ سے ہیں کہ اگر لڑکی شہرہ کے ساتھ حقیقی یا نسبی طور پر جوہر سے کسی سے نکاح ہے جیسے یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ میرے باپ کو شہرہ کا لڑکا ہے مگر شہرہ کو لڑکا نہیں کہہ سکتے تو میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ اور میری بیوی کے درمیان جوہر کا لڑکا قرار دیا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ۱/۲۲۳) (معدنہ انجیل ۱/۲۶۲)

وہی کہ ہے۔

ولو قضی لہ عسی ان یصوم شہرہ مثل شہرہ و یصوم ان یزجر
المسألة فی التبع بالرمہ صوم شہرہ متابعاً و ان یزجر المسألة فی
التبع اولہم یکس لہ بیۃ بفرمہ ان یصوم ثلثین یوماً ان شاء صام متفرعاً
و ان شاء متتابعاً کذا فی المعوض

یعنی اگر اس طرح قرار دیا جائے کہ میں شہرہ کی طرح ایک ہیئت کے روزے اللہ کے واسطے رکھوں گا اگر اس سے مراد یہ ہو کہ رمضان کے مانند مسلسل ایک ماہ کے روزہ رکھوں گا تو اس کو لگا ہوا ایک ماہ کے روزے کا لازم ہونے لگے اور اگر یہ نیت ہو کہ رمضان کے روزوں کے ہمارے (مثنیٰ) کے مطابق روزے رکھوں گا یہ نیت نیکہ نیت نہ ہو تو اس کو تیس روزے کا لازم ہونے لگے جو بے متفرق رکھے یہ مسلسل۔

(تکذیب الجیہظ، فتاویٰ عالمگیری ۱/۲۵۱) کتاب الصوم، باب السلس فی التبع، حدیث ابو حنیفہ (۱)

حیات کا حکم:

دارے ہاں بعض لوگ یہ کرتے ہیں بھی اس کو مختلف ناسوں سے یہ دکر تے ہیں، نیاز رسول، نیاز حسین، نیاز امیر یا نیاز اللہ وغیرہ، نیاز کا حکم یہ ان کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دمر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس نیاز کی دو صورتیں ہیں ایک صورت میں اس کا کرنا حرام اور نیکہ نہاد ہے اس کے کھانے کا بھی یہی حکم ہے، دوسری صورت میں چند شرائط کے ساتھ جائز ہے اور اس کا کھانا بھی جائز ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر نیاز نہیں بڑھ کر لگے، کسی بے نیکی اس سے ان بڑھ کر لگے کا مقرب مقرب ہو تو یہ حرام ہے اور اس کا کھانا بھی حرام کیونکہ یہ خدا وغیر اللہ ہے جس کی سرتاج ممانعت اعلیٰ ہے مجھ میں دارا ہے۔ منہ انی و انک میں حدیث ہے

لا تدر الا فيما ينبغي به و حد الله .

نذر منعقد نہ ہوگی گمراہی کی چیز کی جس سے اللہ کی رضا مقصود ہو۔
اور غمرائی میں ہے۔

النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام وما يوحد من السمع
والرؤيت ونحوها التي ضرائب الأولياء الكرام تغرب اليهم فهو مالا حرام
حرام اني قوله لانه حرام على مباحث ولا يجوز لحداوم الشيوخ احده الا
ان يكفر ففسر الخ .

اور اگر نذر اللہ تعالیٰ کے نام کی اور اس کی رضا تقرب کے لیے ہو صرف اٹھا کیا جائے کہ
ایصال ثواب کسی بزرگ کو کر دیا جائے تو یہ بشرطِ قائل جائز ہے۔

۱۔ کوئی مرنے کی عیوض کے لیے مقرر نہ کرے۔

۲۔ جو کچھ کھانا ہو اس میں انقراء کو کھلائے غذاوار صاحب نصاب لوگوں کو اس میں
سے کچھ نہ کھائے۔

۳۔ اس کو لازم و واجب کی طرح چلن کر نہ کرے اور ان لوگوں پر کوئی طعن نہ کرے
جو ایسا نہیں کرتے۔

۴۔ قرض لے کر اپنی وسعت سے زیادہ خرچ نہ کرے۔

۵۔ اور بھی کوئی خلافِ شرع کام اس کے ساتھ نہ ملے۔ اس صورت میں یہ نذر
جائز بلکہ ثواب ہوگی اور اس کا کھانا بھی فقراء کے لیے جائز ہوگا۔ (بخاری و ابوداؤد الحفصین ۷۸۱)

استطاعت سے نذر اٹھانے کی ایک صورت کا حکم:

کسی شخص نے نذر دینی کی اس چیز کی قیمت حج پر صرف کر دی اور اس کی استطاعت میں حج
کی رقم نہیں اور قیمت بھی حج کے مصارف سے بہت کم ہے۔ کیا اس پر اس نذر سے حج فرض ہو
جائے گا یا اگر فرض نہ ہو تو وہ منذور قیمت فی سبیل اللہ دینی پرے کی یا نہیں؟ اس بارے میں
حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

قال في البحر الرائق عن الخلاصة لو التزم بالنذر أكثر مما يملكه

هو المستحار كما إذا قال ان فعلت كذا فله ، وهو من مالي صدقة

فعلی و هو لا مداء من إلا العاقلة لا سرمد لا العاقلة .

(بحر : ۳۹۱/۵) (و متعلقہ فی مدار المحتار و التامی : ۷۳/۴)

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ صورت سنور میں کسی شخص پر حج تو واجب نہیں لیکن کسی چیز کی جو قیمت حاصل ہو اس کو حج کے مصارف میں خرچ کرنا واجب ہو گا۔ جس کی صورت یہ ہے کہ یا تو کہ سفر میں کسی شخص کو رہا دی جائے وہاں کے کوئی شخص اس رقم سے حج کر لیں اور یا کسی ایسے شخص کو رہا کر دیا جائے جو حج کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کی رقم میں کمی ہے۔

عمرہ کی غرض یہ ہے :

مگر کوئی شخص عمرہ اگر کسی نذرانے کو یہ نذر متعلق ہوگی اور اس کا اہتمام واجب ہوگا۔

ذاتہ فی الہندیۃ عن المسبوط . ولو جعل عنہ حطۃ او عمرۃ او

صومۃ او حبوۃ او صدقۃ او ما اشدہ ذلک مساھو طاعة و ان فعل کفای

اقفل برمہ دلالت الذی جعلہ علی نفسه اھ . (عالمگیریہ : ۶۵/۳)

نذرانے کے بغیر نذر نہیں ہوتی :

نذرانہ کے لیے نذرانے سے نذر کے الفاظ کہنا شرط ہے صرف دل میں نیت کرنے سے نذر مستعد نہیں ہوتی۔

فی اسکاۃ التعلاتیۃ واجب بالمر بلسانہ او فی الضامیۃ فلا

یکفی لا یجوزہ النیۃ مع عن شمس الانعۃ . رد المحتار : ۶۵/۲

و فی صوۃ التامیۃ تحت (قوله ولو نذر النج) فیال فی المستمسک و الثنیر

عمل المساک . (رد المحتار : ۶۵/۲)

باب الیمین

قسم کا بیان

قسم کسی بات کو بخیر کر کے یمن کرنے کے لیے کھائی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں کسی نام کو لے کر قسم کھانے سے بات بچتے ہوئے ہے، اور مقابل کو بات پر یقین آجاتا ہے لیکن یہ ضرورت بات بات پر قسم کھانی بات ہے، اگر میں اللہ تعالیٰ کے نام کی

انتہائی بے حرمتی ہے جس لیے جہاں تکہہ ہو سکے ہر بات پر بھی قسم نہ کھانا چاہیے۔

سَالِ مَنِ السَّمِیْطِ وَالْأَفْطَلِ فِی الْیَمِیْنِ مَا لَئِنَّ تَعَالٰی فَعَلِمَہَا اِنْ فِی

تَکْفِیْرِ الْیَمِیْنِ الْمَصَاقَۃَ بِالِی السَّمِیْطِ تَمْرَحُصُ اَسْمَ اللّٰہِ تَعَالٰی لِمَہَنْتَ ۔

(خططوی علی الدر: ۳۷۵/۲)

غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں:

اللہ کے سوا کسی اور کے نام کی قسم مثلاً باپ کی قسم، بچے کی قسم، اپنے پیاروں کی قسم وغیرہ اس سے قسم منع نہیں ہوتی لہذا اس طرح قسم کھانا اس کے خلاف کرنے سے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

سمع و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر رضی اللہ عنہ و هو

یحلف بایہ و کان فی سفر ، فقال له صلی اللہ علیہ وسلم : ان اللہ

عمر و حلی بندھاکم ان تلحقوا بالانکم ، فمن کان حانفا فلیحلف باللہ

او لیصمت ۔ ای لیسکت و قال عمر : فواللہ ما حلفت بها منذ

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عنها ذاکرا و لا انرا ۔

(آخر حدیث مسلم و رقم ۱۶۴۶ و الترمذی رقم ۱۵۲۳)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے سنا کہ دوران سفر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے آباؤ کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے، لہذا جس کو قسم کھانی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے، یا خاموش رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اللہ کی قسم جب سے غیر اللہ کی قسم کا متوجہ ہونے میں نے زبان بولے سے سنا اس کے بعد کبھی غیر اللہ کی قسم نہیں کھائی، نہ قصہ اندہی سے نہ کافہ سے۔

کار غیر پر قسم کا حکم:

اگر کسی کار غیر کو آئندہ مستقبل میں انجام دہی کے متعلق قسم کھائے تو اب اس کو پورا کرنا ہی مناسب ہے، اسی طرح کسی مباح کام کے متعلق قسم کھائے تب بھی اس کام کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ قسم کا لحاظ رہے۔

گناہ پر قسم کھانے کا حکم:

اگر کسی نے گناہ کرنے کی قسم کھائی مثلاً سینہ دیکھے گا یا ماں باپ سے بات نہیں کرے گا یا نحوہ

اللہ ناز نہیں پڑھے گا تو اس پر واجب ہے کہ قسم توڑ کر کفارہ ادا کرے۔

ثُمَّ لَمْ يَصِلْ إِلَهُ تَلْبِيهِ وَنَسَمٍ : مَنْ حَلَفَ عَلَى بَعِيْنٍ ، فَرَأَى غَيْرَهَا حَرَامَهَا ، فَلْيَاتِ الَّذِي هُوَ غَيْرُ وَابِكُفْرٍ عَنْ بَعِيْنِهِ

(لا خسر لتسويسي : ٨٨ : ١) والحدیث أخرجه مسلم رقم (١٦٥٠)

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کسی بات پر قسم کھائے پھر اس کے خلاف میں بہتری نظر آئے تو قسم توڑ دے پھر کفارہ ادا کرے۔

وَفِي التَّسْوِيرِ مَنْ حَلَفَ عَلَى مَعْصِيَةِ كَعْلَمٍ ثَلَاثًا مَعَ بَوْبِهِ أَوْ

قَالَ فُلَانٌ لِيَوْمٍ وَحَبَّ الْحَذِّ وَالتَّكْلِمِ (رد المحتار : ٦٤١/٣)

حرام چیز کو حرام کرنا بھی قسم ہے :

کسی حلال چیز کو کہنے اور حرام کرنا قسم ہے اسی طرح پہلے سے حرام چیز کو حرام کرنا بھی قسم ہے، جیسے شراب اور خنزیر وغیرہ اب اگر کوئی شخص یوں قسم کھائے کہ مجھ پر سینما دیکھنا حرام ہے، سینما دیکھنا تو پیسے سے حرام تھا اگر وہ اس قسم کے بعد دوبارہ سینما دیکھے تو سخت گناہ کے علاوہ قسم کا کفارہ بھی لازم ہوگا۔

قَالَ فِي التَّسْوِيرِ : مَنْ حَرَّمَ شَيْئًا فَعَلَهُ كُفْرٌ ، وَفِي الشَّرْحِ وَلَوْ

حَرَامًا ، أَوْ مَسَّكَ غَيْرَهُ ، كَقَوْلِهِ الْحَرَامُ لَمْ يَمَسَّ فُلَانٌ ، عَلَى حَرَامٍ فَبَعِيْنٍ

مَالِمُ يَرُدُّ الْأَخْبَارَ مَا فِيهِ . (رد المحتار : ٩١٤/٣)

وَقِيَهُ أَيْضًا : لَمَّا تَقَرَّرَ أَنَّ ضَرْبَ الْحَلَالِ بَعِيْنٌ ،

(رد المحتار : ٩٥١/٣)

جموئی قسم کا حکم :

برائے بات ہو چکی ہے اس پر جموئی قسم کھانا بڑا گناہ ہے جیسے کسی نے نماز نہیں پڑھی، اور جب کسی نے چم چھا تو کبہ دیا کہ خدا قسم میں نماز پڑھ چکا ہوں، یا کھانا کھا چکا تھا جب کسی نے پوچھا تو کبہ دیا خدا کی قسم میں نے ایک قدم بھی نہیں بچھلے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اس کا کوئی کفارہ تو نہیں لیکن اس پر لازم ہے کہ خوب توبہ، استغفار کر کے اپنا گناہ اللہ تعالیٰ سے معافی کروائے۔

فَالْتَعَسُوسُ هُوَ الْحَلْفُ عَلَى أَمْرٍ حَاضِرٍ يَنْعَبِدُ لِكُذْبٍ فِيهِ يَهْدِيهِ

1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30 31 32 33 34 35 36 37 38 39 40 41 42 43 44 45 46 47 48 49 50 51 52 53 54 55 56 57 58 59 60 61 62 63 64 65 66 67 68 69 70 71 72 73 74 75 76 77 78 79 80 81 82 83 84 85 86 87 88 89 90 91 92 93 94 95 96 97 98 99 100 101 102 103 104 105 106 107 108 109 110 111 112 113 114 115 116 117 118 119 120 121 122 123 124 125 126 127 128 129 130 131 132 133 134 135 136 137 138 139 140 141 142 143 144 145 146 147 148 149 150 151 152 153 154 155 156 157 158 159 160 161 162 163 164 165 166 167 168 169 170 171 172 173 174 175 176 177 178 179 180 181 182 183 184 185 186 187 188 189 190 191 192 193 194 195 196 197 198 199 200 201 202 203 204 205 206 207 208 209 210 211 212 213 214 215 216 217 218 219 220 221 222 223 224 225 226 227 228 229 230 231 232 233 234 235 236 237 238 239 240 241 242 243 244 245 246 247 248 249 250 251 252 253 254 255 256 257 258 259 260 261 262 263 264 265 266 267 268 269 270 271 272 273 274 275 276 277 278 279 280 281 282 283 284 285 286 287 288 289 290 291 292 293 294 295 296 297 298 299 300 301 302 303 304 305 306 307 308 309 310 311 312 313 314 315 316 317 318 319 320 321 322 323 324 325 326 327 328 329 330 331 332 333 334 335 336 337 338 339 340 341 342 343 344 345 346 347 348 349 350 351 352 353 354 355 356 357 358 359 360 361 362 363 364 365 366 367 368 369 370 371 372 373 374 375 376 377 378 379 380 381 382 383 384 385 386 387 388 389 390 391 392 393 394 395 396 397 398 399 400 401 402 403 404 405 406 407 408 409 410 411 412 413 414 415 416 417 418 419 420 421 422 423 424 425 426 427 428 429 430 431 432 433 434 435 436 437 438 439 440 441 442 443 444 445 446 447 448 449 450 451 452 453 454 455 456 457 458 459 460 461 462 463 464 465 466 467 468 469 470 471 472 473 474 475 476 477 478 479 480 481 482 483 484 485 486 487 488 489 490 491 492 493 494 495 496 497 498 499 500 501 502 503 504 505 506 507 508 509 510 511 512 513 514 515 516 517 518 519 520 521 522 523 524 525 526 527 528 529 530 531 532 533 534 535 536 537 538 539 540 541 542 543 544 545 546 547 548 549 550 551 552 553 554 555 556 557 558 559 560 561 562 563 564 565 566 567 568 569 570 571 572 573 574 575 576 577 578 579 580 581 582 583 584 585 586 587 588 589 590 591 592 593 594 595 596 597 598 599 600 601 602 603 604 605 606 607 608 609 610 611 612 613 614 615 616 617 618 619 620 621 622 623 624 625 626 627 628 629 630 631 632 633 634 635 636 637 638 639 640 641 642 643 644 645 646 647 648 649 650 651 652 653 654 655 656 657 658 659 660 661 662 663 664 665 666 667 668 669 670 671 672 673 674 675 676 677 678 679 680 681 682 683 684 685 686 687 688 689 690 691 692 693 694 695 696 697 698 699 700 701 702 703 704 705 706 707 708 709 710 711 712 713 714 715 716 717 718 719 720 721 722 723 724 725 726 727 728 729 730 731 732 733 734 735 736 737 738 739 740 741 742 743 744 745 746 747 748 749 750 751 752 753 754 755 756 757 758 759 760 761 762 763 764 765 766 767 768 769 770 771 772 773 774 775 776 777 778 779 780 781 782 783 784 785 786 787 788 789 790 791 792 793 794 795 796 797 798 799 800 801 802 803 804 805 806 807 808 809 810 811 812 813 814 815 816 817 818 819 820 821 822 823 824 825 826 827 828 829 830 831 832 833 834 835 836 837 838 839 840 841 842 843 844 845 846 847 848 849 850 851 852 853 854 855 856 857 858 859 860 861 862 863 864 865 866 867 868 869 870 871 872 873 874 875 876 877 878 879 880 881 882 883 884 885 886 887 888 889 890 891 892 893 894 895 896 897 898 899 900 901 902 903 904 905 906 907 908 909 910 911 912 913 914 915 916 917 918 919 920 921 922 923 924 925 926 927 928 929 930 931 932 933 934 935 936 937 938 939 940 941 942 943 944 945 946 947 948 949 950 951 952 953 954 955 956 957 958 959 960 961 962 963 964 965 966 967 968 969 970 971 972 973 974 975 976 977 978 979 980 981 982 983 984 985 986 987 988 989 990 991 992 993 994 995 996 997 998 999 1000 1001 1002 1003 1004 1005 1006 1007 1008 1009 1010 1011 1012 1013 1014 1015 1016 1017 1018 1019 1020 1021 1022 1023 1024 1025 1026 1027 1028 1029 1030 1031 1032 1033 1034 1035 1036 1037 1038 1039 1040 1

قسم کا کفارہ:

انسانی شخص کے قسم تو اس کا خدو ہے جب کہ اس میں متغیروں کو وہ وقت تک نہیں مگر کہ وہ
 کہانے یا اس فیصلہ اعلیٰ مشورہ میں، یا اس فیصلہ کو وہ ہے یا اختیار کرتا ہے اور اس میں متغیروں کو
 جزا دے۔ یہ اختیار بنانا ہے تو اس فیصلہ کی مقدار دے دیں گے۔

کفار کے کفر کا

اور بھی کواؤں پر کی جیوں باتوں میں سے کسی ایک پر بھی قدرت کا حاصل نہ سوتا ان پر لازم ہے کہ

١٩٠٤م. غمار عبد. احمد (أخصائ) الملك محمد زلاية. جامع حفص بن ت

6. *Chlorophyll a* and *Chlorophyll b* contents were determined by spectrophotometry using the method of Lichtenthaler and Whaley (1983).

علاج و معالجہ کا بیان

بیماری کا علاج کرنا سہل ہے :

انرا کوئی شخص چار سو جانے تو اس بیماری سے صحت یابی سے لیے جان کر انے کا شرف کیا غم
ہے؟ اگر علاج نہ کروائے اور بیماری کی وجہ سے انجمل ہو جانے تو اس کا رتہ کو کیا نہیں؟ تو سمجھ لیا
جانے کہ اس طرح ایک خط برقی سب سے اور منت عمل سے کا بعد ان کوئی بیمار پنا جانے نہ کرنے کی حد
سے مر جانے تو خدایہ مر نہیں ہو کر

[illegible]

بعد از آنکه منتهی به پانزدهم محرم الحرام و در آن روز منتهی به بیست و یکم محرم الحرام

بانی و بانی (قانونی و قانونی) کتاب (کتاب)

طیارہ سمجھتی رہا اور فراموش تھی کہ اس کی ٹیم میں وہ ایک اور طرح کی کشتی کر رہی ہے۔ اس کے سر
 کیا تو اس نے اس کی وجہ سے کچھ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اس نے اس کو کھانا بھیج دیا۔
 بار بار اس نے اس کی کشتی کو دیکھا۔ اس نے اس کی کشتی کو دیکھا۔

فإن العلامة ابن البرار انكر دري رحمه الله : امتنع عن الأكل حتى مات جوعاً ثم زاد عن الشافعي حتى نفخ جرحاً لا لأن عدم الهلاك بالأكل مقطوع ، والتمنع والمعتلحة مظنون .

(فتاویٰ البراریہ عینی حامی الہندیہ : ۳۶۷/۶ نوع فی الشافعی ، کتاب انکراہیہ)
 و مثله فی الاختیار عن یحییٰ المحضار : ۱۷۴/۲ کتاب انکراہیہ)
 و فی الہندیہ قال : إما الأكل فمضى مراتب فرض وهو ما يدفع به الهلاك فانه نزل الأكل والشرب حتى هلك فقد عصى ، ولا يجوز رياضة بتفليل الأكل حتى ضعف عن أداء الفرائض ، ولو جاع ولم يأكل مع قدرته حتى مات بآثم .

(عالمگیریہ ۱۰۲/۴ کتاب انکراہیہ)

حمل کرانے کا حکم :

ضبط تولید اور اسقاط حمل کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟

جواب : ضبط تولید اور اسقاط حمل دونوں کی مجموعی طور پر چار صورتیں ہیں :

(۱) قطع نسل یعنی کوئی ایسی صورت اختیار کرنا جس کی وجہ سے دائمی طور پر قوت تولید

ختم ہو جائے۔

(۲) منع حمل : یعنی ایسی صورت اختیار کرنا کہ قوت تولید باقی رہے ہوئے حمل قرار

نہ پائے۔

(۳) حمل ظہر جانے کے بعد چار ماہ پورے ہونے سے پہلے کسی ذریعہ سے اس کو

ساقط کرنا۔

(۴) چار ماہ گزرنے کے بعد حمل گزنا۔

لہذا : پہلی صورت بالافتاق حرام ہے ، خواہ اس میں کتنے ہی فوائد نظر آئیں اور خواہ اس کے

دوائی بظاہر کتنے ہی قوی ہوں۔

دوسری صورت کے حکم میں تفصیل یہ ہے کہ چار عذر یہ صورت اختیار کرنا مکروہ تحریمی ہے اور

درج ذیل اعذار کی صورت میں بلا کراہت جائز ہے۔

- (۱) عورت اپنی کمزور ہے کہ بارس کا عمل نہیں کر سکتی۔
- (۲) عورت اپنے بدن سے دور کسی پسے مقام تک سے جہاں اس کا مستقل قیام و قرار کا ارادہ نہیں اور سفر کی ایسے ذریعہ سے ہے کہ اس میں مہینوں تک جاتے ہوں۔
- (۳) زوجین کے یا کسی خدقات ہوا نہ ہونے کی وجہ سے طہرہ کی کا قصد ہے۔
- (۴) پیسے سے موزوں ہونے کی صورت خراب ہونے کا شدید فقرہ ہے۔
- (۵) یہ فقرہ ہو کہ قضا، زمان کی وجہ سے بچہ بد اخلاق اور والدین کی رسوائی کا سبب ہوگا۔

اگر کوئی ایسی غرض کے تحت سن دو کے جو اسلامی اصول کے خلاف ہے تو اس کا عمل بالکل ناجائز ہوگا مثلاً کثرت اور اسے اپنی رزق کا خیال ہو یا یہ وہم ہو کہ بچی پیدا ہوگئی تو عار ہوگی۔ تیسری صورت بلا ضرر، چکر اور خرم ہے اجتہاد بعض ائمہ کی وجہ سے اس کی منہ کش ہے، مثلاً:

(۱) حمل کی وجہ سے عورت کا ۱۰۰ گھنٹہ خف ہو گیا اور دوسرے ذرائع سے پہلے بچے کی پرورش کا انتظام ناممکن و محض رہو۔

(۲) کوئی زچہ دار مذہبی طریب عورت کا مزینہ کر کے یہ کہہ دے کہ اس حمل باقی رہا تو عورت کی جان یا کوئی عضو ضائع ہونے کا شدید فقرہ ہے۔

چوتھی صورت مطلقاً حرام ہے، کسی بھی عذر سے اس کی کوئی مجبائش نہیں۔

(احسن الفتاویٰ، ۳۴۷/۵)

قال الشافعي رحمه الله . بحسب رايها من لم يفرح كما تفعله النساء مخالفا لما بعثه في البحر من ان يهني ان يكتوب حرما يغير اذن الزوج قبا سائتي عزله بغير ادنها لكن من الرأيه ان لا منع امراته عن العزل مع نعم النظر لئلا يفسد الرمان يقيد الحرام من اذها بين فما في البحر ميني على ما هو اصل المذهب وما في السهر على ما قاله المشايخ . (شاميه مصري ، داب سكاك الرفيق : ۳۹۱۲)

اولاد کی کثرت نعمت الہیہ ہے:

بعض لوگ شادی کے بعد اس فکر میں پڑے رہتے ہیں کہ اولاد کم سے کم ہو بعض لوگ تو اس لیے

اولاد سے بچاؤ رہتے ہیں کہ اور دانا کی عیاشی میں غفلت ہو اور بعض کا یہ خیال ہو تا ہے کہ خود بالہ اولاد پیدا ہونے کے بعد خرچہ کا بندوبست کیسے ہو گا؟ بعض لوگ غیر مسہوس کے اس پر قریب فخر سے مس آجاتے ہیں کہ ”بچہ دو ہی اچھے“ نہ انکے یہ سب باتیں شریعت مطہرہ کے خلاف ہیں، اس کے برخلاف جناب نبی کریم ﷺ نے اولاد کی کثرت کو اللہ تعالیٰ کی نعمت قرار دیا ہے۔

كَقَوْلِهِ عَالِيَهُ الْوُجُوْدِ الْوُجُوْدُ الْوُجُوْدُ عَالِيَهُ الْوُجُوْدِ الْوُجُوْدُ الْوُجُوْدُ

الامہ (مشکوٰۃ: ۲/۲۷۶)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہی عورتوں سے شادی کرنا جو زیادہ محبت کرنے والی ہو اور زیادہ بچے جنمنے والی ہو، کیونکہ میں (قبل امت سے روزِ اپنی امت کی کثرت کے ذریعہ اور امتوں پر فخر کروں گا۔

لہذا اولاد کو مذہب انبی بھیجئے یا تنگیِ رزق کا ذریعہ سمجھئے یا ہی عار و خیرہ کا ذریعہ سمجھئے کی بجائے نعمتِ الہیہ سمجھئے ہوئے اس کی پیداوار میں کے اسباب بندہ کیا جائے بلکہ فطری طریقہ پر جنسی اولاد ہو جائے اللہ کا شکر بجالائیں۔

شیٹ شوب بے بی کا حکم:

شریعت اسلامیہ نے انسان کی طبعی اور فطری ضرورت کو پورا کرنے کے لیے نکاح کا پاکیزہ اصول رکھا ہے۔ اسی طرح حصولِ اولاد کی فطری خواہش کی تکمیل کے لیے ازواجی قانون کا نظام رکھ دیا ہے۔ انہیں اصولوں و بروئے کار لانے کے لیے غیر منکوحہ اور غیر محلوک عورتوں سے زنا اور جنسی ملاپ خود بخود براہِ غفیت و رضا و رغبت سے ہو یا جبراً اگر اسے مہاجرت کے ساتھ ہو یا بغیرِ اجرت حرام قرار دیا ہے اور اس کے لیے قصے سے قصے ترین سزا سوسہ کوڑے یا رجم کی سزا رکھی گیا اور آخرت میں نہ اب جہنم کی دھیم بھی ہے۔ اسی طرح لواطت اور انعامِ لازمی کو حرام اور ممنوع قرار دیا ہے، دنیا میں اس نے لیے زنا کی طرح کوڑے، قتل، سنگسار، جہانم کے اوپر سے لڑا کر ہلاک کر دینے کی سزائیں رکھی ہیں جہنم کے عذاب کی دھیمہ لگے ہے۔

تجزیہ کہ ہر قسم کی بے حیائی اور مردانی دہے پر دہی کو ممنوع اور حرام قرار دیا ہے، مستحکم ان سارے احکام سے یہ ہے کہ انسان کی طبعی اور فطری ضرورت پوری کرنے کے لیے پاکیزہ معاشرہ صبر ہو اور اس کی لازمی شرافت اور پیدائشی کرامت بحال رہے۔ اصول شریعت کے مطابق تو اللہ

تاسل کا سلسلہ بھی یوں ہی چلا رہا ہے۔ لیکن انسان اگر مذکورہ اصول شریعت اور حدود و الہیہ کی پابندی نہیں کرتا اور جانوروں کی طرح آزادانہ طور پر ہر عورت سے جب چاہے جس طرح چاہے جنسی لاپ تالم کرتا ہے اور طبی اور فطری خواہش کو پورا کرنا چاہتا ہے، حصول اولاد کے مقررہ اصول سے دست کر اپنی مرضی سے کوئی طریقہ اختیار کرتا ہے تو یہ اپنے خالق کائنات کے احکامات کے قانون سے کھلی مخالفت کرتا ہے اور محسن انسانیت ﷺ کا ناسخ و فسخ اور منسوخ و منسوخ کی حرمت خلاف ارزی کرتا ہے۔ یہ شخص مصلحت مستقیم سے نکل کر شرابی اور شیطان کا راست اختیار کرتا ہے۔ جنت کے راست کو چھوڑ کر جہنم کا راست اختیار کرتا ہے جو کہ انسان کے لیے ہلاکت اور جانی کساد کچھ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو دین و شریعت کا فہم عطا فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نہایت خوب بے بی کی اصولی طور پر دوسو تیس تھی ہیں یا تو مرد کے مادہ منویہ بے لکری مرد کی بیوی کے رحم میں غیر فطری طور پر پھینچایا جائے گا یا غیر مرد کا مادہ منویہ کسی عورت کے رحم میں پھینچایا جائے گا دونوں کا حکم الگ الگ لکھا جاتا ہے۔

۱۔ نہایت خوب بے بی کی یہی اصل غیر فطری طریقہ ہے جس میں مرد کے مادہ منویہ اور اس کے جڑ سے حاصل کر کے دوسری غیر منکوحہ عورت کے رحم میں غیر فطری طریقے سے ڈالے جاتے ہیں اور یہ جڑ سے مدت حمل تک اس اجنبی عورت کے رحم میں پراش پاتے ہیں اور مدت حمل پوری ہو جانے کے بعد جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو عورت کو مدت حمل کی بار برداری اور تکلیف اٹھانے کی معقول اجرت اے کہ مرد بچہ لے لیتا ہے، اس طرح کی خواہش پوری کی جاتی ہے اور یہ از روئے شرع ناجائز و حرام ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں حصول اولاد کے لیے دو اصل اصول مقرر کر دیے ہیں کہ انسان اپنی منکوحہ بیوی سے فطری طریقہ سے جماع کرے اور ارادہ اولاد کی پیداوار کرے۔

﴿وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْفُلَاہَ مِنْكُمْ﴾ (سفرہ: ۱۸۷)

”اور تم اپنی منکوحہ بیویوں سے جماع کرو اور ارادہ اولاد کا کرو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے لکھ رکھا ہے۔“

فطری طریقے سے تحصیل اولاد اس سے کئی خاکہ ہیں ایک تو مرد اور بیوی دونوں کی فطری

ثبوت پوری ہو جائے گی، دونوں کی شرمگاہیں کسی غلط راستے میں مستعمل ہونے سے محفوظ ہو جائیں گی، دونوں کی نگاہیں بھی اجنبی مرد اور عورت سے پاک رہیں گی۔ اس لیے کہ فطرت کا تقاضہ ہے کہ مرد اور عورت فطرت کے طریقے سے خواہش پوری کریں، جب مرد غیر فطری طریقہ سے مادہ منویہ نکالے گا تو عورت کی فحش خواہش پائی رہے گی تو وہ ضرور کسی غیر مرد سے اور غیر شرعی طریقے سے خواہش پوری کرنے کی کوشش کرے گی، ایسا بہت بد حالی اور شرعی نقصان ہے اور اخلاقی ضرر ہے، دیگر یہ کہ مذکورہ بالا طریقہ پر پیدائش میں یہ فرایاں بھی ہیں:

(۱) اوداد کے خواہش مند مرد نے جس اجنبی عورت کے رحم میں اپنا مادہ منویہ ڈالا ہے وہ عورت اس کا منکوحہ نہ سمجھ کر نہیں ہے جب کہ قرآن وحدیث کی رو سے منکوحہ یا منکوحہ عورت کے سوا کسی بھی عورت کے رحم میں انسان اپنا مادہ منویہ داخل نہیں کر سکتا خواہ فحش طریقہ پر ہو یا غیر فطری طریقہ پر یا یہ ہے کہ انسان اپنی بیوی (نکیت کی زمین) چھوڑ کر دوسری عورت (غیر منکوحہ زمین) میں نکیتی کرنے کی خواہش سے مل چلا تا ہو یا بغیر مل چلائے بیچ ڈالتا ہو، جس طرح غیر منکوحہ زمین میں نکیت و زنا عورت کے راستے بیچ ڈالنا جائز نہیں ہے بلکہ بے حیائی اور بے غیرتی کی بات ہے، اس طرح غیر منکوحہ یا دوسرے کی منکوحہ عورت کے رحم میں مادہ منویہ (جو کہ نسل انسانی کا بیج ہے) کا ڈالنا جائز نہیں ہے بلکہ انتہائی رنجیدہ بے غیرتی اور فسق کی بات ہے۔

پھر یہ کہ نسل انسانی کی پیدائش کے واسطے شریعت نے عورت کے رحم کو کرائے یا اجرت پر دینے یا لینے کا کوئی طریقہ نہیں رکھا۔ نہ ہی کسی عورت کو عاریت پر لینے یا دینے کی اجازت دی ہے بلکہ یہ تصور دیا ہے کہ اولاد کی خواہش پوری کرنے کے لیے شرعی اصول کے مطابق کسی بے شوہر عورت سے نکاح کر لو، بلکہ عدیث میں ہے کہ زیادہ اوداد چھنے والی عورت سے نکاح کرو، پھر اس سے فطری طریقہ سے بہ شرت کرو اور فطری راستے سے نسل انسانی کا مادہ منویہ عورت کے رحم میں پہنچاؤ اور بہ شرت کرتے وقت دل میں اولاد کا ارادہ بھی کرنا، اس ہدایت پر عمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اگر چاہا تو اور دیکھی خواہش پوری فرما دے گا اور اولاد صالح پیدا ہوگی۔

غرض یہ کہ نمینس نوب ہے بنی کے مذکورہ طریقہ سے انتہائی عورت کے رحم میں کسی اجنبی مرد کا مادہ منویہ اور جراثیم سے داخل کرنا اولاد حاصل کرنے کی سعی کرنا قرآن وحدیث کی رو سے جائز نہیں۔ اس سے قرآن وحدیث کی بے شمار اصولوں کی خلاف ورزی اور شریعت کے بے شمار اصولوں

سے انکشاف اور اللہ و رسول اللہ ﷺ کے کانون سے بغاوت لازم آتی ہے۔ اس کے علاوہ ہے شمار معاشرتی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

مثلاً: (الف) جس انجمنی عورت کے رحم میں مرد کا مادہ منویہ بذریعہ انجکشن یا پیکاری داخل کیا جائے گا خود مرد داخل کرے گا یا ڈاکٹر، خزان کے سامنے بے حیائی کا مظاہرہ ہوگا، حفاظت شرعہ اور حفاظت نگاہ کی پابندی ختم ہو جائے گی، غیرت اور حیثیت بے بنیاد رہے گی۔

(ب) پھر پاکیزہ عورت اور اس کی شرمگاہ بکاؤ اور کرائے کا مال بن جائے گی جب اس کو ضرورت ہوگی اپنے عضو خصوص کو ذریعہ معاش بنائے گی یہ سلسلہ انسانی معاشرے میں بہت بڑے فساد کا ذریعہ ہوگا۔

(ج) مگر جب اولاد پیدا ہوگی اس کی نسل اور نسب قرآن وحدیث کے لحاظ سے اس مرد سے ثابت نہ ہوگا جس کا مادہ منویہ عورت کے رحم میں ڈالا گیا ہے کیونکہ شریعت کے اصول میں ثبوت نسب کے لیے عورت کا منکوحہ یا مملوکہ ہونا ضروری ہے اور یہ انجمنی عورت اولاد کے خواہشمند مرد کی منکوحہ یا مملوکہ نہیں ہے بلکہ یہ انجمنی عورت اگر کسی مرد کی منکوحہ ہے تو بچہ کا نسب اس عورت کے شوہر سے ثابت ہو جائے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

الولد للفرش والمعاشر المحصر . (مشکوٰۃ شریف : ج ۲ ص ۸۸)

یعنی اولاد کی نسبت عورت کے شوہر کی طرف ہوگی اور نہ کرنے والوں کے لیے مستحکم کرنے کی سزا ہوگی۔

جس کا مطلب یہ ہے، جس کا فراش (بیوی) ہے بچہ اس کا ہوگا اور جس انجمنی مرد نے انجمنی عورت کے رحم میں اپنے مادہ منویہ کو داخل کیا ہے اگر فطری طریقہ سے دلی کر کے داخل کیا ہے تو یہ یقیناً زنا ہے اور غیر فطری طریقہ سے داخل کیا ہے تو یہ اگرچہ یقیناً زنا تو نہیں ہے لیکن عہد زنا میں ہے۔ اس لیے کہ کسی مرد کو اپنی منکوحہ یا مملوکہ عورت کے سوا اور سری عورت کے رحم میں مادہ منویہ داخل کرنے کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں حدیث کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کسی مرد کے لیے حلال نہیں ہے کہ اپنی منکوحہ یا مملوکہ عورت کے سوا کسی عورت کے رحم میں اپنی دانے (یعنی مادہ منویہ داخل کرے) اس لیے کہ اس سے جو بچہ ہوگا وہ منی کے جوڑے داخل کرنے والے کا نہ ہوگا بلکہ جس کی عورت ہے اسی مرد سے نسب ثابت ہوگا۔

نہیں اور دوسری صورت اگر بے شوہر عورت ہے پھر بھی اجنبی مرد جس کے جڑے سے بی بی پیدا ہو اسے نسب ثابت نہ ہوگا بلکہ عورت ہی سے بچہ کا نسب ثابت ہوگا یعنی بچہ کی نسبت عورت کی طرف کی جائے گی اور اجنبی مرد کی کسی کا داخل کرنا جو عورت کے قسم میں ہے اس سے عورت کا نسب کا ثبوت نہیں ہوگا اس کی قانونی حیثیت ولد زانیہ کی ہوگی۔

نیز چونکہ شرعی کسی عورت کے رحم یا شرمگاہ کو عاریت یا اجارہ پر لینے کا کوئی جواز یا اس کا تصور اسلام میں نہیں ہے جیسا کہ ائمہ اہل سنت و اہل بدعت کے حوالہ سے گزر چکا ہے اس لیے کسی بھی صورت میں اور وکے خواہش مند مرد کے جڑے سے ہونے والے بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت نہ ہوگا جب کہ مرد کے جڑے سے جنسی عورت کے رحم میں داخل کیے گئے ہوں۔ کتب فقہ میں تصریح ہے۔

ویدب ولد امرنا واللعان سحبة الأم مما فتنما انه لا اب له .

(رد المحتار، ۵/۷۰)

کہ ولد امرنا اور ولد غلام کو ماں کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ اس وجہ سے کہ ہم نے اس سے قبل لکھا ہے کہ ماں کا باپ نہیں ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ زانیہ اگر کے جو جڑے سے طریقہ کے رحم میں داخل کرے گا بچہ اسولی اور غیر قانونی طور پر داخل کرنے کی وجہ سے شریعت نے زانیہ کے جڑے کی کوئی حیثیت نہیں دی اسے بے قیمت اور کامیاب قرار دیا ہے۔ اسی لیے نسب زانیہ سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ بچہ کی نسبت شرعیاً، ماں کی طرف ہوگی۔

ی طریقہ لعان کے بعد کہ شوہر نے بیوی پر زنا کا دعویٰ کیا تو بی بی کو گواہوں سے اور دعویٰ پر اس نے شرعی طریقہ سے عدالت میں قسم کھا کر کہا کہ اس کی بیوی نے زنا کیا ہے۔ ہونے والا بچہ یا حمل اس کا نہیں ہے تو اس صورت میں لعان کے بعد ہونے والا بچہ کو ولد اللعان کہا جائے گا، اس کی نسبت ماں کی طرف ہوگی نہ کہ باپ کی طرف، اس کو وراثت ماں سے ملے گی۔ اجنبی مرد جس کے جڑے سے تھے اس سے کول وراثت نہیں سے گی اس طرح صورت مستولہ میں بچہ کی نسبت بے شوہر عورت کی طرف ہوگی اس اجنبی مرد کی طرف نہ ہوگی جس کے جڑے سے عورت کے رحم میں داخل کیے گئے ہیں اس طرح یہ بچہ معاشرہ میں محبوب اور مطمئن بن کر رہے گا۔ اس کو دیکھتے ہی

لوگوں کے ذہنوں میں غلط فہمیاں پیدا ہونے پر ہم نے جملہ افعال متعلق ہو جائیں گے تو نہ فساد معاشرہ ہوگا ایک حصہ ہے۔

(۱۵) اور اس طریقہ ولادت سے یہ بھی نقصان ہوگا کہ مرد نے ایک صحیح النسب بچی کی جگہ ایک ولہ اثراء کو انعم کیا ہے گو یہ اس نے اپنی منی کے جراثیموں کو صاف کیا ہے جن سے ولہ اثراء پیدا ہوا ہے جب کہ ان جراثیموں کو اگر وہ منکوحہ عورت کے رحم میں داخل کرتا تو صحیح النسب بچہ پیدا ہوتا اس سے صالح معاشرہ پیدا ہوتا۔ دنیا میں بھی عزت و شرافت والا نسب نصیب ہوتا آخرت میں سرخروی حاصل ہوتی جب کہ ولہ اثراء کی خود دنیا میں رسوائی ہوتی ہے اور آخرت میں بھی جب کہ اسے باپ کی ولہ ریت کی جگہ ماں کے نام سے پکارا جائے گا رسوائی ہوگی، انسانی کی رسوائی تو ہے ہی۔

(۱۶) اس جراثیم سے ہونے والے بچی کی نسبت چونکہ ماں کی طرف ہوگی اس لیے جملہ اخراجات نان و نفقہ وغیرہ بھی ماں کے ذمہ واجب ہوں گے۔ نہ کہ اس مرد پر جس کے جراثیم سے تھے یہ دوسری بات ہے کہ مرد اسے قبول کرے اور اس کی ذمہ داری اٹھائے، لیکن جب شرعاً اس پر لازم نہیں ہے تو یہ بہت ممکن ہے کہ جب مرد یہ دیکھے گا کہ بچہ اس کی خواہش کے مطابق نہیں یا ناقص ہے تو اس کو لینے سے انکار کر دے گا جب کہ قانون شرع اسے مجبور نہیں کرتا تو اس سے بلا وجہ عورت پر ایک بوجھ ڈالنے کے سوا اور کچھ نہ ہوگا کیونکہ بچہ کا رشتہ ماں سے ہوگا اور اس کے سارے اخراجات کا بوجھ بھی اس پر ہوگا۔

(۱۷) نیز نسبت نجس کے ذریعہ اولاد پیدا کرنے کا گناہ بھی مرد اور عورت دونوں پر ہوگا۔ دونوں شرع اور قانون فطرت سے بغاوت کے مرتکب ٹھہریں گے لیکن چونکہ اس میں حقیقی زنا کی صورت (مرد کا آلہ تناسل غیر منکوحہ کی شرمکاو میں داخل کرنے کی صورت) نہیں پائی جاتی، اس لیے زنا کی حد ان پر جاری نہ ہوگی، البتہ اسلامی حکومت ان پر تعزیری سزا عائد کر سکتی ہے اور آخرت کی سزا الگ ہوگی۔

۶۔ نسبت نجس کے ذریعہ اولاد پیدا کرنے کا دوسرا طریقہ جس میں مرد اور عورت دونوں میاں بیوی ہوں مگر فطری طریقہ سے بہت کر غیر فطری طریقہ سے مرد کے جراثیم سے اور عورت کے جراثیم سے کو نکالنے کے بعد خاص ترکیب سے بیوی کے رحم میں داخل کرتے ہیں۔ اس کا حکم پہلے

سے مختلف ہوگا، پہلی بات تو یہ ہے کہ شرب کا مادہ منویہ عورت کے رحم میں داخل کیا گیا جو کہ ناجائز نہیں ہے، اس طرح اس سے حمل ظہور تو عاقبت منسوب ہوگا اور اس میں کوئی تعویذی حکم نہیں ہوگا، اس وجہ سے کہ زنا کے حکم میں نہیں ہے اور اس میں گناہ بھی نہیں ہوگا، جب کہ دونوں کے جڑوں سے نکالنے اور داخل کرنے میں کسی ایسی مرد اور عورت کا عمل داخل نہ ہو، بلکہ سدا کا کام بھی اور شوہر خود ہی انجام دے لیکن شوہر اور بیوی کے جڑوں کو غیر فطری طریقہ سے نکالنے اور عورت کے رحم میں داخل کرنے میں اگر تیسرے مرد یا عورت کا عمل داخل ہوتا ہے اور ایسی مرد یا عورت کے سامنے شرمگاہ نیچے پادکھانے لہو مس کرنے یا کرنے کی ضرورت پڑتی ہے تو اس طرح بے حیائی اور بے پردگی کے ساتھ بچہ پیدا کرنے کی خواہش پوری کرنے کی اجازت شرعاً نہ ہوگی، کیونکہ بچہ پیدا کرنا کوئی فرض یا واجب امر نہیں ہے، نہ ہی بچہ پیدا نہ ہونے سے انسان کو بیان یا کسی عضو کی ہلاکت کا خدشہ ہوتا ہے تو گویا کہ کوئی شرعی ضرورت اور خطرات کی حیثیت نہیں پائی جاتی جس سے بدن کے مستورد حصے خصوصاً شرمگاہ کو ایسی مرد یا عورت ڈاکٹر کے سامنے دکھانے کی اجازت دے۔

لہذا فیثت نجس بے بی کے وارے طریقہ کو اگر کسی ایسی مرد یا ایسی عورت ڈاکٹر کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے تو جائز نہیں ہے بشرطی گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہوگا، تاہم بچہ کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا، اس کو باپ سے وارثت ملے گی۔ صحیح اولاد کے احکام اس پر جاری ہوں گے۔

یہاں اور چند مزید نکات ضرور تیس پیدا ہو سکتی ہیں جن کی طرف توجہ نہیں دی گئی، لہذا قائلہ سے کے طور پر ان صورتوں کا حکم بھی ارحام بیان کر دینا ضروری مضموم ہوتا ہے، لہذا یہ کہ فیثت نجس بے بی کے ذریعہ اولاد حاصل کرنے کا تیسرا طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔

(۱) کوئی شخص نکاح کیے بغیر اولاد حاصل کرنا چاہتا ہو تو وہ کسی عورت کو اولاد حاصل کرنے کے لیے کرائے پر لے اور اس سے فطری طریقہ سے زنا کرے یا غیر فطری طریقہ سے فیثت نجس بے بی کے نظام سے اپنے جڑوں سے کوئس کے رحم میں داخل کر کے اولاد حاصل کرنے کی کوشش کرے، اس کا حکم بھی زنا کا ہے اور اس سے ہونے والا بچہ بھی ولد باطل ہے۔

(۲) بچہ فطری طریقہ سے ہے کہ اولاد حاصل کرنے کی سعی کرنے والا مرد ہو بلکہ عورت ہو کہ وہ بلا نکاح کسی مرد کو کرائے پر لے کر اس سے فطری طریقہ سے زنا کر کے بچہ پیدا کرے یا کسی ایسی مرد کے مادہ منویہ کو غیر فطری طریقے سے اپنے رحم میں داخل کر کے بچہ پیدا کرے۔ یہ بھی زنا

کے علم میں ہے۔ اس میں بچہ تو عورت کو مل جائے گا لیکن اس کو مدد نہ ملے گا۔ اس طرح بچہ حاصل کرنا شرعاً جائز نہ ہوگا۔

(۱۶) پانچواں طریقہ یہ ہے کہ اوپر دو حمل کرنے کے خواہش مند میاں بیوی ہوں لیکن ان کے جڑو سے ناقص یا اولاد پیدا کرنے والے نہ ہونے کی بناء پر ہی ایسے اجنبی مرد کے جڑو سے کوٹا کر بیوی کے رحم میں داخل کر دیں جس کے جڑو سے میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ہو یا میاں بیوی دونوں کے جڑو سے کسی اجنبی عورت کے رحم میں داخل کر دیں۔ ان صورتوں میں خلفا نسب کے شبہات پیدا ہوتے ہیں، تاہم جس عورت کے حمل اور حمل سے بچہ پیدا ہوگا۔ بچہ کی نسبت اس کی طرف ہوگی اور وہ اگر شوہر والی عورت ہے تو اس کے شوہر سے بچہ کا نسب ہوگا، خواہ جس مند عورت سے نہ ہوگا اور اگر عورت بے شوہر ہے تو صرف اسی عورت سے نسب ثابت ہوگا، جس کے حمل میں حمل ظہر اور جس عورت کو اولاد کی خواہش تھی اور اس کے جڑو سے بھی مانے گئے ہوں اس سے نسب کا ثبوت نہ ہوگا۔

بہر حال اس میں مزید صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں لیکن ہم نے جو اصول بیان کر دیے ہیں اور جس تفصیل سے اصول اور مسائل کو دلائل سے ذکر کیا ہے اس سے مزید پیدا ہونے والے مسائل پر حل بھی انشاء اللہ ملے گا، ایک اور نئی وجہ کی عقل رکھنے والے بصیرت و علم کے لیے اتنا کافی ہے۔

مشعر:

واضح رہے کہ جس مرد کو اللہ تعالیٰ نے قوت مردانیت کی عفت سے نوازا ہے، اگر اس کی بیوی کے اندر کسی کی کہ جب سے اولاد نہیں ہوتی تو وہ دوسری، تیسری، چوتھی شادی کر کے اولاد کی خواہش پوری کر سکتا ہے، اس طرح مرد اور عورت دونوں اولاد سے مالا مال ہو سکتے ہیں۔ کسی غیر شرعی فعل کا ارتکاب کرنے کی ضرورت نہیں جنس آئے گی اور اگر مرد کے اندر مردانیت نہیں ہے یا کوئی خامی ہے اور عورت کا حال درست ہے تو ایسے موقع پر مرد کو چاہیے کہ ممکن طلاق کر کے اپنے قوت مردانیت کو بحال کرنے کی کوشش کرے اور اگر علاج بالکل مفید نہیں ہے تو ایسے حالات میں عورت کے فطری جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے اسے طلاق دیدے اور اس کے فطری جذبات کو قربان نہ کرے، ایسے موقع پر طلاق نہ دینا گناہ ہے۔ یہ چند نکات لکھ دیے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں قبول فرمائے اور لوگوں کے لیے نافع اور سبب موعظت بنے۔

وَأَمَرَ دُعَىٰ رَبِّهِ أَنْ يَتَجَمَّعَ إِلَيْهِ رُفُقَاتُ الْإِسْلَامِ وَتُحْلَلَ ذُنُوبُهُمْ

سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

(مباحثہ و مباحث : حواشر الفتاویٰ : ۱/۲۶۸)

بدن پر داغ دے کر مرض کا علاج کرنا:

یہ طریقہ علاج کا بالکل بھی ہے۔ آنحضرت ﷺ سے اونٹوں کو داغ دینا ثابت ہے۔
انہوں نے تحقیق کیا کہ جو کچھ اس بارے میں احادیث میں مختلف ہیں۔ بعض میں داغ دینے کی
ممانعت وارد ہے اور بعض میں جواز اور فعلی حدیث میں صحیح بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود بھی ایسا
علاج نہیں کیا۔ (کامرہ پرفانی فی التبع الیاری)

اور تو فی ثبوت الروایات یہ ہے کہ کئی چیز پر محمول ہے اور جواز اپنی اصل پر۔

كما ذكره الإمام الفسطاطي في المواهب، ونقطه حاصل الجمع

ان الفعل بدل على الحواش وعام للفعل لا يلائم الجمع بل يدل

على ان تركه ارجح من فعله ولذا وقع البناء على تركه وانما النهي عنه

فما على سبيل الاحتياط والتنبيه وانما لا يتعين ضرباً إلى الشفاء

موهبة اذينة : ۱/۲۶۶

اس لیے فقہاء وغیرہ نے اس بارے میں یہ اختیار فرمایا ہے کہ یہ علاج فی ثبوت جائز ہے مگر بلا

مردود تبشیر یہ خلاف ذیل ہے اور چہ وہ اس کا عمل کرتا کرو ہے۔

قال في المعجم الكبير (۲۳۶/۱) كشودي - في الباب الثامن

عشر من الكراهية ما صه ولا يماس بشي الصبا إذا كان لعداء

اصحابهم وكذا لا يماس بشي تنهاتهم لعداوتهم كذا في المحيط

نظم عسى ويكره الكمي في الوجه كذا في العدا من الصباية - انتهى .

(مخبر از إمداد المعين)

حکیم کی اجرت کا حکم:

جو حکیم اپنے مریضوں سے فیس لے کر علاج کرتے ہیں شرعاً اس طرح فیس لے کر علاج کرنا

جائز ہے کیونکہ یہ حکیم کی اجرت جانے اور تنہیں مرض اور تجویز نسخے کی ہے اس میں کسی قسم کی

کراہت نہیں ہے بلاشبہ جائز ہے بشرطیکہ تقسیم ملیم ہو۔ یعنی کسی مازق ضعیف نے اس کو ملاج کرنے کی اجازت دی ہو درنہ ملاج کا پیش اختیار کرنا جائز نہیں۔

اس طرح بہت سے لوگ باقاعدہ ڈانسی پڑھنے کی بجائے معمولی انگریزی ہانچ کر ملاج کا پیش اختیار کر لیتے ہیں اس سے بہت سے مریضوں کو سخت نقصان پہنچتا ہے بلکہ بعض لوگ جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ شرعاً یہ جائز نہیں۔ نیز اس میں حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کا بھی گناہ ہے۔ اس لیے قانون کے مطابق امتحان اسے کر مند حاصل کی جائے اس کے بعد یہ پیش اختیار کرنا جائے۔

فَسَالِ الْعَلَامَةَ الْحَصَكِيَّ وَحَمِّهِ اللَّهُ تَعَالَى : مَنْ يَمْسُحُ مَفْتً مَاحِصٍ
بِعِلْمِ الْحَبْلِ السَّافِلَةِ كَتَعْلِيمِ الزَّوْدَةِ لِنَسْنِ مَنْ رُوِّحَهَا أَوْ لِنَمْقَطِ عَنْهَا
لَوْ كَانَتْ وَطِيبٌ جَاهِلٌ .

علامہ حصکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ایسے جامل مفسق کو نفی دینے سے روکا جائے گا جو لوگوں کو باطل چلے سکھاتا ہے جیسے عورت کو شوہر سے ہدائی کے لیے مرد برے کا مشورہ دینا یا زکاۃ ساقط کرنے کا چل سکھانا۔ اسی طرح جامل طیب پر ملاج کے سلسلہ میں پابندی ناکہ کی جائے گی۔

وَقَالِ الْعَلَامَةُ اسْنِ عَابِدِينَ رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى : (فَوَلِّهِ طِيبٌ جَاهِلٌ)
بِأَنْ يَمْسُوهُمْ حَوَاءٌ مَهْلِكًا وَإِذَا قَوِيَ عَلَيْهِمْ لَا يَغْدِرُ عَلَيْهِ نَزْلَةُ ضَرَرِهِ
زَيْلِي . (رد المحتار : ۵/۹۳)

تعویذ کا حکم:

بعض لوگ قرآن مجید کی آیات کریمہ کو کافذ میں لکھ کر مریضوں کو یا ضرورت مندوں کو دیتے ہیں جیسے وہ نکلے یا زور پڑا نہ دے۔ اس سے انہیں کافی رقم ملتی ہے۔ الغرض یہ عمل ایک کاروباری صورت اختیار کر گیا ہے۔ اب شریعت مطہرہ کی رو سے تعویذ کا کیا حکم ہے؟ اس پر اجرت لینے کا کیا حکم ہے اس کو تفصیل سے لکھتے ہیں:

ابو دیرش مجوسریہ کثیرا سے روایت (ذم) کا ثبوت ہے غبار ہے، یعنی بکثرت روایات سے ثابت ہے ہاتھی تیسرے (تعویذ) کی سند جو ذریعہ سود نہیں، جائز ہیں۔

۱۔ نوک جو پتیل، تانبے یا لوہے وغیرہ کے ٹکڑے کو باندھ کر کیا جاتا ہے۔

۲. تعویذ کو مؤثر بالذات سمجھا جائے۔ جیسا کہ زمان جاہلیت میں تھا اور اب بھی بعض قبائل میں ہی سمجھتے ہیں۔

یہ سورتیں یا اشعار جائز اور حرام مشترک ہیں۔

تمیذ میں، انا واللہ تعالیٰ، آیات قرآنیہ اور اجدیہ، ماثورہ ہوں تو یہ جائز اور ثابت ہے، اس کو ناجائز کہنا جرات ہے کہ کونساں قسم کے تعویذ میں مؤثر بالذات صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھا جاتا ہے۔ حاصل یہ کہ ہر دھمیس کے سینے میں شر و ظلم ہیں

(۱) ثقت مفیورہ ہو۔

(۲) الفاظ ماثورہ بقول ہوں۔

(۳) اس کے تابع بالذات ہونے کا اعتقاد نہ ہو۔

وہ کیا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، یعلمہا من نفس من

سہ وس سم یعقل کتہہ فاعقلہ علیہ۔ (امو داؤد : ۹۷/۲)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنے چھ دہائیوں کو معذرات سمجھاتے تھے اور جو غیر تمیذ اور جے جے کہیں کے تھے میں لکھتے تھے۔

(۴) کسی غیر شرعی مقصد کے لیے نہ ہو جیسا کہ وہ مسلمانوں کے دوسروں نفرت اور

عداوت پیدا کرنے کے لیے یا کسی احمق یا عورت کے ساتھ ناجائز تعلق کے لیے تعویذ کیا جاتے۔

باقی تعویذ لکھنے کا عمل اگرچہ خود رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا لیکن اس سے یہ ثابت کرنا کہ یہ

عمل ناجائز ہے سمجھ نہیں، روایت مذکورہ بالا میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا عمل نقل کیا گیا ہے جو اس عمل کے جواز کے لیے کافی ہے، ہر عمل شرعی کا روایت متواتر سے ثابت ہونا ضروری نہیں۔

اس عمل پر اجرت لیبانی فقہ جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ روایت میں اس کی تصریح ہے۔ تفصیل کتاب الاچارہ میں گزر چکی ہے، لیکن اسے مستقل طور پر پیش بنا کر اختیار کرنے والوں کے لیے مناسب نہیں۔

کیونکہ آج کل اکثر عوام بے شمار گناہوں میں مبتلا ہیں، بھروسہ کسی چیزوں کو سہارا بنا کر اور زیادہ اس سے دور ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑنے کی ضرورت نہیں، اس کے بغیر

یہی اللہ تعالیٰ ہمارے بارگاہِ مکروہ ہے جس کو اس سے ان کے دین کا نقصان ہوگا۔

اس مسئلے سے فائدہ ہونا چاہی نہیں، کبھی فائدہ ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ اس کی مثال دیکھو: اگر کوئی دوائی طرح ہے کہ اس سے کبھی کسی مریض کو فائدہ ہو جاتا ہے اور کبھی فائدہ نہ ہونے لگتا نقصان بھی ہوتا ہے۔

اس وقت مسلمانوں پر ایسا ہی طور پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے، یہ دین پر گناہ کرنے کی وجہ سے آیا ہے۔

فَعَلَمَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَأَمَّا صَلَاحُكُمْ فِي مَصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ،

یعنی انسان جس فحاشی و مصائب کا شکار ہوتے ہیں وہ ان کے بد اعمالیوں کا نتیجہ ہیں۔ اگر تاریخ بھی سرے سے مسلمان اللہ تعالیٰ کے دین کو مضبوطی سے تھام لیں گناہوں سے اجتناب کرنے کی مکمل کوشش کریں تو ان پر بھی اللہ تعالیٰ کی وہی مدد آسکتی ہے جو کہ قرآنِ اولیٰ میں مسلمانوں کے ساتھ کی گئی تھی۔

وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ وَالْكَفَّةَ مَوْلَانِ

یعنی تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان پر قائم رہے۔

تداویٰ بالمحرّمات:

یعنی کسی حرام چیز کو بطور دوا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر حالتِ اضطرار کی ہو، یعنی وہ محرم استعمال کیے بغیر جان کا بچنا مشکل ہو تو بقدر ضرورت تداویٰ بالمحرّم و ناقحاق جائز ہے، لیکن اگر جان کا خطرہ نہ ہو بلکہ مرض کو دور کرنے کے لیے تداویٰ بالمحرّم کی ضرورت ہو تو اس میں حرام کا اختلاف ہے، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس صورت میں بھی تداویٰ بالمحرّم مطلقاً جائز ہے، جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس صورت میں تداویٰ بالمحرّم مطلقاً جائز ہے، امام حنفی رحمہ اللہ کے نزدیک تمام مسکرات سے تداویٰ ناجائز ہے، جبکہ باقی عمرات سے جائز ہے، حنفیہ میں سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ بھی امام شافعی رحمہ اللہ کی طرح مطلقاً حرام حرام کے قائل ہیں، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ غمر کے علاوہ باقی تمام عمرات سے تداویٰ جائز ہے، حنفیہ میں سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی طبیبیہ حادّیہ فیصلہ کرے کہ تداویٰ بالمحرّم کے بغیر بیماری سے چھکارا ممکن نہیں ہے تو

اس صورت میں تہہ دہی بالکرم جائز ہوگا۔

حضرت مولانا غفر عثمانی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تہہ دہی بالکرم اس وقت جائز ہے، جبکہ کوئی طیب مسلم حاذق یا مسلمان ذوالنہ عاذق یہ کہہ دے کہ اس مرض کے لیے صرف ایک دوا ہے اس کے قہر مقام کوئی دوائیں نہیں، اگر اس کے قہر مقام کوئی دوا ہو مگر اس سے شفاء دوسری میں ہوگی اور ترام میں جلدی ہوگی تو اس میں رد قول ہیں:

قال فی الہندیۃ : وإن مریضاً أشار الیہ الطیب بشرب الخمر
روی عن جماعة من أئمة نوح أنه ينظر في كمال معلوم يقيناً أنه يصح حل
له المتأولی بعد يجوز لحليل شرب الخمر والدم والكل الحجة لتندلوي إذا
اعتبره طیب مسلم ان شفاء فيه وتم بعد من مباح ما يقوم مقامه
وإن قال الطیب بتعجل شفاء له فيه وجهان هل يجوز شرب الخمر
من الخمر لتندلوي إذا لم يجد شيئاً يقوم مقامه فيه وجهان . اهـ .

(۲۳۶/۶)

جس میں دواؤں میں بڑی بڑی یا غم خیز ہوگا ہو یا معلوم ہو ان کا استعمال بدوئی شرطہ کو رکے جائز نہیں اور والا ما اضطررتم الیہ کچھ میں اس کو داخل کرنا عجیب فہم ہے۔

اضطرار اسباب عقیدہ میں دوا کرتا ہے اور تہہ دہی و علاج اسباب مظلوتہ میں سے ہے۔

فلا اضطرار فيه أصلاً حتى لو ترك الدواء ومات لم يأنم ، ولو
شرب الخمر وهو عطشان ومات ثم لسن زوال العطش بشربها
وعدم تيفن زوال السر من به فحتماً .

قال فی الہندیۃ : وأكل التبر بالی مكره إذا كان فيه شيء من

الحیات وإن باع ذلك حلاً . اهـ . (۲۳۶/۶)

اس سے ان ادویہ کا جواز صحیح مفہوم ہوتا ہے جن میں شی محرم ملی ہوئی ہے مگر نہ نص محرم کی نہ جائز ہے جیسے خالص شراب یا خالص غم خیز اور مخلوط بالکرم کی صحیح جائز ہے۔

کالمسرفین المسخلوط بالشراب يجوز بیعه .

باقی پر طبع الحق ہے کہ مسلمان تہہ دہی بالکرم میں کفار کے محتاج ہوں گے۔ آخر کون سی تہمت

ہے۔ جس میں کفار سے مسلمانوں کو امتیاز ہے۔ پس احتیاطاً انی استغفار میں شریعت کیا ہے جبکہ نام
مباحات میں بھی ان سے مستغفر نہیں ہیں۔ (بخاری، ج ۱۰، احکام فقہیہ ص ۱۰۰)

الحدود والتعزیرات

حدود و تعزیرات کے احکام

قرآن کریم اور احادیث متواترہ نے چار جرائم کی سزا اور اس کا طریقہ خود متعین کر دیا ہے کسی
قاضی یا امیر کی رائے پر نہیں چھوڑا نہیں متعین۔ ہر ان کو اصطلاح شرعی میں "حدود" کہا جاتا ہے
ان کے علاوہ باقی جرائم کی سزا کو اس طرح متعین نہیں کیا گیا جسکا امیر یا قاضی مجرم کی حالت اور جرم
کی حیثیت ماحول وغیرہ سے مجموعہ پر نظر کر کے جسد سزا دینے کو اعداد جرم کے لیے کافی سمجھے وہ
سزا دے سکتا ہے۔ انکی سزاؤں کو شریعت کی اصطلاح میں "تعزیرات" کہا جاتا ہے۔ حدود و تعزیرات

(۱) حد مرتدہ۔ یہ وہی کرنے پر حد۔

(۲) حد زنا کرنے پر

(۳) حد قذف۔ یعنی کسی پاکدامن عورت پر جسبت دیکھنے کی سزا۔

(۴) حد شرب الخمر۔ یعنی شراب پینے پر سزا

حدود کی مشروعیّت کی حکمت:

ان جرائم میں سے ہر جرم اپنی جگہ براعت اور دنیا نے امن کو تباہ کرنے والا اور بہت سی
خرابیوں کا مجموعہ ہے۔ ان برائیوں پر قہر نہیں لگانے کے لیے۔ اور امت مسلمہ کو نجات دہکن برائیوں
سے بچانے کے لیے اور امت کی جان و مال و عزت و آبرو و امان جنوں کی عزت و عصمت کو بچانے
کے لیے شریعت مطہرہ نے اخلاقی سزا نہیں مقرر کیں تا کہ ان سزاؤں کو دیکھ کر لوگ ایسے جرائم کے
اور کتاب سے باز آجائیں۔ معاشرہ میں امن و سکون قائم ہو جائے کوئی یہ بحث کسی کی ماں بیٹوں کی
عزت نہ لوٹنے کوئی ظالم سخت دس کسی کی جان سے نہ کھینچے کوئی لاپبی حریف کسی کے مال پر ناحق
ہاتھ نہ ڈالے۔

پھر ان جرائم میں ناخاموس طور پر ایسا جرم ہے کہ اس کے انجام اور نتائج بہت ہی برے ہیں۔

کسی شخص کی بیٹی ممکن ہوئی ہے یا نہ اس کی ہلاکت کے سزاوارت ہے، بشرطیکہ انسان جس میں شریعہ حیات اور غیرت موجود ہے اس کو سدا مال و جائیداد اور عیال سب پر خود پان کر دینا اتنا مشکل نہیں جتنا اپنے حرم کی غفلت پر یا تھوڑا لٹا۔ یہی سب ہے کہ دنیا میں روزمرہ یہ واقعات پیش آتے رہتے ہیں کہ جن لوگوں کے دہم پر یا تھوڑا لٹا تھا ہے وہ اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر زانیہ سے قتل و غنا کے ارپا ہوتے ہیں یہ جو شرعاً منظرِ غلوں میں چلتا ہے اور نہ انہوں کو تباہ کرتا ہے اور جس قوم میں زنا و مہو ہوا ہے وہاں کسی کا نسب محفوظ نہیں رہتا، ماں، بہن، بیٹی وغیرہ جن سے نکاح حرام ہے جب یہ رشتہ بھی غائب ہو گئے تو اپنی بیٹی اور بہن بھی نکاح میں آ سکتی ہے، جو نہ اسے بھی بدتر لگتا ہے۔

خود کیا جائے تو دنیا میں جہاں کہیں بدامنی اور فساد ہو رہا ہے اس کا بیشتر سبب خود اس سے کم ول ہو رہا ہے۔

یہ اسلامی سزائیں اس عالم کا ضامن ہیں، اگر چہ اعلیٰ مغرب و یہود و نصاریٰ اور مغرب زدہ لوگ جو مغرب کی ذاتی غلامی میں مبتلا ہیں، وہ مادہ پرستی، فحش پرستی میں مبتلا ہیں ان کو یہ سزائیں یکہ آنکھ نہیں بھاتی اس لیے وہ ان سزائوں کو ظالمانہ قرار دیتے ہیں، مگر ان کے خلاف نہایت رازمی کرتے ہیں اپنی نجی مفصوں میں حکومتی ایمانوں میں جہاں کہیں ان کو دیکھیں وہ دہلی کا موقع ملے وہ خدائی قوانین کے خلاف بیان بازی کر کے اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کرتے ہیں اور فحاشی و حرابی اور زنا جیسے شرمناک حیا سوز گناہ الہی کو دعوت دینے والے گناہ کرنے والوں کی پشت پناہی کرتے ہیں اور ان کے لیے راہ ہموار کرتے ہیں حالانکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَ الَّذِي هُوَ نَدَىٰ بِهِنَّ وَأَنْتُمْ مُسَاءِمِينَ﴾

(سورۃ الإسراء: ۳۲)

یعنی زنا کے قریب بھی مت جاؤ کیونکہ وہ بے حیائی ہے اور ہمیشہ ہی برادر متہ ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کی شان یہ ہونی چاہیے کہ نہ کاری اور اس کے سبب دردِ دیگر ذرائع سے اپنے آپ کو دور رکھے اور جہاں کہیں یہ بے حیائی کا کام ہو ان کو دور کرنے کے لیے انفرادی اور اجتماعی کوشش کرے اب ہم زنا کی سزا کا تفصیلی ثبوت احادیث مبارکہ سے پیش کرتے ہیں:

حد زنا احادیث کی روشنی میں:

عمر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال ان الیہود و جاثوا رضی رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم قد ذکر انہ ان رجلاً منہ و امرأۃ ربہ فقال لہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما یحدثون فی الت رات فی شال الرجس فقالوا یفصحہم ویحطلدون قال عبد اللہ بن سلام کما تم ان فیہا اثر جسم فاستوا جائزوات فشرعوا فوضع احدہم ہذہ علی ایت الرحم ففراً ما قبلہا وما بعثہا فقال لہ عبد اللہ بن سلام رفع یدک فرفع یدہ فہذا فیہا ایت الرحم قالوا صدق یا محمد فیہا ایت الرحم فالمرأۃ ما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرحباً مرأیت الرجل یحنا علی الامرأۃ یقبہا العجولۃ .

(بخاری: ۱۰۰۱/۲، ترمذی: ۲۷۳/۹، مؤطا: ابراہم مالک:)

ص ۶۸۳، مسلم: ۶۹۱۱)

عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہودیوں کی ایک جماعت حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور کہا کہ ان میں سے ایک شادی شدہ مرد نے ایک عورت شادی شدہ کے ساتھ زنا کیا ہے اس کی سزا کیا ہوئی چاہیے؟ رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کیا تمہاری کتاب تورات میں رجم کے بارے میں کچھ لکھا؟ انہوں نے جواب دیا اس میں جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ ہم ان کو رسوا کرتے ہیں اور ان کو کوڑے مارے جاتے ہیں۔ عبداللہ بن سلام نے کہا کہ تم نے جھوٹ کہا ہے تورات میں رجم کی آیت موجود ہے اس پر ان میں سے کوئی تورات لے کر آیا اس کو کھولا اور ایک شخص نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ دیا اور آیت رجم سے آگے اور پیچھے پڑھ کر سنایا۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے اس یہودی سے کہا جس نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ دیا تو تم اپنا ہاتھ اس جگہ سے اٹھاؤ اس نے ہاتھ اٹھایا۔ دیکھا کہ آیت رجم موجود ہے تو انہوں نے قرار کر لیا کہ ہاں اسے کھڑیاں پر آیت رجم موجود ہے۔ عبداللہ بن سلام نے سچ کہا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے دونوں کے رجم (تنگسار) کا حکم فرمایا اور دونوں کو رجم کیا گیا۔

حدیث مذکور سے امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ نے استدلال کیا ہے کہ غیر مسلم ذمی اگر زنا کرے اور دونوں شادی شدہ ہوں تو رجم کیا جائے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے رجم کے بارے میں ابن عباس سے سوال کرنے اور آپ کے رجم کے حکم دینے سے معلوم ہوتا ہے۔

عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عمدوا عسی عذوا عسی لا یؤد جعل اللہ لہن سیلا ﴿ انیب بالنیب
جلد مائتہ ورمی بالحجارة والیکم بالکمر جلد مائتہ ونفی سنہ .

(مسلم : ۶۷۲۶، ابوداؤد : ۶۰۶۰، المفط المستقیم)

عبادۃ ابن الصامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے سن لو کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿لو بحلل اللہ لہن سیلا﴾ کا وعدہ پورا فرمایا اور زانی اور زانیہ عورت کا عقم متعین فرمایا۔ ان کے لیے شرعی راستہ بیان فرمایا وہ یہ کہ شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کے تہ ناپہ سو کوڑے اور سنگسار اور غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے لیے صرف سو کوڑے اور ایک سال شہر بدر کرتا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حدیث مذکور میں فیہ شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لیے سو کوڑے اور شہر بدر کرنے کا شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لیے رجم کے علاوہ سو کوڑے کا ذکر بھی ہے لیکن نبی کریم ﷺ نے شادی شدہ مرد اور عورت کے بارے میں صرف رجم پر اکتفا فرمایا۔

عس ایسی ہریرۃ انہ تجر . حل من المسلمین انی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و هو فی المسجد فتادہ فقال یا رسول اللہ عسی اللہ علیہ وسلم انی رنبت فاعرض عنہ فتحنی تلقاء وجہہ فقال لہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی دیت فاعرض عنہ حتی نئی ذلک عیہ اربع مرات فلما شہد علی بعضہ اربع شہادات دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابن جنون قال لا قال فقال احصت قال نعم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادھبو بہ فارجموا وفيہ یقول حابر حکمت میں رحمہ فرجضہ .

(ماہمصلی : مسلم : ۶۶۲۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ مسلمانوں میں سے ایک شخص مسجد نبوی میں آیا جبکہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھیں انھیں نے آواز دے کر کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے تمہارا کیا آپ نے اس کی طرف توجہ کی پھر یہ شخص آپ کے سامنے کی طرف سے آیا

اور کہا یا رسول اللہ میں نے ذرا کیا آپ نے کوئی تہیہ نہ دی اس طرح وہ بار بار کہتا رہا جب اس نے اپنے گویہ چار مرتبہ شہادت دی تو آپ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تجھے جنوں تو نہیں اس نے کہا نہیں پھر آپ نے یہ چھانوٹا دی شہادہ شدہ ہے اس نے کہا ہاں پس آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے فرمایا اس کو لے جاؤ اور درجہ یعنی سنگسار کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ درجہ کرنے والوں میں میں بھی تھا ہم نے اسے عید گاہ میں جا کر درجہ کیا۔ حدیث مذکور کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں جو کہ صحیحہ میں مسلمان ہوئے تھے اور درجہ کا یہ چشم دید واقعہ بیان فرما رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درجہ کا حکم دیا اور درجہ کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ درجہ کا واقعہ سورۃ نور کے بعد ہوا ہے کیونکہ سورۃ نور کی آیت الزانیۃ والزانۃؓ ہجری میں واقعہ اک کے موقع پر اتری البتہ ایہ اعتراض غلط ہوگا کہ درجہ کے واقعات سورۃ نور سے قبل ہوئے ہیں۔

یہود عبد اللہ ابن ابی لوفی کا یہ کہنا کہ درجہ کے واقعات سورۃ نور سے قبل ہیں باطل ہے معلوم نہیں ہمارے استدلال کو مشتبہ نہیں بنا سکتا کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جرم و یقین کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ان کی موجودگی میں درجہ ہوا ہے۔

عن عبد اللہ ابن مسعود قال فلما رجع معاشر بن مفلح فحالت الغامضية فحالت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم اني قد زنت فظهرتني وانه زناها فلما كان الغد قالت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم لسا نردني لعنك انت نردني كما وردت ما عرافوا الله اتى لحيول قال الآن فاذهبى حتى تلدى . قال فلما هذا ولد ولدت قال اذهبي فارضيه حتى نطعمه فلما فطمته ائتته بالصبى في يده كسرة صبر فقالت هذا يا نبى الله قد فطمته وقد اكل الطعام فذفع الصبي الى رجل من المسلمين ثم امر بها فحقيقها الى حصره وامر الناس فخرجوها فقبل خالد ابن ولید بجمعر فرمى رأسه فتضع قدم على وجه خالد فصبها فسمع النبي صلى الله عليه وسلم به ايها فقال مهلا يا خالد فوالذي نفسي بيده لقد ثابت نوبة لو ناهيا صاحب مكس لفرله ثم امر بها فصلى عليها ودفنت .

(مسلم: ۱۰۶۸، ابوداؤد: ۹۱۶-۹۱۷)

عبداللہ ابن بریدہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ماخر بن مالک اسکی گورہم کیا گیا تو غامدیہ کی عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی اور کہا کہ میں نے زنا کیا مجھے پاک کیجئے آپ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اس عورت کو واپس کر دیا دوسرے روز پھر آئی اور گزشتہ روز کی طرح بات کی آپ ﷺ نے کوئی توجہ نہیں دی تو عورت نے عرض کیا آپ مجھے کیوں واپس کر رہے ہیں۔ مجھے شہ ہے کہ آپ ماخر بن مالک کی طرح مجھے بھی واپس کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے یقیناً زنا کیا ہے چنانچہ اب میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا ابھی حد قائم نہیں کی جائے گی یعنی جاؤ منہ محل تک اٹھا کر دو جب منہ محل ہو گیا پھر عورت پید کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابھی نہیں بچے کو دودھ پلاؤ۔ دودھ جھرانے کا انتظار کرو۔ جب بچے کی مدت رضاعت ختم ہو گئی اور روئی کھانے کے قابل ہو گیا وہ عورت بچے کو لے کر پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! میرے بچے کی مدت رضاعت ختم ہو گئی اب دوا کھا آٹھانے لگا ہے میں رسول اللہ ﷺ نے بچے کو کسی مسلمان کے ہاتھ پر دوش کے لیے دے دیا اور عورت کو گورہم کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ صحابہ کرام نے سیدہ نکلتے نکلتے حاکم کو عورت کو اس میں داخل کر دیا۔ خاند بن ابیہ نے ایک چمڑے کر اس کے منہ پر مارا جس سے خون نکل کر حضرت خالد کے پہ سے پر آپ حضرت خالد نے اس کو گالی دی رسول کریم ﷺ نے من ایما اور حضرت خالد سے فرمایا چپ رہ (اے خالد) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس عورت نے اسکی توبہ کی اگر اس طرح کی توبہ قیلاً نکلیں رسول کرنے والا کرتا تو اس کا نشانہ بھی محاف ہو جاتا اور پھر آپ نے اس پر نماز پڑھا وہ پڑھائی اور اس کو دنا دیا گیا۔

عن عمار بن حصین ان امرأه من جهينة انت النبي صلى الله عليه وسلم وهي حبلى من الزنا فقالت يا نبي الله صلى الله عليه وسلم احسب حدًا فافهمه علي فدعا نبي الله صلى الله عليه وسلم وليها فقال احسن اليها لئلا وضعت فأتى بها فقبل فامر بها نبي الله صلى الله عليه وسلم فشددت عليها ثيابها فرجعت ثم صلى عليها فقال له عمر نعلني عليها يا نبي الله صلى الله عليه وسلم وقد زنت

قال لغد ذات نومة تو جمعہ میں سب سے پہلے المذنبہ لو سجنہم۔

(الاعتصام: ۶۹۱، ابو داؤد: ۶۰۹۱۲)

مولا ابن حصین سے روایت ہے کہ ایک عورت جتنی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی جیکر وہ زمانہ سے حاضر تھی اور آپ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے زمانہ کی اور مجھ پر حد لازم ہو گئی لہذا آپ مجھ پر حد قائم کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے اس کے ولی کو بلایا اور کہا کہ اس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو جب وضع حمل ہو جائے تو اسے میرے پاس لے آؤ۔ اس عورت کے ولی نے ایسا ہی کیا۔ جب عورت کو ۱۰ یا ۱۲ سال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم (سنگسنگ کر کے) کا حکم دیا اور مضبوط کر کے اس پر کڑے باندھ دیے گئے تاکہ رجم کی حالت میں بے پروگی نہ ہو بلکہ رجم کر کے اسے ہلاک کر دیا گیا اور تکفیرت ﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھا لی۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس نے تو زمانہ کیا ہے آپ اس کی نذر جنازہ ادا کر رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس عورت نے تو ایسی توبہ کی ہے کہ اگر یہ عید کے ستر آدمیوں پر تقسیم کی جائے تو کافی ہے۔

یہاں پر ایک وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ قاعدہ یہاں عورت کے متعلق نبی کریمؐ نے فرمایا کہ بچہ کو دھپ کر جب وہ کھانا کھانے کے قابل ہو جائے پھر آٹا تاکہ تمہارے اوپر حد قائم کی جائے اور عہدہ والی عورت کے متعلق فرمایا کہ وضع حمل کے بعد اس کو ۱۰ تاکہ حد قائم کی جائے وہ دونوں کے حکم میں فرق کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر زمانہ عورت کے وضع حمل کے بعد بچہ کی پرورش کرنے کا انتظام ہے پرورش کرنے والا کوئی موجود ہے پھر تو وضع حمل کے بعد ہی حد قائم کی جائے گی اور اگر بچہ کی پرورش کے لیے کوئی انتظام نہیں ہے تو وہ پھر آنے تک انتظار کیا جائے گا۔

عن حابر بن رجا رنا بأمره فلم يعلم بأحصانه فحلف رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم ثم علم بأحصانه فرجمہ . (ابو داؤد: ۶۰۹۱۶)

حضرت حابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کسی عورت سے زمانہ کیا حضور اکرم ﷺ کے سامنے اس کا احصان ثابت نہ ہوا اس لیے آپ نے کڑے کی سزا دی بعد میں معلوم ہوا کہ شادی شدہ تھا تو آپ نے رجم کیا۔

عن علی بن حبر رجم المرأة يوم الجمعة قال رحمتها يست رسول

الله صلی اللہ علیہ وسلم . (بخاری: ۶۰۶۱۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب انہوں نے اپنے مہر خلافت میں ایک حورت کو رجم کیا تو فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کے طریقہ کے مطابق رجم کیا ہے۔

عن عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحمل دم امرء مسلم بشہداء لا ینالہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلاث فالتب الرانی والنفس بالنفس والتارک لدینہ المقارک للجماعۃ روثہ ہاتشہ فیہ رجل ریس بعد احصان فانہ برجم .

(الخ للفظ لاسی داؤد: ص ۵۹۸، بخاری: ۱۰۱۶/۲، مسلم: ۱۶۱/۲)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر اس مسلمان کا خون جو اللہ کے ایک ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی گواہی دے کسی دوسرے مسلمان کے لیے حلال نہیں مگر میں سے کوئی ایک ہو تو حلال ہے:

(۱) بیکر شادی شدہ نہ کرے۔

(۲) کسی نے دوسرے کو ناحق قتل کیا ہو۔

(۳) جس نے دین کو بدلا یعنی مرتد ہو گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ جس نے احصان کے بعد رجم کیا اسے رجم کیا جائے گا۔

عن عمر بن خطاب قال رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجم امو سکمر ورجسیت ولو لا انی اکره ان یزد فی کتاب اللہ لکتہ فی المصحف فانی قد شسبت ان یحیی اقوام فلا یجدونہ فی کتاب اللہ فلیکفروا فی الذنب عن علی حدیث عمر حدیث حسن صحیح (روی من غیر وجہ عن عمر - (ترمذی: ۱۷۲/۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے رجم کیا اور ابو بکر نے رجم کیا اور میں نے رجم کیا۔ اگر میں اس بات کو برا نہ جانتا کہ کتاب اللہ میں اضافہ کیا جائے تو رجم کی آیت (النسج والشبہۃ الحج) کو محض قرآن میں لکھ دیتا کیونکہ مجھے تو قوی اندیشہ ہے کہ کچھ دنوں

کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو کہ کتاب اللہ میں دیکھ کر واضح طور پر انہیں چھٹے نبی سے متاثر ہو کر کافر ہو جائیں گے۔ یہ محدث حضرت علیؓ کے ساتھ ہیں۔ یہ روایت بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تواتر ہے۔

عَمَلٌ بِالرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، الرَّحْمَنُ الَّذِي هُوَ اللَّهُ تَعَالَى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَجِبَ لِيُكْرِمَ رَحْمَتَهُ وَكَدَا عَنِ عَطِي .

درجہ پر رضا و رضائے حق سے عمل کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے درجہ کیا، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے درجہ کیا اور میں نے درجہ کیا۔ یہی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رجم کیا۔ (مؤلف امام عادل، ج ۶، ص ۶۸۶)

جاری اعلیٰ اعتبار سے مہمدرمات میں کئی افراد پر مجرم کیا گیا اور خفا کے راشدین نے اپنے
راشدین مجرم کیا۔

امام ترمذی نے حدیث شریف کے بارے میں جن روایوں کے نام ذکر کیے ہیں وہ اس طرح ہیں:

— 2 —

وفى الباب عن أبي بكر، عباد بن الصامت، وأبي هريرة، وأبي

سميد، خديري، دواين عباس، حابرين حمزه، زهنايل بريدة، سلمه بن

المحقق، أبي مزرة، عمرو بن حصين. (توفي - ١٢٦ هـ)

اور دیگر مختلف جگہ میں جن کا نام مذکور ہے ان میں عبد اللہ ابن مسعود، عبد اللہ ابن عمر، حضرت عمر، حضرت ابو بکر، حضرت عثمان اور حضرت علی بھی ہیں۔ حضرت عائشہ، براء بن عازب، عمرو بن العاص وغیرہ شامل ہیں۔

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی غیر شادی شدہ عورت یا مرد کے بارے میں شرعی شہادت سے یا ان کے اقرار سے ثابت ہو جائے کہ انہوں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے تو ان کو بطور سزا سو گز سے مارے جائیں گے اور اگر حاکم شہادت محسوس کرے تو ان کو جلا وطن بھی کر سکتا ہے اور اگر کوئی شادی شدہ جوڑا یا ایک سے یہ 24 مرتبہ ہو جائے تو اس کو بطور سزا سزا مار کیا جائے۔

زمانہ کی سزا چونکہ بہت سخت ہے اور اس کا احتمال ہے کہ سزا چھری گرنے والوں کو ان پر رحم

آپ نے دیکھا تو یہ یقیناً غمگین ہو کر رہیں گی۔ اس کے ساتھ محمدؐ یا کورین کے اس اہم فریضہ کی ہوائی میں جڑوں پر تر نورانی کھانا ہائز نہیں۔ رافت رحمت و رحمتہ کرہ ہر جگہ محمدؐ ہے مگر بھڑوں پر ہم نے کاتھینہ و کھافق کے ساتھ ہے مگر ہے اس لیے منور اور تاجہ کر ہے۔

علاء اللہ علیہ السلام۔ قال: لا یجوز فی الدنیا والآخرۃ ان یتحدوا علی واحد منہما مائتہ جلد و لا واحد کم مائتہ و اقل فی دین اللہ ان یتحدوا علی مائتہ و اقل و ان یوم الا بحد و ان یحد علی مائتہ من المؤمنین ﴿ (سورۃ النور: ۲۰)

یعنی اٹھارہویں تعالیٰ ہے "نما کر کے دانی عورت اور نما کر کے فاضل مردان میں سے ہر ایک کے سرور سے اور اور تم کوئی کوئی دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرا گھٹیں آنا چاہیے اور اللہ کی اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور دونوں کی عزت کے وقت مسلمانوں کی ایک نہ عورت کو حاضر نہ کرنا ہے۔ لہذا کہ ان کی رسائی ہو اور یقیناً سننے والوں کو عورت ہو۔

ثبوت نما کا طریقہ:

نما پر نما کے مجرم عورت کرنے کے دوسرے ہیں

(۱) چار ایسے مرد گواہی دیں جن کی دیانت و ایمان داری پر اعتماد کیا جاسکتا ہو کہ ہم نے ان کو نما کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مجرم خود عداوت کے سامنے استکبار کرے کہ اعتراف کرے۔

کار و کاری کا حکم:

۱۔ جب میں کار و کاری سے منہ پھرنے کا ایک موقع ہے اس کے متعلق تفصیلی حکم کے لیے لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس میں ایک مادل یا اس میں وجوب کو یہاں قضی کیا جاتا ہے:

یہ فرماتے ہیں کہ تمام مفتیان و مقامین مسائل نے بارے میں کہ سندھ و بلوچستان اور دہلی پنجاب کے بیشتر علاقوں میں ایک رسم "کار و کاری" کے نام سے مروج ہے۔ جس میں عورت کا شوہر کسی غیر مرد سے نبوی کے جنسی تعلقات (زنا) ہونے یا جنسی تعلقات کے شبہ کے بنا پر لفظ "کاری" کہہ کر گھر سے نکال دیا ہے۔

لفظ "کاری" کے معنی اردو زبان میں سیارہ کے ہیں۔ یہ لفظ عورت کے کسی غیر مرد کے ساتھ

میں زنا یا شہوان کی بنا پر واجب ہے۔ (فقہیانک) عاریۃ النفس والدنوں سے صرف میں گلی کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے ۱

جس مرد و عورت پر کار و کاری کو ترک نہ کیا جائے تاہم اس مرد و عورت کو بھی "اٹکان" نہیں کر دیا جاتا ہے، لیکن کو خیر لہذا جنازہ اور کفن و دفن کے کسی ٹرٹے و دریا میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اگر وہ جس سے نکاح ہو نہیں تو پھر یہ معاہدہ وقتی جو کہ لے پا کر چھوڑا جائے نہیں بلکہ ایک یا ایک سے زائد مرد و عورتیں شریک ہوتے ہیں۔

بناو اوقات یہ حرکت اسی الفاظ "کاردی" کو حلاق نے جائز قرار دیا۔ عورت کو شہر سے علیحدہ کر دیتا ہے اور عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوتا ہے اور بعض مہنوں میں اس خطا "کاردی" کو حلاق کے قائم مقام نہیں سمجھا جاتا بلکہ علیحدگی کی صورت میں شوہر سے مستقل طور پر صریح الفاظ میں طلاق پہلو کر عورت کو شہر سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔

بیز جرم بھی طلاق بری کر دیتا ہے اور اس صورت میں شوہر مرد و عورت کو بغیر سے نکاح کے بعد کی حیثیت سے اپنے پاس رکھ جاتا ہے اور بھی جرم کہ مرد و عورت کو جرم نہیں دیتا ہے۔ (کرچہ ثبوت جرم نہ اس شرعی طریقہ کو مد نظر نہیں رکھا جاتا) جس کا عمر درمیان سے کیا جاتا ہے۔

۱۔ طلاق عورت کے سر والہ لے کر مرد کے خاندان سے بعض جرم شرعی نکاح میں لیتے ہیں جس کا نکاح وہ اپنی مرضی سے اپنے خاندان کے کسی بھی فرد سے کر دیتے ہیں۔

۲۔ طلاق کے قبیلہ سے ہماری مانی جرم و مصلحتوں کیا جاتا ہے۔ جو طلاق کے سر والہ کو بعض جرم دیا جاتا ہے اور ایک مقررہ حد مرد کو بھی دیا جاتا ہے۔

اس مذکورہ تفصیل کے بعد مندرجہ بالا رسم کے متعلق چند جدید مسائل کا شرعی حل مطلوب ہے:

۱۔ مستر غضب میں شوہر کا بیوی کو غلط "کاردی" کہہ کر گھر سے نکال دینا طلاق ہے یا عقد؟

۲۔ اگر یہ لفظ طلاق ہے تو سزا ہوگی یا کناہ "من" طلاق؟ اور اس سے طلاق رجعی واقع ہوگی یا طلاق بائنہ؟

۳۔ مذکورہ افراد کے عدم ثبوت پر شوہر کا اس عورت کو نئے نکاح کے بغیر بیوی کی

حیثیت سے اپنے پاس رکھنا کیسا ہے؟

۴۔ اگر شوہر بیوی کو کسی غیر مرد کے ساتھ عین زوجہ کی عانت میں دیکھے تو ایسے شوہر کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ قیود اس ذاتی مرد اور بیوی کو قتل کر سکتا ہے یا نہیں؟ قتل کرنے کی صورت میں شوہر پر شرعاً کوئی سزا ہوگی یا نہیں؟

۵۔ موجودہ دور میں بینک سرکاری عدالتیں اور قنونوں موجود ہے تو مذکورہ جرم کو بچاؤیت کی شرعی حیثیت کیسے ہوگی؟ آیا ان کو اس طرح کے معاملات کے فیصلے کرنے کا اختیار حاصل ہے یا نہیں؟ اور ان کے کیسے ہوئے فیصلے پر عمل کرنا لازم ہوگا یا نہیں؟

۶۔ جرم کا جرم ثابت کرنے کی صورت میں غیر مرد کے خاندان سے کسی لڑکی کو جرم کا عرض بنا کر نکاح کرنا شرعاً کیا ہے؟

۷۔ لطم کے خاندان سے الی جرمانہ وصول کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس جرمانہ کا مصرف کیا ہوگا؟

۸۔ جہاں لطم مرد اور عورت کو بغیر غناز جنازہ اور کفن و کفن کے گڑھے وغیرہ میں ڈال دیا جائے تو علقہ و اداہ اور رشتہ داروں پر شرعاً کیا لازم ہوگا؟
ازراہ کرہما ان مسائل کا مدلل مفصل جواب عنایت فرما کر عنہ اللہ ماجر ہوں۔

جواب:-

۱۔ واضح ہو کہ کسی شخص کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے، قرآن و حدیث میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں:

لَنُؤْتِيَنَّكَ مِنْهُ جُزْءًا كَبِيرًا (سورۃ النمل: ۲۸)
فَنُصَبِّحُكَ بِذُرِّيَّتٍ مِنْهُ (سورۃ النمل: ۲۹)
فَنُصَبِّحُكَ بِذُرِّيَّتٍ مِنْهُ (سورۃ النمل: ۳۰)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا وہ خون ہے۔ (بخاری و مسلم)

وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِي قِسْعَةٍ مِنْ دِيْنِهِ مَا لَمْ يُعْصِ دَعَا حَرَامًا. (رواه البخاری)

یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تک کوئی مسلمان قتل یا حق کا مرتکب نہ ہو وہ ہمیشہ

اپنے دین کی وسعت اور کشمکش میں رہتا ہے۔ چونکہ قتل عظیم گناہ ہے اس لیے شریعت مطہرہ نے حدود قصاص کے غائر کو شخص زبردستی میں رہنے کی بجائے حاکم وقت کو ممدار بنایا تاکہ مرد پر کڑا فیصلہ نہ ہو، نیز زنا کاری بہت قبیح فعل ہے، لہذا وہاں ماہر ماہرین سے پختہ مسلمانی پر لازم ہے۔

لَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَقْرُبُوا الزَّوْجَ الَّذِي هُوَ أُمٌّ أَوْ صَدِيقٌ أَوْ خَالٌ أَوْ بَعْلٌ﴾

(سورۃ الاسراء)

اسی طرح محض شہد کی بنا پر بلا تحقیق کسی پر الزام لگانا بھی بڑا گناہ ہے، خصوصاً کسی پاکدامن خاتون پر زنا کا الزام لگانا۔

لَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْفَاضِلَاتِ لَأُولُوا عَذَابٍ مُّهِينٍ﴾

لَعَنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿سورۃ النور﴾

(۳۱) اس وضاحت کے بعد صورت مسئلہ میں اگر کوئی شوہر فقط "کاری" استعمال کر کے بیوی کو گھر سے باہر لے کر شرماس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اس کا معنی "زانیہ" کا ہے، یہ طلاق کے لیے مستعمل نہیں ہے، اس کے بعد اگر دونوں میں صلح بھائی ہو جائے تو اس صورت کو گھر میں رہانے کے لیے منکحہ کی ضرورت نہیں، البتہ بیڑا کی نسبت ہے، اس کا بڑا گناہ ہونا آیت بالا سے ثابت ہوا۔

(۴) اگر شوہر اپنی بیوی کو مین زنا یا جس وکنار کی حالت میں دیکھے اور اس کو یقین ہو کہ یہی بھی راضی ہے تو اس کے لیے جائز ہے کہ یہی کو اسی زنا کی حالت میں قتل کر دے۔ اسی طرح زانیہ مرد کو بھی اسی حالت میں قتل کرنا جائز ہے۔ یہ قتل قریب ہے، نہ نہیں، کیونکہ عدل، عرف عام کا حق ہے، نیز قریب اقل کا جو زمین اسی حالت کے ساتھ خاص ہوا اس تک محدود ہے۔

لَا تَجِدُ فِي التَّوْبَةِ مِنْ بَابِ التَّعْرِيبِ: وَيَكُونُ بِالْقَتْلِ كَسَمٍّ وَحَدِّ رَجُلٍ

مَعَ امْرَأَةٍ لَا تَحِلُّ لَهُ إِنَّ كَانَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَنْتَرِ عَصَابًا وَضَرْبَ مَعَاذُونَ

السَّيَاحِ وَالْأَلَا لَا وَإِنْ كَانَتْ الْمَرْأَةُ مَطَاوِعَةً فَتَلْعَمُ، وَلَوْ كَانَ مَعَ امْرَأَةٍ

وَهُوَ يَزْنِي بِهَا أَوْ مَعَ مُحْرَمَةٍ وَهِيَ مَطَاوِعَةٌ فَتَلْعَمُ جَمِيعًا مُطْلَقًا۔

(نثر المختار مع: دال مختار باب التعریر: ۶۶۹)

باقی اس قتل کی وجہ سے کوئی طلاق لازم ہوگا یا نہیں؟ یہ اس پر موقوف ہے کہ اگر وہ شخص زنا کو

کتابوں کے ذریعہ عبارت کرانے کو یہ اس وقت رہائش جتا تھا کہ اس قائل پر کوئی ضمان نہیں ہے۔
۴۔ مردان سے قصاص لینا جائز ہے۔

والبضایہا مسمریا بالی الحطای الرافضیۃ : جس رائی رجلا مع
اہربا ، برس بھاؤ بھلھاؤ بھلھاؤ ہی نفسہ وحی مطبوعہ عتقہ کو
۵۔ مالا ضمان عقبہ ولا بحیرہ من میراثھا بل انہ عالیہ او بالقرار
وہو رائی رجلا مع امرئہ فی مقارۃ حائلہ وراہ مع محارمہ حکما : ایہو
درمہ الرد وودو عتقہ ان : جس انہ شایع : حل قتلھا وفاق بھسہم لا
بحل حتی بری مہمما العسل فی لونا وودو عتقہ وملكہ فی عرمانہ
الفتاویٰ اہ (رد المحتار : ۴/۶۳ باب التعزیر)

(۵) جرمہ اور بچہ نیت کی حیثیت "حکم" کی ہے ان کو تحریر کا تو حق ہوتا ہے لیکن حدود
و قصاص کے نیچے کرنے کا حق نہیں ، اگر فیصلہ کر دیا تو نافذ العمل نہیں ہوگا ، البتہ بچہ نیت کو فریقین
کے درمیان سے صفائی کرانے کا اختیار ہے ، مگر اس میں کسی اپر سختی کا اہم ضروری ہے تاکہ جہاں
شرعی مسائل میں رہنمائی کی ضرورت ہو وہ رہنمائی کر سکے اور بچہ نیت کا فیصلہ شریعت کے مطابق
ہو سکے۔

(قولہ : يستلهم الإمام) استلوا إلى ما في البحر عن القية من أنه
ليس لخاصي الرضا أو فقيه أو المتعصب أو أئمة السنن أو إقامة
حد الشرع ، إلا بتولية الإمام .

(رد المحتار : ۴/۱۰۱ ، باب حد الشرع)

وفان لعلامة المرجعین رحمہ اللہ : ولا یقیم جمولی الحد علی
عبده إلا بوزن الإمام وقال : استلهمی رحمہ اللہ : لدان فقیہ لانہ
ولایۃ مطلقۃ علیہ کلامام ، بل اولی لانہ یصلح من لتصرف علیہ مالا
یملکہ الإمام کالتحریر وناقولہ علیہ الصلوۃ والسلام : لربیع إلى الولاية
وذكر منها الحدرد ، ولأن الحد حق الله تعالى لأن المقصد منها
إخلاء العالم عن الفساد ، ولهذا لا يسقط بإسقاط العبد فيستوفيه من

هو، ثم على الشرع وقد الإمام له عليه السلام بذلك، لتعريف الإمام حتى العبد
واللهذا جزء النصي في حق الشرع من صحيح محمد.

(٢٢٤) : هـ - ايه ميه فنيہ خانم

(۶) اس جرم سے محض میں خندان کی کوئی نرا کی کاح میں دچانم اور فست کلام ہے ، کیونکہ شرع کاح کا مقصد یہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان خوشگوار اور دائمی زندگی قائم ہو اور تولد و تکامل کے ذریعے نسل انسانی کو بڑھا دیا جائے ، اس کے لیے شریعت نے کفو ، مہر ، نقد و غیرہ بہت سی باتوں کا خیال رکھا لڑکی محض کے طور پر کاح میں دینے سے یہ حقوق کف ہوتے ہیں اس لیے ایسا فیض شریعت کے خلاف ہے ۔

(۷) مالی جہانہ، نصوص قرآنیہ، احادیث صریحہ اور اصولی شریعہ کے خلاف ہونے کی
ہوئے مرام سے اس لیے جرحہ انوں کا یہ فیصلہ شریعت کے خلاف ہے۔

فقال العلامة العلافي رحمه الله تعالى : (لا يأخذ مال في
المذهب) بحر وبه عن الترابية : وقيل يجوز ومعه أن يأخذ ماله
ليزجر ثم يعيده له فإذن ليس من توبته صرفه إلى ما يريد . وفي
المعتمد : إنه كان في ابتداء الإسلام ثم نسخ .

(رد المحتار: ۶۱/۱) (والتفصیل فی احسن الفتاویٰ: ۵۲۹/۵)

(۸) اگرچہ شخص کا انتقال ہو جائے یا کوئی اور کو قتل کر دے تو اس کی لاش کی بے حرشی جاننا نہیں بلکہ لازم ہے کہ اس کو غامض مسلمانوں کی طرح کفن دیا جائے اور جنازہ پڑھا کر دفن کیا جائے۔ جرم ثابت ہونے کے بعد بغیر توبہ کے مرنے کی صورت میں صالحہ کا بڑا عالم یا دینی اعتبار سے مرتد رکھنے والا شخص اس کے جنازہ میں شریک نہ ہوگا کہ دوسروں کے لیے عبرت ہو۔

قال العلامة الحارثي رحمه الله تعالى: ويغسل ويكفن ويصلى عليه لقوله عليه الصلوة والسلام في عز: "اصفوا به كما تصفون يرفقاكم". (هداية من غنى الخديرة ٢١٤: ٥ كتاب الحدود)

حیوان سے یہ فعل کی سزا:

اگر کسی نے جینس سے بچنے کی نواں کا یہ قسم ہے کہ ان شخص پر قہر ہے جس کی مقدار کم کی

دائے پر ہے اور بھینس وزن کر کے وزن کر دینا یا جلاؤ یا مندوب ہے۔ یہ فعلی کرنے والا شخص بھینس کی قیمت کا مالک کے لیے شامی ہوگا، وزن کرے، وزن کرنا ضروری اور واجب نہیں، صرف اس لیے مندوب ہے کہ تھانوی یا دیگر مؤتم کرنے سے یہ فعلی کرنے والے سے عذر ازل ہو جائے، اس لیے اگر وزن نہ لگایا جائے تو کوئی حرج نہیں، اس کا گوشت اور دودھ وغیرہ بلا حرج حلال ہے، اس نہ زہری وزن کو ضروری اور واجب سمجھتے ہیں، اور ایسے جانور کے گوشت اور دودھ کو حرام تصور کرتے ہیں، لہذا اس زہری وزن کرنا حرام نہیں، اس لیے کہ مندوب کو ضروری سمجھنا، حلال کو حرام قرار دینا سخت گناہ ہے، ایسے موقع پر مندوب پر عمل کرنا بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔

و لدلیل عسی کل ما ادعینا صاعی غسل الشامیة تحت (قولہ ولا عند و طء یھیمة الخ) و فی تقیہ برمر الحذر : الاطعی فرح الیہیمة کعبہا لا غسل فیہ بغیر (نزال و یمرر) و یدفع الیہیمة و تحرق علی وجہ الاستحباب ولا یجرہ اکل لحمہا بہ و سیان فی الحدود .

(رد المحتار : ۱)

وقال فی الحدود (حوئلہ و ندیح ثم تحرق) ای لقطع امتداد التحدث بہ کتھا رأیت و ینس بواجب کما فی التہذیب و غیرہا و هذا إذا كانت مما لا یلوکل میاذا كانت فلا ینزل حار اکھما عمدہ و قالوا تحرق ایضاً ، (قولہ المظاہر انہ یطالب ندباً الخ) ای فلولہم یطالب صاحبہا ان یدفعہا فی الاطعی لیس علی طریق الحبر و عبارة النہر و المظاہر انہ یطالب عسی وجہ التذہب و لذا قال فی المعانیہ کان لصاحبہا ان یدفعہا إلیہ بالقیمۃ لہ و عبارة السحر و الظہر انہ لا یحیر علی دفعہا . (رد المحتار : ۳)

وقال فی شرح التنبیہ و کل صاحب یادی إلیہ (فی الوجوب) مذكورہ . (رد المحتار : ۶) انصراب مسعود التلاوة (وقال الطیہ فی شرح مشکوٰۃ تحت حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ فی الترام الانصراف عن الیمین بعد الصلوٰۃ ان من اصر علی مندوب و جعلہ

فرما و ہم یعمل بانتر حجت فقد استجاب علیہ السلام

(جامع ترمذی، باب العیس، ص ۱۵۰، ۱۵۱)

کسی مسلمان کو کافر سے تشبیہ دینے کا حکم:

یہ مسئلہ میں ایک سوال و جواب نقل کیا جاتا ہے

سوال ایک موسوی صاحب نے ایک صاحب کو مخاطبہ کیا کہ تجھ سے الٹا نقل اچھا ہے، اس موسوی صاحب کے بے شرع کیا سزا ہے؟ اس کی امامت بھیجے ہے یا نہیں؟ اس کا کالج کون ہے یا نہیں؟
جواب: تو خود

جو جب بظہر معصوم رہے کہ ان مسلولی صاحب نے کسی نہ کسی علت میں الٹا نقل کو بھڑا کیا ہوگا اس میں کوئی گناہ نہیں بلکہ عرواقی ہے کہ بعض اوصاف میں بعض کافر جہل مسلمانوں سے ملتے ہیں، اگر مسلولی صاحب کا یہ مطلب نہیں بلکہ برحیثیت سے الٹا نقل کو چھوڑتا ہے تو اس میں رواج نہیں ہے:

۱. جس کو بوجہ جہل کہا اسے قطعی کافر نہیں سمجھا صرف یہ کہنا اور لگانا دینا قصود ہے۔
 ۲. اس کو واقعہ کافر اور بوجہ جہل کی طرح مقلد فی الزمان بھی تصور نہ ہونی چاہیے۔
- کہنے والا فاسق ہے اس کی امامت ضرور تحریم کی ہے اور حاکم سے مراد یہ تحریر دے گا اور دوسری صورت میں یہ شخص کافر ہے، نہ کہ اس کا کالج یا محل پرشیا، فریڈکس کی خاص علت میں تشبیہ سے نہ لاشی اور نہ کافر و اگر گالی کی نیت سے نہا تو فاسق اور بھیڑ کا کافر سمجھا تو خود کافر ہو جائے گا۔
ان احتمالات کو دیکھ کے بارے میں خود حکمرانے تحقیق کی جائے کہ اس کی کیا مراد ہے، جو مراد وہ خود بیان کرے گا ہی کہ مطالب اس پر قلم لگایا جائے۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم سبب الشتم سوء وفاءه کفر۔

(معاریف کتاب الآداب ص ۸۹۳)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سببوں میں گالی دینا فسق کی علامت ہے اور کفر

کفر ہے۔

وعن انس رضی اللہ عنہ کہ سمع انسی صلی اللہ علیہ وسلم

قوله لا يؤمنون بالله رب العالمين ولا يؤمنون بالله رب العالمين

۱۔ ام ہیکل صاحبہ کنیت۔ (رحمۃ اللہ علیہا)

اور رسول اللہ ﷺ نے رشتہ و فریاد یا کوئی کسی کی طرف فسق یا کفر کی نیت کرتا ہے اور وہ شخص کفر یا ایمان میں نہ ہو تو یہ قول غلط ہے، لے کی صرف کوٹ کر چکا ہے۔

وفي شرح النور وغير الثمانين بيا كافراً وهل يكفر بالاعتقاد
المسلم ككفر ابيهم والا لانه يعنى شرح وهابية ولو احاديثك ككفر
بخلاصة وهي الثمانية اي يكفر ان اعتقاده كافراً الا بسبب مكفر قال
في البهر وفي الخلاصة المختار للفتوى انه ان اراد الضم ولا يعتقه
كفر الا يكفر وان اعتقه كفر بمخاطبه بهذا سواء على اعتقاده انه كافر
يكفر لانه لما اعتقه نعم اعتقد المسلم كافراً فقد اعتقد دس الاسلام
كفر: اهـ . (ردالمحتار باب التعزير : ٢/٢٥٣)

تسميه (ورد المختار: ١٨٧/٣) وفي التفسير قال الأحرار: يا زكريا
 قف على الأثر الذي أتت به حلاله، لو قال له مثلاً يا نوح فقال بل
 أتت وفي التسمية (قواء مثلاً) أي من كل لفظ غير موجب للحد.

(رد المحتار ۱۷۸/۴)

شاگرد کو سزا دینے کا حکم:

استاذ اپنے شاگردوں کو قہر پر دے سکتا ہے، مگر خود کو باطل سے ہٹایا نہ باطل سے رہتا باطل کو اس لیے کہ اس کے ولی نے استاذ کو تادیب کا مالک بنا دیا ہے اور باطل کو اس لیے کہ اس نے خود استاذ کو اس کا مختار بنا دیا ہے۔

شیخ بھی اسی لیے مرید و تلمیذ رہے سکتا ہے کہ مرید و تلمیذ کے ضمن میں شیخ کو ہر قسم کا اختیار دیا جاتا ہے۔

قال العلاء بن ربيعة رحمه الله تعالى: وفي الفينة له إكراه طلقه عني
تعلم قرآن وادب وعلم لغرضته علي الوالد من له ضرب المينيم فيما
يعتبر ولده اوفي المشامية (قوله وفي الفينة الخ) وفيها عن الروضة

وَلَمْ يَمْرُءٌ سِوَهُ بِصَرْبٍ عِدَّةٍ مِنْ لَمَعَاتٍ بِرَبِّهِ بِحِلَافٍ الْحَرِّ قَالَ فَبُذِلَ
 لِحِلَافِهِ عِدَّةٌ حَتَّى عِدَّةٌ مِنْ صَرْبٍ بِأَمْرِ الْأَمْرِ بِصَرْبٍ بِحِلَافٍ الْمَعْلَمِ لِأَنَّ
 لِمَا مَوْرَ بَصْرِهِ بَدَلَهُ عَنْ أَوَّلَاتٍ لِمَصْلَحَةٍ وَاعْتَمَدَ بِصَرْبٍ بِحُكْمِ الْمَعْلُوكِ
 سَبَلَتْ أَيْ لِمَصْلَحَةِ الْوَلَدِ لِدَعْوِهِ (۱۹۵۰)

طہرہ صلی فرماتے ہیں کہ "اقلیہ" میں ہے کہ باپ کو حق و صلہ ہے کہ اپنی والدہ کو قراءت اور
 ادب و معرفت دیکھنے پر مجبور کرے۔ اور جن صورتوں میں اپنی والدہ کو اپنی بیٹی کر سکتا ہے یتیم کی بھی
 کر سکتا ہے، آٹے، ملا، مٹائی فرماتے ہیں کہ استاد شاذ کو سر اور نجات باپ کی طرف سے تادیب کا
 مالک ہونے کی بناء پر۔

طلبہ کو سر دینے کے متعلق دارالافتاء علامہ غوری ٹاؤن اور جامعہ دارالعلوم کراچی کا ایک
 مصدق فتویٰ بھی مع کچھ اضافہ کے ملاحظہ فرمائیے
 "کر کوئی طالب علم سنی ہو نہیں کرتا اور دہشت خاشع کرتا ہے تو اس طالب علمی اصلاح کے
 ارادہ سے اس کی مصلحت کو مد نظر رکھتے ہوئے استاد طالب علم کو ضرب قہید یعنی جھکی پٹائی کر سکتا
 ہے۔"

کلمہ ذکورہ صاحب بحر الرائق : وَلَوْ أَمَرَ بِصَرْبٍ عِدَّةٍ حَلَّ
 لِلْمَا مَوْرَ بَصْرِهِ بِحِلَافٍ الْحَرِّ . قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَهْذَا تَصْيِيرٍ عَنِ
 عِدَّةٍ جَوَازٍ صَرْبٍ وَلِذَا الْأَمْرُ بِأَمْرِ بِحِلَافٍ الْمَعْلَمِ لِأَنَّ لِمَا مَوْرَ بَصْرِهِ
 بِبَدَلِهِ عَنْ أَوَّلَاتٍ لِمَصْلَحَةٍ وَالْمَعْنَى بِصَرْبٍ بِحُكْمِ ائِمَّةَاتٍ بِتَعْلِيلَاتٍ أَرَبَهُ
 لِمَصْلَحَةِ الْوَلَدِ لِدَعْوِهِ (۱۹۵۰)

لیکن استاد کا طالب علم کو ذمے سے دارالافتاء نہیں دیکھتا تھا۔ تین ضربات قہید پٹائی
 کر سکتا ہے زیادہ پٹائی کی ممانعت ہے۔ نہ کہ حضور ﷺ نے مرد اس سطر کو فرمایا جب تعلیم کے لیے
 بھیج رہے تھے تین ضربات سے زیادہ نہ مارا اگر آپ نے تین ضربات سے زیادہ کسی طالب علم
 کی پٹائی کی تو اس کا اللہ تعالیٰ آپ سے قصاص لے گا۔

اہل اُمرطاب علم نہ تو میں سستی کرتا ہے تو یہ زیادہ اس کو جھکے معمولی ذمے سے تین ضربات
 قہید پٹائی کر سکتے ہیں جو کہ شریعت محمدیہ میں جہاں بھی کسی جرم پر سزا عائد ہوتی ہے تو وہاں پر

شریعت محمدیہ کا مقصد انسان کو فاضل بنانا اور نماز کے علاوہ کسی اور جرم کے ارتکاب میں اسے اساتذہ کے لیے غمے کا استہلال جائز نہیں ہے کیونکہ لغت سے اس جرم کو مارا جاتا ہے جس نے کسی کی مالی یا جانی نقصان کیا ہو۔

کذا فی الشامی : قوله بيد اي : لا يحاور الذلالت و كذلت المعلم
ليس له ان يحاور . ما قال عليه الصلوة و السلام : المردس معلم . يراك ان
تضرب فوق الثلاث فانك اذا ضرب فوق الثلاث اقتضى الله منك اعد
استماعي عن احكام الصغار . لا استروسي و ظاهره انه لا يضرب
بالمصلي غير الصلوة ايضا فوله لا يحضيه اي عصا و مقتضى قوله بيد
ان يراد بالاحضيه ما هو الاعم منها و من السوط اعدده ط قوله لحديت
استدلال على الضرب المطلق و اما كونه لا يختص ببلاد الضرب بها
ورد في جنابه فيمكلف اعد . (رد المحتار : ٣٥٣/١)

نیز یہ کہ ظاہر علم کو اس کے چہرے پر نہ لگنی جائز نہیں ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

كذا في المشكوة : عن ابي هريرة رضي الله عنه عن ابي السبي صلي
الله عليه وسلم قال اذا ضرب احدكم فليشق الوجه .

(رواه اب داؤد ص ٣١٦)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کسی کو (تقریراً) مارے تو چہرہ پر نہ مارے۔

پھر اساتذہ کو سب طلباء کے ساتھ نیکیاں سلوک کرنا چاہیے یعنی کڑے پر بعض کی پٹائی کرنا اور بعض کو چھوڑ دینا بعض کے ساتھ سختی اور بعض کے ساتھ نرمی کرنا غرض تربیتی سلوک کرنا چاہو نہیں ہے۔

كذا في الهندية : ان يحصل بين التلميذان اذا تارعا او يصف
بعضهم من بعض ولا يعجل الي الاولاد الاعتياء دون الفقراء .

(عالمگیری : ٣٧٩/٥)

غدا ہی حادیہ میں ہے کہ جب طلبہ کے درمیان ہفت روزہ ہوا ہے تو اس سے بچے ہوئے اوصاف سے کام لیں، یہاں نہ ہو کہ فقراء کے بچوں کو نظر انداز کر کے غنیاء کی اہلیہ کی طرف جھکاؤ کا برتاؤ ہو۔ بچے دینی اور ایسی فتنی سے مارنا بھی جائز نہیں ہے، جس سے نسروں میں زخم آجاتا ہو یا منکالت پڑ جاتے ہوں کیونکہ اس کا قیامت کے دن حساب ہوگا۔

كذاهي الحد فلهما بحاسب يوم القيامة : ان لا يضرب احدكم ضربا مبرحا ولا

يعاوز الحد فلهما بحاسب يوم القيامة . (عائدہ گبری . ۵ : ۳۷۹)

اور اگر ایسی فتنی کے ساتھ چٹائی کی جس کی کوئی نظیر شریعت میں نہیں ہے تو ایسی تاہلہ چٹائی کرنے میں پادھان فقہاء استاذ پر طمان آتا ہے۔

كذاهي شرح للفتاوى : ولو ضربه ضربا شديدا لا يضرب مثله من

الفتاوى بعض بنو حاص الغفهاء . (۲ : ۳۹۹)

نیز اگر طالب علم درویش کی تاب نہ لا سکا شدید زخمی ہو کر بیمار پڑ گیا یا اس سے مر گیا تو ایسی صورت میں طمان اور وصیت آئے گی۔

كذاهي فتح القدير : وكذا المعلم اذا اودى بحسب فمات منه

بعض عندنا وللشافعي . (۵ : ۱۶۹)

اس دور میں جبکہ دنگ اسلام کی بجائے اور ازموں کے درپے ہیں اور لوگوں کی ذہنی مغرب کے سانچے میں ڈھل چکی ہے، ان حالات میں ایک مسلمان کا اپنے بچہ یا بیٹی کو دینی تعلیم کے لیے بھیجنا اور بچہ یا بیٹی کو علم دین کے لیے وقف کرنا جو کی فاضل تہذیبات ہے۔

ہاں جب مدرس یا منتظم کے لیے جا علم و استعداد کرنے سے طالب علم اگر علم دین سے محروم ہو گیا تو اس کے رہاں کا سہرا اس مدرس یا منتظم کے سر پر ہو گا جو بچہ یا بچہ کو علم و استعداد دے گا۔ اللہ تعالیٰ تمام مدرسین کو اس اور اساتذہ علوم دینیہ کو صحیح طریقہ تعلیم کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسری بدعنوانی کی سزا:

یہ غیبت فعل زمانہ سے بھی بدتر ہے، شریعت کے علاوہ عقلاً اور لمعا بھی یہ فعل بہت ہی غیبت ہے، اس غیبت فعل کی ابتداء حضرت ابوہریرہ علیہ السلام کی قوم نے کی تھی، اس لیے لوگ اس خیانت کو خواہش اور اس کے فاضل غیبت کو کوئی کہتے ہیں، یہاں نہیں آتا چاہے اسے غیبت فعل اور غیبت

فصل واسلہ خودی کے دونوں حضرت مولانا علیہ السلام کے نام کی طرف منسوب کرنا خلافِ باب ہے۔ اس کی ثابتی ایسی ذرا دشوار ہے کہ وہ یہ میں کوئی نصیحت سے نصیحت چند بھی ایسی نصیحت کی رحمت نہیں رکھتا۔ یہ ایسا کندہ اور تھن کا فصل ہے کہ کندہ سے کندہ سے جانور اس کو بھی اس سے نفرت ہے۔ اسی ہے اللہ تعالیٰ نے ایسی نصیحت تو رکھ کر کہ ایک خطِ مذہب وہ کہ ان کی بستی کو اوپر اٹھ کر ان کے لئے پھینک دیا اور پھر اس پر پتھروں کی بارش برسائی۔ وہ ان کے قصہ کو قرآن کریم میں بیان فرما کر واقعی وہ تک ان کو نہ بھائی اور نہ دیا کہ ایسے نصیحت لوگوں کی اصل سزا ایسی ہے مگر کوئی حکومت یہ سزا دینے پر قادر نہیں۔ اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو آپ کے بعد بعض فقہاء و مہتمم اللہ نے اس سے ملتی ہوئی و سزا تجویز فرمائی ہے کہ ایسے نصیحت کو کسی بلند مقام سے سر کے بل اتار کر اس پر پتھر برسائے یا کھیاں اس طرح ہڈک کر دیا جائے۔

حضور آرمسٹریچ کا ارشاد ہے:

فمنہم من لا یصلح و لا یصلح منہم ۹۰

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا نصیحت نکل کرنے والے اور کرو نے واسلہ دونوں کو (عقوبت) قتل کرو۔

دوسری حدیث میں ہے

فمن جحدنا الا عسی والاصفل احصت الیہ بحصصا۔

یعنی اگر اپنے دونوں کو سنگسار کرو، محسن ہو یا تہ ہو۔ (یعنی شادی شدہ ہو یا نہ ہو)

پہلی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفہ مروی ہے۔ یہ حدیث مطلق ہے، یعنی اس میں تہید احصان مذکور نہیں۔

دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، علاوہ از میں حضرت ابو ابوب النضار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور حضرت عی رضی اللہ عنہ سے موقوفہ ایسے مجرم کے لیے حد زنا مراد کی ہے۔

چونکہ یہ حکم غیر مذکور بالقیس میں ہے اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عدم رفیع بھی محکم رفیع ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایسے نبیٹ
فحش کا حال لکھ کر اس کی سزا دریافت کی، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرات صحابہ کرام
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ لیا، حضرت عمر، حضرت علی اور دوسرے سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم
نے بالاتفاق آگ میں جلا دینے کا مشورہ دیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی فیصلہ خالد
بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھا، انہوں نے اس حکم کے مطابق اس کو جلا دیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی اپنے دور خلافت میں ایسے فحش کو جلا دیا۔
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اور اس کی تائید میں
حضرت ابوالعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سن کر حد ذاتہ سخت غیر محسن کو سوکڑے لگوائے۔
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رجم کروایا۔
حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسن کو رجم کر دیا اور غیر محسن کو سوکڑے
لگوائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث قتل کے وادی ہیں مگر آپ کے ہاں طریق قتل یہ
ہے کہ کسی بہت بلند مقام سے سر کے بل اٹھا کر اس پر پتھر برسائے جائیں، اس کی جہاد پر جان
کی جا چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط علیہ السلام کو جس عذاب سے ہلاک کیا اس کے ساتھ حتی
الامکان مشابہت ہو جائے۔

یہ سب تفصیل چاہیہ اور ایہ نکتہ امرایہ اور محلی میں ہے۔
اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر سخت عذاب، حضور اکرم ﷺ،
حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف سے ہلاک کرنے کے مختلف طریقوں کے بیان اور
ان کے مطابق حضرات خلفاء و راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فیصلوں کی بناء پر حضرات فقہاء و مجتہدین
اللہ نے بھی اس حیثیت سے حل پر ہی قسم کی بہت ہی سخت سزائیں بیان فرمائی ہیں۔ ان سزائوں میں
سے جن میں جان سے مراد ہے یا حکم ہے یا شرط ہے کہ کم از کم دو بار یہ فعل کیا ہو۔

البتہ ماضی میں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کے قاتل کو اس لیے ان کے ہاں رجم کے لیے حکم دیا
فصل شرط نہیں، ایک بار نکتہ اب سے بھی رجم کیا جائے گا اور حد ذاتہ کے سوا موت کی دوسری سزائوں
میں شادی شدہ، بونا شرط نہیں، غیر شادی شدہ کے لیے بھی موت کی سزا ہے، اس لحاظ سے...

کے علاوہ سزاؤں کی نوعیت سے لحاظ سے بھی اس شخص غیبت کی سزاؤں کی سزا سے بھی بہت سخت ہے، حضرت فقہاء رحمہ اللہ کی یہاں فرمودہ سزاؤں کی تفصیل یہ ہے۔

۱. رجوعاً اگرچہ شادی شدہ ہو۔
۲. حد زنا لگائی جائے، یعنی شادی شدہ ہو تو بدیعہ، جم ہلاک کر دیا جائے ورنہ سو گزے لگائے جائیں۔
۳. آگ میں جلا دیا جائے۔
۴. ان پر دوج اور غیرہ گرا کر ہلاک کر دیا جائے۔
۵. کسی بلند مقام سے انہما کے ٹکر کر اوپر سے پتھر برمائے جائیں حتیٰ کہ مر جائیں۔
۶. قتل کیا جائے۔
۷. سخت سزاؤں سے گرفتار رکھا جائے حتیٰ کہ وہ کرے یا قید علیٰ عمر جائے۔
۸. بہت بدبودار جگہ میں قید رکھا جائے۔

قال فی الشعلانیة ولا یحد بوطء دم ولا ان فعل فی الاجاب
حد وان فی عملاء او منه او زوجته فلا حد احصاء بل یعزر فان فی
الدر بنسحب الاحراق باندر وھلم الجا . و النکیس من محل مرتجع
یتابع الا حد و فی الحاوی والحد اصح : فی الفتح یعزر ویسحب
حتى یموت او یمتوب ولو اعتاد اللواط فقله الامام سیاسة (یعنی قولہ)
وقی البحر حرمتها اشد من لئنا لحرمتها عفا و شرعاً وجباً و نرأ
لیس یحرم طبعا و نزول حرمتہ تزوج و شراء یخلفها و عدم الحد
عنده لا لاحتفائها بل للتغیظ لانه مطهر علی قولہ و فی الشامی (قولہ
حد) فهو عندھما کالزنا فی المحکم فیحد بحدان لم یکن احسن
ورجھا ان احسن ہر (قولہ تنحوا الاحراق الخ) متعلق بقولہ یعزر
و عبارة الدر عند ابی حنیمة رحمہ اللہ تعالیٰ تعزیر بالثبات ہذا الامور
و اعترض فی النہر بان الدی ذکرہ محرمہ تقیید فقلہ بما اذا اعتاد ذلك

(سید فہرہ) قدامت سری و المظاہر انہ یقبل فی الشہرۃ الثانیۃ لعسقل
انکہ ارع لہ اھ . و قدامت تحت (قوتہ و فی تحوی و حصہ فی انش
بقیۃ المسحار: ۱۶۰/۳) (جامعہ دار احسن الفتاویٰ)

ہنجائیت کی طرف سے تعزیر:

اگرچہ ہنجائیت کبھی جرم کی شرعی سزا دینے پر قادر نہیں سمجھا جاتا اس پر حسب قدرت تفسیر اہل فکر
فرض ہے، نیز تا دہم کارروائی کے لیے جرم پر شرعی نصاب شہادت ضروری نہیں، بلکہ قرآن تو یہ کی
غالبہ طور پر شرط جائز ہے، البتہ ہنجائیت تاویب و تنبیہ کے لیے ناقص شہادت اور قرآن و آثار قرآنیہ
کی بناء پر بھی معاشرتی مصلحت کا فیصلہ کر سکتی ہے اگرچہ شرعی نصاب شہادت موجود نہ ہو۔
بالغ اولاد کو تعزیر:

باپ کی طرف سے بالغ اولاد کو بھی تعزیر دی جاسکتی ہے، یکدہ اند نہ ہو تو دوسرے کا قارب بھی
تعزیر دے سکتے ہیں۔

فان اعلامہ للحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: فی الحضایۃ والغلام
إذا عقل واستغنی برأیہ لیس للاب ضمیمۃ الی نفسه إلا إذا لم یکن
مأموراً علی نفسه فله ضمیمۃ لیلع فتتزوج عاراً فادبہ إذا وقع مہ شیء
و فی الشامیۃ تحت قولہ والغلام إذا عقل الخ المراد الغلام البالغ لأن
نکاحہ بما بعد الطولج و عبارة الزیلسی ثم الغلام إذا بلغ وشيئاً فله ان
یتزوج إلا ان یکون مغسداً عوفاً علیہ الخ

علامہ حصکفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب لڑکا بالغ ہو جائے اب باپ اس کو اپنے ساتھ رکھے
کے لیے مجبور نہیں کر سکتا بلکہ اس کو اختیار ہوگا کہ کھانا، پیار، رہائش باپ کے ساتھ رکھے یا الگ
رکھے، ہاں البتہ وہ لڑکا اپنے نفس پر سامان نہ ہو تو نہ کاندیشہ ہو تو باپ کو حق ہوگا کہ تدارکار سے بچے
اور ادب کھانے کے لیے اس کو اپنے گھر میں رکھے۔

(قولہ فله ضمیمۃ) ای للاب ولایۃ ضمیمۃ فیہ والمظاہر ان الحد
کنانہ بل غیرہ من العصای کالاح والعم ولم ار من صرح بقلک
وعلہم اعلموا علی ان الحد کم لا یسکھ من المعاصی وعلما ہی

زماداً غیر واقع انہیں الاقتال بل لایہ ذمہ انکل من یلمس بحیہ من
انصارہ و یقدر علی حفرہ فان دبح الشکر واجب علی کل من قدر
عملیہ لا یسعی من یمحرفہ عارہ و ذللت ابصار من اعظم صلبہ الرحم
و لتدرع اور حصانہ و یمنع المنکر ما امکن ذل تعالیٰ ﴿ین الله یامر
بالعقل والاحسان وایفاء دی الغری وینہی عن الفحشاء والعنکر
والنخی یعطکم نعلکم تلونکون﴾ ثم رأیت فی حاشیة البحر الرملى
ذکر ذلت سحنا ایضا الخ .

(ردالمحتار : ۱/۱۷۶) (مأخوذ از احسن الفتاویٰ)

قصاص کے احکام:

قصاص کے فعلی معنی ممانعت کے ہیں، مراد یہ ہے کہ جتنا ظلم کسی نے کسی پر کیا اتنا ہی بدلہ لینا
اور اس کے لیے جائز ہے اس سے زیادتی کرنا جائز نہیں۔

كقوله تعالى: ﴿واعتدوا علیه مثل ما اعتدئ علیکم﴾

(۶۱ : ۱۹۴)

اس لیے اصطلاح شرع میں قصاص کہا جاتا ہے قتل کرنے دھم لگانے کی اس سزا کو جس میں
مساوات اور ممانعت کی حمایت کی گئی ہو۔

قتلِ عمد کی تعریف:

قتلِ عمد وہ ہے کہ ارادہ کر کے کسی کو اپنی ہتھیار سے یا انجانے سے جس سے گوشت پوست
سنت کر خون بہہ سکے قتل یا جائے، قصاص یعنی جانی سے بدلہ جان لینا ایسے ہی قتل کے جرم کے
ساتھ مخصوص ہے۔

قانونِ قصاص:

﴿یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلى الحر

بالحر والعبد بالعبد والأشی ما لشیء﴾ (سورۃ البقرۃ : ۱۷۸)

”اے ایمان والو! تم پر قصاص فرض کیا جاتا ہے، مقتولین کے بارے میں (یعنی ہر) آزاد
آدی (قتل کیا جائے یا دوسرے) آزاد آدمی کے عوض میں اور اسی طرح غلام غلام کے عوض میں

اور عورت عورت کے عرض میں۔

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ جس نے قتل کیا ہے اسی قصاص میں قتل کر جائے جو عورت ہو یا قدام قاتل عورت اور غلام کے بجائے بے گناہ مرد یا آزاد کو قتل کرنا جائز نہیں۔ (سورۃ القرآن)

قصاص کے قواعد و اصول:

۱. اگر وارث قاتل پر حاضر نہیں تو حکومت پر لازم ہے۔ قاتل کو چھڑ کر دینی مقتول کے حوالہ کرے۔

۲. اگر کسی ایک وارث نے قاتل کو قتل کر دیا تو بھی قصاص اور بیعتیہ باقی وارثوں کو حق و امتراض نہیں، یعنی جبکہ کسی وارث نے معاف نہ کیا ہو معاف کرنے کی تفصیل آگے نمبر ۱۳۱۳ میں آ رہی ہے۔

۳. اگر وارثوں میں بعض چھوٹے ہوں اور بعض بڑے تو قتل ہو سبب قصاص میں جوں کو قصاص لینے کا حق ہے۔ چھوٹے وارثوں کے طوع کا انتظام نہیں کیا جائے گا۔

۴. اگر سب وارث چھوٹے ہوں یا بچوں و مستوف ہوں تو کوئی انجینی شخص قاتل کو قصاص قتل نہیں کر سکتا، بھائی اور بچا اگر وارث سے محروم ہوں تو وہ بھی انجینی کے حکم میں ہیں اور اس صورت میں حاکم قصاص لے گا۔

۵. قصاص لینے کا حق ان لوگوں کو ہے جن کو میت کے ترکہ سے حصہ ملتا ہے۔

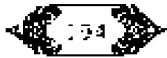
۶. دلیا، عی قاتل کا والد موجود ہو تو بونستہ قصاص اولیاء میں سے کسی دوسرے کا موجود ہونا ضروری نہیں اور اگر والد موجود نہ ہو تو سب اولیاء کا موجود ہونا ضروری ہے۔

۷. توکیل کی صورت میں بونستہ قصاص سوکل کا موجود ہونا ضروری ہے، ولی قصاص کسی کوکیل یا کر مجس قصاص سے مایب ہو گیا تو قصاص لینا جائز نہیں۔

۸. قتل موجب دیت میں دیت وارث میں بھندہ قصاص قسم ہوگی۔

۹. قتل موجب دیت میں اگر وارثوں میں سے بعض چھوٹے ہوں تو بڑے کو پوری دیت لینا جائز نہیں، وہ صرف اپنا حصہ لے سکتا ہے۔

۱۰. اگر وہی شخص نے کسی انجینی کو قتل کیا، پھر اس شخص نے پھر کوہ موجود ہوں یا لوگوں میں عل احسان عذر دیا ہو تو وہی کی موجودگی میں قاتل کو قتل کر سکتا ہے۔



۱۱۔ اگر شاہد موجود نہ ہو اور اپنی رائے کے قائل نہ ہو یا کسی کو قائل نہ ہو ہے۔ میں نے غصہ یا نفرت یا عداوت کوئی معصوم نہیں ہونا چاہی انہیں سے قصاص پر پابندی۔

۱۲۔ اگر کسی انہی کے قاتل قاتل کر دیا اور یا نہ مقتول اولی کے رشتہ دار میں سے ہو جاتا ہے، وہ مقتول ہوئی کے رشتہ پر یا قاتل پر کسی قسم کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔

۱۳۔ اگر کوئی وارث یا حق قصاص معاف کر دے تو قصاص اس وقت تک جاری نہ رہے گا جب تک کہ اس نے اپنے جہاد و رشتہ نہیں منے۔

۱۴۔ اگر کسی رشتہ کے معاف کر دینے کے باوجود وہ دین سے قصاص لینے والا ہے تو قصاص لینے والے کو یہ معلوم ہونا چاہی کہ اس رشتہ کے معاف نہ کرنا مستحق قصاص ہے تو قصاص لینے والے سے قصاص لینا جائز ہے باوجود انہی معلوم نہیں تھا تو قصاص لینے میں ہرگز کوئی حرج نہیں ہے۔

حکومت کے فیصلہ کے بغیر قصاص لینے کا حکم:

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قصاص لینے کا حق اگرچہ اولیہ، مقتول کا ہے مگر باجماع امت ان کو اپنا یہ حق فرو دھیں کرنے کا اختیار نہیں کہ خود ہی قاتل کو مار ڈالیں بلکہ اس حق کو صلہ کرنے کے لیے کسی مسلمان کا کام یا اس کے نائب کا فیصلہ ضروری ہے کیونکہ قصاص کسی صورت میں واجب ہوتا ہے کسی میں نہیں اس کی جزئیات بھی واقعی ہیں، جن کو یہ شخص معصوم نہیں کر سکتا، اس کے علاوہ ادیان و ملتوں اپنے مقصد میں مطلوب ہو کر کوئی زیادتی بھی کر سکتے ہیں اس لیے باذوق علماء امت حق قصاص حاصل کرنے کے لیے اسلامی حکومت کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ ترجمہ (معارف القرآن ۱/۲۳۷)

درجہ میں سے کچھ تا بالغ ہوں تو قصاص کا حکم:

اگر مقتول کے درجہ میں سے ایک ادعا بالغ ہوں تو قصاص لینے کے لیے ان کے ذریعہ کا اٹھ کر تا ضروری نہیں فی الحال قصاص لینا جائز ہے۔

قَالَ: اَعْلَامَةُ الْحَصَنِی رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَلِغُفَارِ الْغُفُو فِیْ کَبْرِ الصَّغَارِ حَلَامَةُ لِهَمَارٍ لَا ضَلَّ اَنْ کُلَّ مَا لَا یَنْجِزُی اِذَا وَجَدَ مَسْبِیْہَ کَامِلًا
تُبْسِتُ لُکُنْ عَلَیْہِ الْکَمَالُ کَوْلَاہُ الْکَاخِ وَ اَمَانٌ لَا اَنْ تَمَکَانَ لَکِبْرٍ مَّجْبِیَا

عن صغير وثالث حملت القود حتى بلغ الصغير حياء ربي فاحفظ
وكانت لولاء من عاصي رحمه الله تعالى (عنه حاشا) [
فقد مضى من عهدنا في سنة ١٢٠٠ هـ في سنة ١٢٠٠ هـ في سنة ١٢٠٠ هـ
فما مضى من عهدنا في سنة ١٢٠٠ هـ في سنة ١٢٠٠ هـ في سنة ١٢٠٠ هـ
والاحكام التي في سنة ١٢٠٠ هـ في سنة ١٢٠٠ هـ في سنة ١٢٠٠ هـ
بشعر في سنة ١٢٠٠ هـ في سنة ١٢٠٠ هـ في سنة ١٢٠٠ هـ
الطبع مطبع في سنة ١٢٠٠ هـ في سنة ١٢٠٠ هـ في سنة ١٢٠٠ هـ
الاسماء في سنة ١٢٠٠ هـ في سنة ١٢٠٠ هـ في سنة ١٢٠٠ هـ

(١٢٠٠ هـ - ١٢٠٠ هـ)

قاتل کے رشتہ دار کو قتل کرنا:

اگر کسی نے کسی شخص کو قاتل قتل کر دیا اب وہ قاتل یا نحوئیں شرابا ہے ان کے اولیاء مقتول
قاتل کے کسی رشتہ دار کو پکڑ کر قتل کر دیتے ہیں تو یہ شرعا بہت بڑا گناہ ہے، شرعا یہ جائز نہیں کہ قاتل
کے بدلہ میں کسی اور کو قتل کر دے۔ قصداً ایسا کرنے کی صورت میں قصاص اس قاتل ثانی کو بھی قتل
کیا جائے گا۔

کتاب المیات والعمود

کسی کو خطا لگتی ہے قتل کر دے یا ہو جائے تو قصاص کے بجائے مقتول کے اولیاء و ریت
وصول کرنے کے حقدار ہوتے ہیں۔ یہ ریت قاتل کے عاقلہ پر واجب ہوتی ہے۔ اس کی
تفصیلات ذکر کی جاتی ہیں
ریت عاقلہ کی تفصیل:
ریت کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ دس ہزار درہم چاندی یا اس کی قیمت، ایک درہم ۳۰۰ گرام، دس ہزار درہم

۳۰۰ گرام۔

۲۔ ایک ہزار دینار سو گنا یا اس کی قیمت، ایک دینار ۸۶ گرام، ہزار دینار ۸۶۰ گرام

قائل سے بھی وحدیت وصول کیا جائے گا، خواہ وہ اہل دیوان سے ہو یا نہ ہو۔

ولفطر من فطروا الفقهاء رحمہم اللہ تعالیٰ فی ذات ولادت صحیح

ما حرونا۔

نہا، حیوان و کائنات پر دیت نہیں، اگرچہ قائل ہوں۔

اگر قائل کے عاقل نہ ہوں تو بیت المال سے تین سالوں میں دیت ادا کی جائے گی، بشرطیکہ قائل مسلم ہو، اور اس کا کوئی وارث معروف نہ ہو، مثلاً لقیط ہو یا کوئی حربی اسلام لے آیا ہو، اگر قائل ذی ہو یا اس کا کوئی معروف وارث ہو، خواہ کتنا ہی بید ہو یا بوجہ رقی یا کفر عروم ہی ہو تو دیت بیت المال میں نہیں بلکہ قائل کے اپنے مال میں ہے، اسی طرح بیت المال میں دیت ہونے کی صورت میں اگر بیت مال موجود ہو یا اس میں محتاجات نہ ہو تو دیت قائل کے مال میں ہوگی جو تین سالوں میں وصول کی جائے گی۔

دیت وصول کرنے کا طریقہ:

دیت تین سال میں وصول کی جائے گی، ایک شخص سے ایک سال میں ۵۳۶ مگرام سے زیادہ نہیں لیے جائیں گے۔

بچہ سال کے پچھدب کر مر گیا:

ایک عورت بچہ کو ساتھ لے کر سو گئی، سوتے میں غیر شعوری طور پر اس کے پہلو کے نیچے دب گیا اور سانس بند ہو کر مر گیا تو اس کے احکام کی تفصیل یہ ہے کہ:

۱. اس بے احتیاطی کی وجہ سے بہت سخت گناہ کا دعویٰ اس پر تو واجب ہے۔
۲. گناہ یعنی ایک سلطان غلام کو آزاد کرنا، اس پر قدرت نہ ہو تو دوا کے مسلسل روزے قریب ماہ کی پہلی تاریخ کو شروع کرے تو پانچ کے حساب سے ۱۰۰ شہریوں کے روزہ مانجھ روزے پورے کرے۔

۳. اس بچی کی میراث سے عروم ہے، دیت بھی بچی کی میراث میں داخل ہے۔

۴. اس کے عاقل نہ ہونے کی وجہ سے واجب ہے۔

شادی کی تقریب میں غائز تک:

سوال: شادی کی ایک تقریب میں کچھ لوگوں نے دعائی غائز تک کی، اتفاق سے ایک شخص کو

کوئی لک-لکھی اور دو مرتبہ اس کا یہ حکم ہے؟ اس کی دیت واجب ہے یا نہیں، اگر چہ وہی دیت کی بجائے چٹائی، نمونہ اور وہی پیرا لکھی ہو جائے تو کچھ یا نہیں؟ ایک مولوی صاحبہ کہتے ہیں کہ دیت یا پھر رقم پر صبح کا نغمہ سن دیت ہے اس جان بوجھ کر مارا نہ ہو اگر جان بوجھ کر نہیں مارا تو روپے لینا دینا جائز نہیں، شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کئی خطا ہے جس کے احکام یہ ہیں۔

۱۔ عاقلہ پر دیت۔

۲۔ قہقہہ پر کفارہ۔ یعنی ایک مسلمان غلام کو آزار کرنا اس کی قدرت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے۔

۳۔ تہہ و انتہا پر۔

سوال میں صبح کی مذکورہ صورت جائز ہے لیکن وہ اپنے مجلس صلح ہی میں رہنا ضروری ہے۔

قال العلامة الحنفی رحمہ اللہ بعدی۔ وموجبہ ای موجب

هذا النوع من المعص وهو الحفظ وما جہ فی محرمة الکفرۃ والعبدۃ علی

العاقلة والائتم دون اتم الغفر إذا الکفرۃ تؤذن بالائتم لترك العبدۃ۔

(رد المحتار ۳/۴۶۷)

وفقال فی الصلح: لو مناع معبر مفادہ صاحب کیف ما كان

بشرط المحاضر ابتلا بکون دینا مدبر۔ (رد المحتار ۳/۴۶۷)

باقی اسوہ کے ساتھ کہیں اور ہے حقیقی کے ساتھ چلنا یا بھی بڑھنا ہے، جبکہ حدیث کی رو سے کسی مسلمان کی طرف الجھڑ سے اشارہ کرنا بھی منوع ہے، اچھا نیند اس طرح غلط استہزاء کیا جائے جو کسی کی جان تک نہ بڑھے، اس سے خوب خوب احتیاط کی ضرورت ہے۔

پس سے بچنے کا حکم:

پس وغیرہ موزوں کے تصادم سے کوئی شخص مارا جائے تو یہ کئی خطا شمار ہوگا مگر عاقلہ پر کفارہ اور اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی عاقلہ اور دیت کی تفصیل عزراں "دیت و عاقلہ کی تفصیل" کے تحت ملاحظہ کی جائے۔

حدود و کفارہ و سیئات نہیں:

حد شرعی مثلاً نہ قذف، حد شرب لہر، حد زنا جاری ہونے کے بعد مرتبہ جرم بدہ ان تو یہ

مذہب و افراد پر سے نہیں چھوٹ سکتا اس لئے غیہ توبہ و استغفار ضروری ہے۔

کسی کے ہاتھ سے بچہ گر کر مر گیا:

ازدنی شخص شہادت دیا کہ اس نے اپنے بچے سے ٹھیلہ رہا ہو کر اچانک بچہ اس کے ہاتھ سے گر کر
 بلاک ہو جانے پر فوراً یہ قتل جہادی مجرم نے قتل کیا ہے اس کا حکم یہ ہے

- | | | | |
|---|-------|---|---------------|
| ۱ | توبہ | ۲ | عاقبت توبہ |
| ۳ | کفارہ | ۴ | حرمان من نامت |

قال العلامة المحقق رحمه الله تعالى : وانما يقع ما يجري معناه
 في مجري الحفظ (بمعنى قوله) وهو عليه اني مباح هذا النوع من
 الفعل وهو خطأ وما جرى معناه الكفارة والدية على العاقلة والائمة
 دون الله الخ لا الكفارة بدون بالائمه لترك العزمه

(رد المحتار : ۳/۵۰۶)

وقال الهندية : وعن ابن القاسم في الذبيح : قال لم يشاهد الصبي
 حتى سقط من سطح و مات او احترق بالنار لا شيء عليه الا التوبة
 والاستغفار واعتبار الفقيه ابي الليث رحمه الله تعالى على انه لا
 كفارة عليهما ولا على احدهما الا ان سقط من يده والفتوى على
 ما اشهره ابو الليث رحمه الله تعالى كذا في الطهيرية .

(عالمگیری : ۲۳/۶)

تلاوی ہندی میں ہے کہ ماں باپ نے بچہ کا خیال نہیں رکھا، یہاں تک وہ چھت سے گر کر مر
 گیا، یا آگ میں جل گیا، دونوں پر توبہ و استغفار لازم ہے اس سے زائد کچھ لازم نہیں دیکھو ابو
 الیث فرماتے ہیں کہ وہ صورتوں میں تو کفارہ لازم نہیں البتہ بے اعتنائی کی وجہ سے بچہ ہاتھ سے
 گر کر مر جائے تو کفارہ لازم ہوگا اور فتویٰ علیہ ابو الیث کے قول پر ہے۔

جناح سوچا استقامت کا حکم:

ایک شخص اپنی حاملہ بیوی سے جناح کرتا ہے جس سے حمل ساقط ہو جاتا ہے حالانکہ اس کو
 معلوم بھی ہے کہ اس سے حمل ساقط ہو جائے گا تو اس شخص پر کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟ حاملہ پر مکی

کنہ ۱۰ ہوگا یا نہیں؟ اس کا قسم یہ ہے کہ اگر جماع بھرتی ضرور کیا تو اس پر ضمان نہیں اگر غیر معترف طریقہ سے کیا اور زوجہ نے کوئی ایسی حرکت کی جو عموماً موجب استنطاق ہوتی ہے اور جس پر استنطاق کی توقع کے عاقلہ پر ضمان غرور واجب ہے جس کی مقدار یہ ہے:

۵۰۰ درہم ۱۰۰ کے مال کو اگر عام چاندنی ایک ماہ میں۔

حاصل یہ کہ عاقلہ زوجہ پر وجوب ضمان کے لیے تین شرائط ہیں:

۱۔ ایسی حرکت کی ہو جو عموماً مستطاف ہو۔

۲۔ بدولت اور نزوجہ۔

۳۔ بیعت استنطاق ہو۔

اور اگر زوجہ نے ایسی حرکت کی جو عموماً مستطاف ہوتی ہے تو اس کے عاقلہ پر ضمان غرور ہے، اس میں بیعت استنطاق شرط نہیں۔

باقی بعض لوگ حائضہ حمل میں جماع کو ناجائز سمجھتے ہیں یہ خیال غلط ہے، ثابت قصد ایسا کوئی طریقہ اختیار کرنا درست نہیں جس سے حمل کو نقصان پہنچے گا یا پھر ہو، یا کوئی ماہرہ ذکر عورت کے معاینہ کے بعد جماع کو نقصان قرار دے تب بھی 'بختاب' کیا جائے گا۔

عوام کو اجراء حد کا اختیار نہیں:

جتنی حدود ہیں بعد زنا بعد مرتد، شرب خمر وغیرہ اجرائے حدود کا اختیار امام یا اس کے نائب کو ہے عوام کو اس کا اختیار نہیں۔

قال الإمام الحاکم بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ، واما شرائط جو اور اقامتها فمنها ما يعم الحدود كلها ومنها ما يخص البعض دون البعض اما الذي يعم الحدود كلها فهو الامامة وهو ان يكون المقیم للحد هو الامام الواحد ولاه الاسام وهذا محتمل (وبعد سطر) وبيان ذلك ان ولاية اقامة الحد انما ثبت للامام لمصلحة العباد و من صيانة انفسهم واموالهم واعراضهم لان القضاة يستعنون من التعرض خوفا من اقامة الحد عليهم والنوحي لا يساوي الامام في هذا المعنى لان ذلك يقتضی علی الامامة والامام قادر علی الاقامة لشركته ومنعه وانفاذ امره له

فہرًا وحسرا ولا یحذف تبعۃ الجنۃ واتباعہم لانعدام المعارضۃ بینہم
وبیس الامام ونہضۃ الجبل والمحاباہ والنوائی عن الافاضۃ منتظیۃ فی
حقہ فیقیم علی وجہہا فیحصل الغرض المنشروع نہ الولایۃ بقیین .

(بدائع الصنائع : ۵۷/۷) (مسحود ار احسن الفتاویٰ : ۵۵/۸)

حد قذف معاف کرنے سے ساقط نہیں ہوتی:

اگر کسی شخص پر جہت لگائی گئی بعد میں شہادت وغیرہ کے ذریعہ ثابت نہ ہو سکی تو جہت لگانے والے کو حد لگائی جائے گی، یہ حد مقدوف (یعنی مہم شخص) کے معاف کرنے سے ساقط نہ ہوگی۔

اس سلسلہ میں ایک سوال و جواب حسن الفتاویٰ ۵۵/۸ سے کچھ تغیر کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے:

سوال: قرآن کریم کا حکم ہے کہ جو لوگ پاک و دامن عورتوں پر جہت لگائیں پھر چار گولہ لے کر تباہی اٹھائیں ان کو وحی کر دے اور وہ ان کی شہادت قبول نہ کر دے، وہ خود ہی فاسق ہیں، اگر کوئی پاک مردوں پر جہت لگائے پھر مہم بت نہ کر سکے تو اس پر بھی حد جاری ہوگی کیا اس صورت میں مردوں کو عدالت میں فیصلہ دینے کا حق ہے؟ کیا یہ صحیح ہے کہ جب مقدوف عدالت میں آئے تو قازف کو مجبور کیا جائے گا کہ ان تمام بات کرے اور مہم بت نہ ہونے کی صورت میں اس پر حد جاری ہوگی اور عدالت میں آنے کے بعد شہادت اس کو معاف کر سکتی ہے اور نہ خود صاحب معاملہ نہ کسی مالی تاراج پر مہم ختم ہو سکتا ہے نہ تو یہ کہ کما در نہ معافی مانگے کہ سزا سے بچ سکتا ہے؟ جفا تو بڑا

جواب: سوال میں مذکور تفصیل صحیح ہے، مردوں کو بھی حد قذف طلب کرنے کا حق ہے اور مقدوف یا عدالت کے معاف کرنے سے حد قذف ساقط نہیں ہوتی، البتہ خود مقدوف کی صورت میں صاحب حق کی طرف سے عدم طلب کی وجہ سے حد نہیں لگائی جائے گی۔ خود مقدوف صحیح نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بعد اختتام اس کو طلبہ حد کا اختیار ہے، یعنی ایک دفعہ معاف کرنے کے بعد دوبارہ حد قذف کا مطالبہ کرنے تو شرعاً اس کو حق حاصل ہے۔

قال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ: ولا یرت قبہ خلافا

للسنن فی ولا رجوع بعد لقار ولا اعتیاض ای احد عو ص ولا صلح

ولا عفو صہ و عند نعم لو عفا المحقوف فلا حد لا نصیحة العفو بل

لنصرک اس طلب حتی لو عفا و طلب حد شنی و لذلک الا لہم الحد الا

محصر نہ۔ (رد المحتار: ۱۶۳/۳)

ڈاکر ڈالنے کی سزا:

ہر مسلمان کی جان و مال محترم ہے، اس کو باطل طریقہ پر کھانا کھا کر اور حرام ہے، دوسرے کا مال ناحق طور پر کھانے کی ایک صورت ڈاکر ڈالنے کی ہے، یہ انتہائی فحش فعل اور سب سے عظیم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

من انتهب نوبة مشهورة فليس مني، رواه أبو داود

(مشکوٰۃ: ج ۱ ص ۳۰۲)

یعنی جس نے دوسرے کی کوئی چیز لوٹ لی وہ ہم میں سے نہیں۔ (ترجمہ)

وقوله عليه السلام: إلا لا تغنموا إلا لا يحسن من لم يمس مسلم إلا

بطيب نفس منه، (مشکوٰۃ)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ، منہ عظیم مت کرو، منہ کسی کا مال بغیر اس کی دلی رضامندی کے حوالہ نہیں۔ (یعنی)

لیکن اگر کسی شخص یا جماعت نے بہ جسارت کر لی تو یہ گنہ اور حرام ہونے، دور آخرت میں دردناک عذاب کے مستحق ہونے کے علاوہ دنیا میں بھی جس پر حد بھی جاری ہوگی، اس حد کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إلما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض

فساداً یفسدوا أو یصلبوا أو تقطع ایدیہم وأرجلہم من خلاف أو

ینفوا من الارض﴾

”یہی سزا ہے ان کی جو لڑتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور روڑتے ہیں ملک میں لہذا دیکھو کہ ان کو قتل کیا جائے یا سولی چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیے جائیں یا دود کر دیئے جائیں اس جگہ سے۔ یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے آخرت میں بدعذاب ہے۔ مگر جو لوگ قتل اس کے کہ تم ان کو گواہی نہ کرو تو پھر نہیں تو جانو یہ ملک اللہ تعالیٰ بخشے والا مہربان ہے۔“

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اپنی مشہور آفاق تفسیر،

معادف اقرآن میں لکھتے ہیں

یہاں بیکہ بات قابل غور یہ ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ جہاد اور ذمہ میں فساد کا کیا مطلب ہے اور کون لوگ اس کے معنی میں ہیں؟ لفظ "جہاد" عربی ہے اور اس کے معنی ہیں: جدوجہد کرنے، لڑنا، چھیننے، پھینک دینے کے ہیں اور محاورات میں یہ لفظ سلمہ کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے، جس کے معنی امن اور سلامتی کے ہیں، تو معصوم ہونا کہ حرب کا مضمون بد امنی پھیلانا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کسی کا چوری یا قتل و جمارت کرے اس سے امن عامہ متاثر نہیں ہوتا بلکہ یہ صورت بھی ہوتی ہے جبکہ کوئی طاقتور جماعت دہشت گردی اور قتل و غارتگری پر کھڑی ہو جائے، اسی لیے حضرات فقہاء نے اس سزا کا مستحق صرف اس جماعت یا فرد کو قرار دیا ہے جو مسلح ہو کر عوام پر ڈاکوئی کرے اور حکومت کے قانون کو قوت کے ساتھ توڑنا چاہے جس کو دوسرے غفلتوں میں ڈاکو یا باغی کہا جاسکتا ہے، عام و غیر آدمی جرائم کرنے والے چور، زہرہ کش وغیرہ اس میں داخل نہیں۔ تفسیر معنری

دوسری بات یہاں یہ قابل غور ہے کہ اس آیت میں جو یہ کو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے، حالانکہ ڈاکو یا بغاوت کرنے والے جو مسلح یا عادی یا غیر آدمی ہیں وہ انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے، وجہ یہ ہے کہ کوئی طاقتور جماعت جب طاقت کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے قانون کو توڑنا چاہے تو ظاہر ہے کہ اس کا مقابلہ عوام اور انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے لیکن درحقیقت اس کی جگہ حکومت کے ساتھ ہے اور اسلامی حکومت میں جب قانون اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نافذ ہوتا ہے محارب بھی اللہ اور رسول ﷺ ہی کے مقابلہ میں کہا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ پہلی آیت میں جس سزا کا ذکر ہے یہ ان ڈاکوؤں اور باغیوں پر نافذ ہوتی ہے جو اجتماعی قوت کے ساتھ حملہ کر کے امن عامہ کو برباد کریں اور قانون حکومت کو عداوت پھیلانے کی کوشش کریں اور ظاہر ہے کہ اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں، مال لوٹنے، آبرو پر حملہ کرنے سے لے کر قتل و غارتگری تک سب اس کے مضمرات میں شامل ہیں، اسی سے مقابلہ اور محاربہ میں فرق معلوم ہو گیا کہ نظام عدالتہ خوارجی لڑائی کے لیے بولا جاتا ہے کوئی قس ہو یا نہ ہو اور گمشدہ مال بھی ہونا چاہئے اور غلامانہ طاقت کے ساتھ بد امنی پھیلانے اور سلامتی کو سلب کرنے کے معنی میں ہے۔ اسی لیے یہ لفظ اجتماعی طاقت کے ساتھ بد امنی پھیلانے اور سلامتی کو سلب کرنے کے معنی میں دہشت گردی کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، جس کو دہشت گردی، ڈاکو اور بغاوت سے تفسیر کیا جاتا ہے۔

اس جرم کی سزا قرآن کریم نے خود متعین فرمادی اور بطور حق اللہ تعالیٰ سرکاری جرم کے نافذ کیا ہے جس کو اصطلاح شرع میں حد کہا جاتا ہے، اب سنئے کہ ادا اور ربڑی کی شرعی سزا کیا ہے؟ آیت مذکورہ میں ربڑی کی چار سزائیں مذکور ہیں

﴿أَنْ يَمُوتُوا أَوْ يَصَلُّوا أَوْ يَنْفِقُوا مِنْهُمْ وَأَرْحَمُ مِنْ خِلَافٍ أَوْ

يَنْفُوا مِنَ الْأَرْضِ

یعنی ان کو قتل کیا جائے، ماری ہو جائے، ان کے ہاتھ اور پاؤں لٹک جائیں، ان سے کام لے جائے، ان کو زندہ جین سے نکال دیا جائے۔

ان میں سے پہلی تین سزاؤں میں مبالغہ کا لفظ باب تحصیل سے استعمال فرمایا جو نگرانِ قرض اور شدت پر دلالت کرتا ہے اس میں صیغہ جمع استعمال فرما کر اس طرف بھی اشارہ فرمایا کہ ان کا قتل یا سولی چڑھا دینا یا تمہ پاؤں کاٹنا عام سزاؤں کی طرح نہیں کہ جس فرد پر جرم ثابت ہو صرف اسی فرد پر سزا جاری کی جائے بلکہ یہ جرم جماعت میں سے ایک فرد سے بھی صادر ہو گیا تو پوری جماعت کو قتل یا سولی یا تمہ پاؤں کاٹنے کی سزا دی جائے گی۔

لہذا اس طرف بھی اشارہ کر دیا گیا کہ یہ عقل و صلب و غیرہ قصاص کے طور پر نہیں کہلا دیا یہ مستول کے معاف کر دینے سے معاف ہو جائے بلکہ یہ حد شرعی بعیثیت حق اللہ کے نافرمانی کی گئی ہے جن لوگوں کو قصاصان پہنچا ہے وہ معاف بھی کر دیں تو شرعاً سزا معاف نہ ہوگی۔ یہ دونوں حکم صیغہ تکمیل ذکر کرنے سے مستفاد ہوئے۔ تفسیر مظہری وغیرہ

وہ بڑی کی یہ چار سزائیں حرف ا و کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں، جو چند چیزوں میں اختیار دینے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور تقسیم کار کے لیے بھی، اسی لیے فقہاء امت صحابہ و تابعین کی ایک جماعت حرف ا و کو تکبیر کے لیے قرار دے کر اس طرف مئی ہے کہ ان چار سزاؤں میں امام و امیر کو شریعت اختیار دیا گیا ہے کہ ان کو اس کی قوت و شوکت اور جرات کی شدت و لغت پر نظر کر کے ان کے حسبہ حال پر چاروں سزائیں پان میں سے کوئی ایک جاری کرے۔

سعد بن مسیب، عطاء رضی اللہ عنہ، اور ابو حسن المرعی رحمہما کہ انھوں نے مجاہد اور اسماء ابوبکر رحمہما اللہ
میں سے امام مالک رحمہ اللہ کا یہی لفظ سنا ہے اور امام احمد حنبلہ شافعی، احمد بن حنبلہ رحمہما اللہ اور ایک
بیعت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین رحمہم اللہ نے حرف "آؤ کو اس جگہ تسمیہ کے معنی میں لے کر

آیت کا مفہوم یہ قرار دیا ہے کہ جہزوں اور ہزنی کے مختلف حالات پر مختلف سزائیں مقرر ہیں۔ اس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما مقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو بردہ اسلمی سے معاہدہ صلح کا فرمایا تھا، مگر اس نے عہد شکنی کی اور کچھ لوگ مسلمان ہونے کے لیے مدینہ صوبہ آ رہے تھے ان پر ڈاکہ ڈالا، اس واقعہ میں جبریل امین یہ حکم سزا لے کر تازن ہوئے کہ جس شخص نے کسی کو قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا اس کو سولی چڑھایا جائے اور جس نے صرف قتل کیا مال نہیں لوٹا اس کو قتل کیا جائے اور جس نے کوئی قتل نہیں کیا صرف مال لوٹا ہے اس کے ہاتھ پاؤں مختلف جانوروں سے کاٹ دیے جائیں اور جوانی میں سے مسلمان ہو جائے اس کا جرم معاف کر دیا جائے اور جس نے قتل و غارتگری کچھ نہیں کیا صرف لوگوں کو ڈرایا، جس سے امن حاصل ہو گیا اس کو جلا وطن کیا جائے، اگر ان لوگوں نے دارالاسلام کے کسی مسلمان یا غیر مسلم شہری کو قتل کیا ہے مگر مال نہیں لوٹا تو ان کی سزا ہے ان بفسلسوا، یعنی ان سب کو قتل کر دیا جائے مگر چھل ہل پاوا اسے صرف بعض افراد سے صادر ہوا ہو اور اگر کسی کو قتل بھی کیا مال بھی لوٹا تو ان کی سزا ہے بفسلسوا، ہے یعنی ان کو سولی چڑھایا جائے، جس کی صورت یہ ہے کہ ان کو نہ وہ سولی پر لٹکا جائے، بھر نیزہ وغیرہ سے پیچ چاک کیا جائے اور اگر ان لوگوں نے صرف مال لوٹا ہے کسی کو قتل نہیں کیا تو ان کی سزا ہے او شققع ابدیہم ورحلہم من خلاف، ہے، یعنی ان کے واسطے ہاتھ گنوں پر سے اور باتیں پاؤں تختے پر سے کاٹ دیے جائیں اور اس میں بھی یہ مال ہونے کا مل جا واسطہ اگرچہ بعض سے صادر ہوا ہو مگر سزا سب کے لیے ہوگی، کیونکہ کرنے والوں نے جو یہ کیا ہے اپنے ساتھیوں کے تعاون وادار کے بغیر نہ کیا ہے، اس لیے سب شریک جرم ہیں اور اگر بھی تک قتل و غارتگری کا کوئی جرم ان سے صادر نہیں ہوا تھا، کہ پہلے ہی گرفتار کر لیے گئے تو ان کی سزا ہے او سوا من اذہم، ہے، یعنی ان کو زندہ سے نکال دیا جائے۔

جلا وطنی کی صورتیں:

زمین سے نکالنے کا مفہوم ایک جماعت فقہاء کے نزدیک یہ ہے کہ ان کو دارالاسلام سے نکال دیا جائے، اور بعض کے نزدیک یہ ہے کہ جس مقام پر ڈاکہ ڈالا ہے وہاں سے نکال دیا جائے، حضرت فداقی اعظم نے اس قسم کے معاملات میں یہ فیصلہ فرمایا کہ اگر مجرم کو یہاں سے نکال کر دوسرے شہروں میں آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہاں کے لوگوں کو ستائے گا اس لیے ایسے مجرم کو

قید خانہ میں بند کر دیا جائے لیکن اس کا زمین سے لگانا ہے کہ زمین میں کیس جلی پھر نہیں سکتا۔ امام
اعظم رحمہ اللہ نے بھی یہی حکم دیا ہے۔ یعنی جلی بھی دیا جائے گا۔

ڈاکوئوں کی طرف سے عصمت دہری کا حکم:

یہ سوال کہ اس طرح کے مسلح حملوں میں آج کل عام طور پر صرف مال کی لوٹ کھسوٹ و
قتل و غول ریختی ہی پر اتفاق نہیں ہوتا۔ بلکہ عورتوں کی عصمت دہری اور افراد، غیبہ کے
واقعہات بھی پیش آتے ہیں اور قرآن مجید کا جملہ ۷۰ و ۷۱ سے لے کر ۷۴ و ۷۵ تک اس قسم کے
تہمید پروردگار شامل نہیں ہے تو وہ اس سزا کے مستحق ہوں گے۔ اس میں غلابہ یہی ہے کہ امام
اعظم رحمہ اللہ نے چاروں سزائوں میں سے جو ان کے مناسب حال دیکھے اور جاری کرے اور
بہ کاری کا شرعی ثبوت، ہم پہنچے تو حد نہ جاری کرے۔

اسی طرح اگر صورت یہ ہو کہ کسی کو قتل کیا نہ مالی لوٹا مگر پھونکوں کو زخمی کر دیا تو دھوکوں کے
قصاص کا قانون نافذ کیا جائے گا۔ تفسیر مظہری

۱۔ میں فرمایا: یعنی یہ سزائے شرعی جو دنیا میں ان پر جاری کی گئی ہے یہ تو دنیا کی رسوائی
ہے اور سزا کا ایک نمونہ ہے اور آخرت کی سزا اس سے بھی سخت اور دیر پا ہے اس سے معلوم ہوا کہ
دنیاوی سزائوں حدود و قصاص و تعزیرات سے بغیر تو یہ کے آخرت کی سزا معاف نہیں ہوتی، اس سزا
یا تو شخص دل سے تو بہ کر لے تو آخرت کی سزا معاف ہو جائے گی۔

دوسری آیت میں ایک استثناء ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ڈاکو اور باغی اگر حکومت کے گھبرے
میں آئے اور ان پر قابو پانے سے پہلے پہلے جب کہ ان کی قوت و طاقت بحال ہے، اس حالت
میں آخرت تو بہ کر کے ہزنی سے خود ہی باز آجائیں تو ڈاکو کی یہ حد شرعی ان سے ساقط ہو جائے گی، یہ
استثناء عام قانون حدود سے مختلف ہے کیونکہ دوسرے جرائم چوری و زنا وغیرہ میں جرم کرنے اور
قاضی کی عدالت میں جرم ثابت ہونے کے بعد اگر مجرم سچے دل سے توبہ بھی کرے تو کو اس توبہ
سے آخرت کی سزا معاف ہو جائے گی مگر دنیا میں حد شرعی معاف نہ ہوگی، جیسا کہ چند آیتوں کے
بعد چوری کی سزا کے تحت میں اس کا تفصیلی بیان آئے گا۔

قصص اس استثناء کی یہ ہے کہ ایک طرف ڈاکوئوں کی سزا میں یہ شدت قصص کی گئی ہے کہ پوری
جماعت میں کسی ایک سے بھی جرم کا صدور ہو تو سزا پوری جماعت کو دی جاتی ہے، اس لیے دوسری

حکم اس اعتبار سے ذریعہ معاف و دیکر دیا گیا کہ تو یہ کر لیں تو مرنے دینا بھی معاف ہو جائے گا۔
اس دوران میں ایک سیاسی مصلحت بھی ہے کہ ایک طاقت ور جماعت پر ہر وقت قابو پانا آسان نہیں
ہوتا اس لیے ان کے واسطے ترقیب کا دروازہ کھلا رکھا گیا کہ وہ تو بچی کی طرف مائل ہو جائیں۔

نیز ان میں یہ بھی مصلحت ہے کہ قتل نفس ایک انتہائی برا ہے اس میں قانون اسلام کا رخ یہ
ہے کہ ان کا وقوع نہ سے نہ ہو اور ان کی صورت میں ایک جماعت کا قتل لازم آتا ہے اس لیے
انہی چھوٹے ان واصلان کی دعوت بھی ساتھ ساتھ جاری رکھی گئی۔

ڈاکٹر سے توبہ کا واقعہ:

ای کا یہ اثر کہ علی ہمدانی جو مدینہ طیبہ کے قرب میں ایک جھڑ بن کر آئے جانے
والوں پر ان کے والدین کا ایک روز قافلہ میں کئی قاری کی زبان سے یہ آیت اس کے کان میں پڑ گئی

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْضُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ بِيَوْمٍ تُفَكَّرُونَ﴾

قاری نے پاس بیٹھے اور وہ بارہ پڑھنے کی درخواست کی دوسری مرتبہ آیت سنتے ہی اپنی کھوار
میان میں داخل کی اور ریزبری سے توبہ کر کے مدینہ طیبہ پہنچے اس وقت مدینہ پر مروان بن حکم حاکم
تھے حضرت ابو بکر بن مروان کا ہاتھ پکڑ کر اسے مدینہ کے پاس لے گئے اور قرآن کی آیت مذکور پڑھ کر
فرمایا کہ آپ اس کو کوئی سزا نہیں دے سکتے۔

حکومت بھی ان کے فساد اور برتری سے عاجز ہو رہی تھی سب کو غصہ ہوئی۔

اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں حادثہ بن بدر بغاوت کر کے نکل گیا اور قتل و
غارت گری کو پیش کیا، مگر پھر اللہ تعالیٰ نے تو فیض دی اور توبہ کر کے واپس آ گیا، تو حضرت علی کرم
اللہ وجہہ نے اس کو حد شرعی جاری نہیں فرمائی۔

حقوق العباد ادا کرنا لازم ہیں:

یہاں یہ بات قابل یادداشت ہے کہ حد شرعی کے معاف ہو جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ
حقوق العباد جن کو اس نے ضائع کیا ہے وہ بھی معاف ہو جائیں گے بلکہ اگر کسی کا مال لیا ہے اور وہ
موجود ہے تو اس کا واپس کرنا ضروری ہے اور کسی کو قتل کیا ہے یا زخمی کیا ہے تو اس کا قصاص اس پر
لازم ہے، البتہ چونکہ قصاص حق العبد ہے تو اونمایہ مقتول یا صاحب حق کے معاف کرنے سے
معاف ہو جائے گا اور جب کوئی مالی نقصان کسی کو پہنچایا ہے اس کا ملان ادا کرنا یا اس سے معاف

کرنا لازم ہے، امام اعظم رحمہ اللہ اور مسطور فقہاء کا یہی مسلک ہے اور اگر غور کیا جائے تو یہ بات پس بھی ظاہر ہے کہ حقوق العباد سے غلامی حاصل کرنا خود تو بہ کا ایک جزو ہے بدین اس کے کو یہی مکمل نہیں ہوتی، اس لیے کسی ذاکر کو تا تب ہی وقت مانا جائے گا، جب وہ حقوق العباد کو دایا معاف کرالے۔ (مأخوذ از معارف الخیر: ۱۱۹/۳)

وَوَيْتُ الْبَحَارِيَّ عَسَ نَسِ بِي مَالِكٌ ، اِنْ رَهَطَا مِنْ عَرَبَةِ قَدُمَا
 الْحَدِيثَ فَاسْلُمَا ، فَاجْتَوَا الْحَدِيثَ اِى اسْتَوْحَمُوْهَا لِانْهَالِم مَوْفِقِ
 ، وَاجْتَمَعُوا فَاَمْرَهُمْ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَخْرُجُوا إِلَى اَهْلِ الْاَصْدَقَةِ اِى
 الزَّكَاةِ فَيُشْرَبُوا مِنْ اَبْوَالِهَا وَالْبَانِيَا ، فَفَعَلُوا ، فَلَمَّا اصْحَوْا فَنَلُوا الْمَرْعَاةَ
 وَاسْتَجَبُوا لِحَمَمِ - اِى الْاَهْلِ - فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَاتَى بِهِمْ ، فَقَطَّعَ اَبْدَانَهُمْ وَاجْلَسَهُمْ ، وَفَعَلَ اَعْيُنَهُمْ - اِى قَطَّعَهَا ثُمَّ اَلْفُو
 صَى الْحَرَّةَ بِشَفَقَتِهِمْ فَلَا يَسْقُونَ ، حَتَّى مَا نَوَا ، وَفِيهِمْ قَوْلُ آيَةِ الْحَزَاءِ
 وَهَذَا : (تُجَرِّدُ الْبَحَارِيَّ فِي كِتَابِ السَّحَابِيْنَ : ۱۷۵/۱)

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے واقعہ نقل فرمایا ہے کہ قبیلہ عریذہ کے ایک وفد نے مدینہ الرسول ﷺ حاضر ہو کر اسلام قبول کیا لیکن ان کو مدینہ کی آب و ہوا سونق نہیں آئی، ان کے پیٹ پھول گئے تو آپ ﷺ نے ان کو کھم فرمایا کہ مدینہ کے باہر جہاں صدقات کے اونٹ چرتے ہیں وہاں جا کر قیام کر میں اور ان اونٹوں کے دودھ اور چیشاب استعمال کریں، انہوں نے ایسا ہی کیا جب وہ تندہ دست ہو گئے تو انہوں نے یہ حرکت کی کہ چرواہے کو قتل کر کے اونٹ ہٹا کر لے گئے، رسول اللہ ﷺ کو خبر ہونے کے بعد گرفتاری کے لیے قافلہ روانہ فرمایا وہ جا کر ان مردہوں کو گرفتار کر کے لے آئے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے جرم پر یہ سزا نافذ فرمائی کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھیں نکال لی گئیں، لیکن ان کو حرہ (یعنی گرم پتھروں) پر ڈال دیا گیا، وہ پانی مانگتے رہے لیکن ان کو پانی نہیں دیا گیا، یہاں تک کہ وہیں ٹوٹ ٹوٹ کر مر گئے، انہی کے بارے میں یہ آیت سزا نازل ہوئی۔ (بخاری)

چوری کی سزا:

چوری کرنا یہ بھی منکر ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ جب خواہیں

ایمان پر بیعت کے لیے حاضر ہوا کریں جن عظیم گناہوں سے بچنے کا عہد لینا ہے ان میں سے ایک "انہی قرنی" کہہ چوری نہیں کریں گی۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

حضرت یحیٰ بنہ سہر رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: "وہ رسول اللہ (ﷺ) ہمیں چوری کا حکم بتائیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے یہ جانتے ہوئے کہ یہ چوری کا مال ہے اسے کھایا یا شربہ اس کی چوری کے گناہ میں شریک ہو گیا۔ (مجمع القوائد)

چوری کرنے سے حقوق اللہ تنفیج ہوتے ہیں، اس سے معاشرہ کا امن تباہ ہوتا ہے، ناسادہ ہیں ہے اس لیے شریعت مطہرہ نے اس پر دغوی سزا بھی مقرر فرمادیا، جسے اصطلاح میں حد مرتکب کہا جاتا ہے، جسے قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

فَوَلِّهِ نَعْلًا سَلْبًا: ﴿۱۰﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَانْقَطِعُوا أَلَيْسَ بِضَرْبٍ كَبِيرٍ

کسیا نکلاناً من اللہ واللہ عزیز حکیم ﴿ (سورۃ المائدہ: ۳۸) ﴾

حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ "چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کٹ دوان کے کردار کے بدلہ میں اور اللہ زبور سے حکمت والا ہے۔"

یہاں یہ بات تو مٹی غور ہے کہ قرآنی احکام میں خطاب عام طور پر مردوں کو ہوتا ہے اور عورتیں بھی اس میں جوعا شامل ہوتی ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جملہ احکام میں قرآن و سنت کا یہی اصول ہے، لیکن چوری کی سزا اور دانا کی سزا میں صرف مردوں کے ذکر پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ دونوں صنفوں کو الگ الگ کر کے حکم دیا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ معاملہ حدود کا ہے جن میں ذرا سا بھی شبہ پڑ جائے تو ساقط ہو جاتی ہیں، اس لیے عورتوں کے لیے ضمنی خطاب پر کفایت نہیں فرمائی، بلکہ تصریح کے ساتھ ذکر فرمایا۔

دوسری بات اس جگہ کاغذ غلطی سے ہے کہ خطہ مرتکب کا لغوی مفہوم اور شرعی تعریف کیا ہے؟

مرقہ کی شرعی تعریف:

۱۔ اس میں ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا مال کسی مخلوق جگہ سے بغیر اس کی اجازت کے چھپ کر لے لے، اس کو مرقہ کہتے ہیں، یہی اس کی شرعی تعریف ہے اور اس تعریف کی رو سے

۔ ق ۱۲۲: جوئے کے لیے پتہ چیزیں نہ دہی ہوگی
سرقہ کے احکام:

۱. اس میں کہ وہ مال کسی فرد یا جماعت کی ذاتی ملکیت ہو، چھپے والے مال میں نہ ملکیت نہ وہ ملکیت کا شہدہ ہو، وہ مال کسی چیز میں ہو جس میں جو اس کے حقوق مساوی ہیں، جیسے دانا، عام کے گھر، اور ران کی اشیا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص نے کوئی ایسی چیز لے لی جس میں اس کی ملکیت یا ملکیت کا شہدہ ہے یا جس میں عام کے حقوق مساوی ہیں تو حد سرقہ اس پر جاری نہ کی جائے گی، حالانکہ اپنی صوابیہ کے موافق تعزیری سزا جاری کر سکتا ہے۔

۲. دوسری چیز، غریب سرقہ میں مالی محفوظ ہوتا ہے، جتنی مطلق مکان کے ذریعہ یا کسی عمارت میں چھپا کر رکھے، جو مال کسی مظلوم جگہ میں نہ ہو اس کو کوئی شخص اٹھا لے تو وہ بھی حد سرقہ کا مستوجب نہیں ہوگا اور مال کے مظلوم ہونے میں شبہ بھی ہو جائے تو بھی حد ساقط ہو جائے گی، گناہ اور تعزیری سزا کا معاملہ جدا ہے۔

۳. قیصری شرط بلا اجازت ہوتا ہے، جس مال کے لینے یا اٹھا کر استعمال کرنے کی کسی کو اجازت دے رکھی ہو، اس کو بالکل لے جائے تو حد سرقہ حاکم نہیں ہوگی اور اجازت کا شہدہ بھی پیدا ہو جائے تو حد ساقط ہو جائے گی۔

سرقہ اور ڈاکہ میں فرق:

۴. چوچھی شرط چھپا کر لینا ہے، کیونکہ دوسرے کاموں میں علانیہ لوٹا جائے تو وہ سرقہ نہیں بلکہ ڈاکہ ہے، جس کی سزا پیسے چار سو تھی ہے، غرض خفیہ نہ ہو تو حد سرقہ اس پر جاری نہ ہوگی۔
ان تمام شرائط کی تفصیل سنئے آپ دیکھیں کہ یہ سرقہ یا ڈاکہ ہے، اس کے خلاف میں نے یہودی میں تمام شرائط عام اور عام کے احکامات پر حد سرقہ شرعی بات چیت کی ہے، اس کے علاوہ یہودی کی صورت پر یہ حد شرعی جاری ہوگی جس میں یہ تمام شرائط عام ہیں۔

چوری پر تعزیر:

اس کے ساتھ ہی یہ بھی آپ معلوم کر چکے ہیں کہ جن صورتوں میں چوری کی حد شرعی ساقط ہو جاتی ہے تو یہ لازم نہیں ہے کہ مجرم کو کھلی پھنسی مل جائے، بلکہ حاکم وقت اپنی صوابیہ کے مطابق

اس کو تحریری روادے ملنے سے، خود سہائی اور مالی سہاگن ہو گئے۔

اسی طرح یہ بھی نہ سمجھنا ہے کہ ان صورتوں میں رقیہ کی ولی شرعاً مطلقہ ہونے کی وجہ سے وہ شرعی جہاز سے ہوتو وراثت کا جائز حامل ہے، بلکہ اولیٰ القربا ہونگے۔ یہاں تک کہ اگر عذاب آخرت کا ذکر نہیں، نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کی سزا کا ذکر ہے، یہ کسی شخص کا مال بغیر اس کی خوش دہی کے کسی طرح بھی لے لیا جائے تو وہ عذاب آخرت کا موجب ہے، جیسا کہ آیت قرآن کریم ﴿لَا يَأْكُلُ الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً﴾ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ چوری میں جو الفاظ قرآن کریم سے آتے ہیں وہی زانیہ کی سزا میں ہیں، مگر چوری کے معاملہ میں مرد کا ذکر پہلے عورت کا بعد میں ہے اور نہ میں اس کے برعکس عورت کا ذکر پہلے کیا گیا، چوری کی سزا میں ارشاد ہے ﴿لَا يَأْكُلُ الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً﴾ اور زانیہ کی سزا میں فرمایا ہے ﴿لَا يَأْكُلُ الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً﴾ اس عکس کی حکمتیں مفسرین نے نفی نکلی ہیں، ان میں زیادہ دل کو لگنے والی بات یہ ہے کہ چوری کا جرم مرد کے لیے بہ نسبت عورت کے زیادہ شدید ہے، کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے سب معاش کی وہ قوت بخشی ہے جو عورت کو حاصل نہیں، اس پر سب معاش کے اتنے دروازے کھلے ہوئے ہیں کہ باوجود چوری کے ذلیل جرم میں مبتلا ہو، یہ اس کے جرم کو بڑھا دیتا ہے اور نہ اس کے معاملہ میں عورت کو حق تعالیٰ طبعی حیاء و شرم سے ساتھ ایسا ماحول بخشا ہے کہ ان سب چیزوں کے ہوتے ہوئے اس بے حیائی پر اترتا اس کے لیے نہایت شدید جرم ہے، اس لیے چوری میں مرد کا ذکر مقدم ہے اور نہ اس میں عورت کا۔

آیت مذکورہ کے الفاظ میں چوری کی شرعی سزایان کرنے سے بعد دو جملے ارشاد فرمائے ہیں ایک ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ یعنی اے ایمان والے کی بدکرداری کا اور دوسرا ﴿مَنْ ذَاكَ الْفَاسِقُ﴾ یعنی وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے نافرمان ہو، اس لیے نکال کا ترجمہ ہمارے محاورہ کے موافق جہرت خیر سزا کا ہو گیا، اس میں اشارہ ہے کہ ہاتھ کاٹنے کی عفت سزا خاص حکمت پر مبنی ہے کہ ایک پر سزا جاری ہو جائے تو سب کے سب کانپ اٹھیں اور اس جرم صبیح کا انداز ہو جائے، دوسرا لفظ من اللہ کا بوجہ اگر ایک اہم مضمون کی طرف اشارہ فرمایا جو یہ ہے کہ چوری کے جرم کی دو حیثیتیں ہیں، ایک یہ کہ اس نے کسی دوسرے انسان کا مال بغیر حق کے لے لیا، جس سے اس پر علم

ہو اور مزید اس نے اللہ تعالیٰ کے قسم کی خلاف ورزی کی پہلی حیثیت سے یہ سزا مظلوم کا حق ہے اور اس کا منتہی یہ ہے کہ جس کا حق ہے اگر وہ سزا کو معاف کر دے تو معاف ہو جائے گی جیسا تھا اس کے تمام مسائل میں بھی معمول سے دوسری حیثیت سے یہ سزا حق اللہ کی خلاف ورزی کرنے کی ہے اس کا منتہی یہ ہے کہ جس شخص کی چوری کی ہے اگر وہ معاف بھی کر دے تو بھی معاف نہ ہو، جب تک خدا اللہ تعالیٰ معاف نہ فرمادیں، جس کو اصطلاح شرع میں حد یا حدوا کہہ جاتا ہے، فقط مکن اللہ سے اس دوسری حیثیت کو متعین کر کے اس طرف اشارہ فرمادیا کہ یہ سزا حد ہے قصاص نہیں ہے، یعنی سرکاری جرم کی حیثیت سے یہ سزا دی گئی ہے، اس لیے جس کی چوری کی ہے اس کے معاف کرنے سے بھی سزا ساقط نہیں ہوگی۔

آخر آیت میں ﴿وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ فرمایا کہ اس شے کا جواب دینا جو آج کل عام طور پر زبان زد ہے کہ یہ سزا بڑی سخت ہے اور بعض مستراح یا ناواقف تو یوں کہنے سے بھی نہیں جھجکتے کہ یہ سزا وحیات ہے، لغو ذبا اللہ، اشارہ اس کی طرف فرمایا کہ اس سخت سزا کی تجویز محض اللہ تعالیٰ کے قوی و درزبردست ہونے کا نتیجہ نہیں، بلکہ ان کے حکیم ہونے پر بھی مبنی ہے جن شرعی سزائوں کو آج کل کے عقلاء و روپ سخت اور مشیت نہ کہتے ہیں ان کی حکمت اور ضرورت اور فوائد کی بحث انہی آیات کی تفسیر کے بعد متصل آئے گی۔

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا

﴿فَمَنْ سَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ

غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

یعنی جو شخص اپنی ہر کرداری اور چوری سے باز آگیا اور اپنے عمل کی اصلاح کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادیں گے جو تکذبات بہت دیتے والا اور صریحان ہے۔

معافی میں بہادری فرق:

ذاکرہ ذی کی شرعی سزا جس کا بیان چند آیات پہلے آیا ہے اس میں بھی معافی کا ذکر ہے اور چوری کی سزا کے بعد بھی معافی کا ذکر ہے لیکن دوسری جگہ کی معافی کے بیان میں ایک خاص فرق ہے اور اس فرق کی بناء پر انوں سزائوں میں معافی کا مفہوم فقہاء کے نزدیک مختلف ہے ذاکرہ ذی کی سزا میں تو حق تعالیٰ نے بھروسہ استثناء کے ذکر فرمایا:

﴿إلا الذين تابوا من قبل أن تقدروا عليهم﴾

جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی کی جو شرعی سزا آیت میں مذکور ہے، اس سے یہ صورت منتفی ہے کہ اگر کوئی اس پر حکومت کا کام چلنے اور گرفتار ہونے سے پہلے جو توبہ کرے اس کو یہ سزائے شرعی معاف کر دی جائے گی اور چوری کی سزا کے بعد جو معافی کا ذکر ہے اس میں اس سزائے دنیوی سے استثناء نہیں، بلکہ آخرت کے اعتبار سے ان کی توبہ مقبول ہونے کا بیان ہے، جس کی طرف ﴿فمن تاب إلى الله شوب عليه﴾ میں اشارہ موجود ہے کہ حکام وقت اس توبہ کی وجہ سے شرعی سزائے جہادیں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے جرم کو معاف فرما کر آخرت کی سزا سے نجات دیں گے، اسی لیے حضرات فقہاء تقریباً اس پر متفق ہیں کہ اگر گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر لیں تو اگر کسی شرعی سزا ان پر جاری نہ ہوگی، مگر چار اگر چوری کرنے کے بعد خواہ گرفتاری سے پہلے یا بعد میں چوری سے توبہ کر لے تو جو سزا جو دنیوی سزا ہے وہ معاف نہ ہوگی، گناہ کی معافی جو کراۃ آخرت کے عذاب سے نجات پانا اس کے معافی نہیں۔ (ماہودار معارف القرآن: ۱۲۹/۲)

نصاب سرق:

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ مال کی وہ مقدار جس کے چرانے سے چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا وہ دس درہم چاندی یا ایک دینار ہوتا ہے۔

دس درہم: ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱

باتھکانے کی نہ تھیں، نہ ہائی تھی، اور چھوڑ بھی دینا تھا ہے۔

وروي البخاري عن عائشة انها قالت لم تكن يقطع به الساروق

۱۰۔ بی عہد رسول اللہ ﷺ لمن معن حصة او ريس . كل واحد

ميهن ذو نس . (أخرج البخاري ۱۷۳: ۱۰)

وقد العلامة السرخساني رحمه الله : وقد سرق ما قبل الباق

عشرة درهم او ما يطلع قبضه عشرة درهم مقصود : ان حر لا يسه

فيه وحب عبه يقطع (۵۹۶: ۲)

۱۱۔ حسب ہر یہ علامہ سرخستانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: جب عاقل، بالغ شخص میں دہم یا سرقی

قیمت کی کوئی چیز چھوٹا جلتے چر نے اس پر باتھکانے کی نہ ہوتی۔

شراب نوشی کی سزا:

اللہ تعالیٰ کی عظمت کا توکل ہو کر تو حید و رسالت کا اقرار کرتے ہوئے کھن ادا کر شریعت کی

پابندی کرنا یہ شرعاً مطلوب ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہر بندے سے اس کا مطالبہ ہے، اس کے لیے عقل

بوش و خواں کا قہر، تا نہایت ضروری ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہی چیزوں کے استعمال کو حرام

قرار دیا ہے جو عقل انسانی کو زائل کر دے، جیسے شراب، بھٹک، چرس وغیرہ اور ادا فرمایا:

”کل مسکر حرام“

یعنی بر نشہ آور چیز کا استعمال حرام ہے۔

اسی طرح شراب نوشی پر خاص اعلیٰ میں بھی کثرت احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔

كفوه عليه السلام : من شرب الخمر في هذا صات وهو يد

منها لم ينجب لم يبر بها هي لا عوف . رواه مسلم (مشکوۃ: ۲/ ۳۱۷)

یعنی جو شخص دینا میں شراب پئے گا اس کو آخرت کی (پاکیزہ) شراب سے محروم کر دیا جائے گا۔

(مسلم)

وقوله عليه السلام : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلثة قد

حرم الله عليهن السجدة مد من العمر ، والعاق ، والندوات الذي يفر

السواء على اهل .

یعنی رسول اللہ ﷺ نے اور شاہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قسم کے لوگوں پر جنت وعوام آما

ے

- (۱) شراب کا عادی (۲) اللہ تعالیٰ کا فرمانی کرنے والا
- (۳) جوٹ بھٹی، دھنکس جو اپنے گھر والوں (مال، زمین، بیوی وغیرہ) کو دوسرے غیر برائے سانحو بری حالت میں دیکھے اور براشت کر جائے (مسند احمد نسائی)
- شراب نوشی پر اخروی سزا کے علاوہ دنیا میں بھی حد جاری ہوتی ہے۔
- جو شخص شراب پیچا ہو یا کھا جائے اور اس وقت بھی اس کے منہ میں شراب کی موجود ہے،
- اب وہ نو شراب نوشی کا اقرار کرے یا وہ گواہ اس پر گواہی دیں اس پر حد لگائی جائیگی اسی کوڑے۔
- قال العلامة الطبرسي رحمه الله : ومن شرب الخمر فاحذر
- وربحها موجوده أو جازا به سكره فنهتد الشهود عليه بذلك فعليه
- الحذر ، وكذلك إذا اقر و ربحها موجوده .

(ہدایہ شرح النبیایہ : ۲/۵۱۵)

وعسى الموطأ : أن الذي اشترى عسى عمر بحد الشارب ثمانين
جندة هو عسى من أبي طالب فقد روي مالك بسنده عن نور الطجلي .
أن عمر بن خطاب استشار في الخمر يشربها الرجل .
فقال له عيسى رضي الله عنه : ترى أن نجند ثمانين . فانه إذا
شرب سكر ، وإذا سكر هذى ، أي تخطئ في كلامه كالصبيان ، وإذا
هذى افتري . أي كذب و قد روي فجلد عمر في الخمر ثمانين .

(آخر حد مالك في الموطأ : ۲/۲۲۲ فی کتاب الاخریہ)

موطا نام مالک میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مشورہ
دیا کہ شراب نوشی کی سزا میں اسی کوڑے مارے جائیں کیونکہ جو شخص شراب پئے گا ضرور بے یار
کچے گا اور اس میں کسی پر جھوٹی تہمت بھی رکھے گا اور جہ قذف کی مقدار اسی کوڑے سے ہیں، چنانچہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی پر اسی کوڑے مارے یہی شرعی قانون بن گیا۔

قال في ملفي الامهر : ومن شرب خمرأ ولو قطرة واحدة فاحذر

وراءه امو جود فی غمہ او حتی نہ سکران ، ولو من سید و محوہ من
المسکران . و قد ہند ، ملک رحلان ، أو افر - أي اعتراف - بہ
شکران ، حد واحد : اثنان شرط المحر ، و اربعین للعبد ، معرق
علی بدہ . (منہج : البحر المحیط : ۱ / ۳۳۹)

کتاب متفرقات

اپریل فول (یکم اپریل کو ہو کر دی کرنا) کا حکم :

یہ عارضی کا طریقہ ہے ، اسلامی طریقہ نہیں ہے ، بھوت ہونا حرام ہے ، حدیث شریف میں ہے :

وین لعنہ یحدث فیکذب بصحیح بہ القوم و مل لہ و مل لہ .

(ابو داؤد : ۲۳۳/۶)

اس آدمی کے لیے بدکت ہے جو لوگوں کو جھانسنے کے لیے بھوت بولتا ہے اور حدیث میں ہے :

لا ید من العبد الا یؤمن کفہ حتی یشک الکذب فی المعراۃ
و سعراء و ان کان صادقاً . (مسند احمد)

کوئی بندہ چرے چرے ایمان کا حامل نہیں ہوگا جب تک وہ بھوت کو یا سکران نہ کر دے ،
خود کسی ذات میں ہو تو نہ لڑائی ، جھگڑے میں (قولہ صرف اعداء بھوت کا ہوا کر واقعہ میں صحیح ہو)
اس کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ بھوت بولنا بڑی خیانت ہے کیونکہ آدمی اللہ اور لوگوں کا دشمن ہے اس
کو کبھی کسی پر مٹانا چاہیے ، بھوت بولنا امانت کے منافی ہے ، حدیث میں ہے :

کبیرات حیاتک ان تحدث باحدک حلفاً ہو لک مصدق و انت لہ

کاذب . (ابو داؤد شریف)

یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات اس طرح کہو کہ وہ تمہیں سچا جان رہا ہو
حالانکہ تم بھوت بول رہے ہو . (مساجد از فتاویٰ رحیمہ : ۲۰ / ۲۵۱)

اس بھوت کی جہ سے دوسروں کا بڑا نقصان بھی ہوتا ہے ، ان کو ایذا و ترغیف پہنچتی ہے جبکہ

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”کامل مسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان کی ایذا اور مافی سے دوسرے مسلمان محفوظ رہے۔“ لہذا پر عمل قول کے ہم بھی جھوٹ بولا حرام اس سے اجتناب کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

جاگیر پہننے کا مسئلہ

مرد کا ستر (جس کا چھپاؤ ضروری ہے) ہتاف سے گھٹنے تک ہے، ہتاف اور خارج نماز ہتاف سے گھٹنے تک بدن چھپاؤ ضروری ہو فرض ہے، اس میں سے کوئی بھی حصہ شرعی کے بغیر کھلا رکھنا جائز نہیں ہے، موجب گناہ ہے (البتہ گھٹنے اور شرکاء کے کشف کا گناہ برابر نہیں ہے) ستر کے متعلق قرآن شریف میں ہے:

﴿يَا بَنِي آدَمُ! اُنْزِلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَافِي سَؤَادَكُمْ وَرِيشًا﴾

(سورۃ الاسراف: ۲۶)

یعنی اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے لیے لباس بھیجا ہے جو تمہارے ستر کو چھپاتا ہے اور باعثِ زینت بھی ہے۔

اس کی تفصیل حدیث شریف اور کتب فقہ کے حوالے سے پہلے کتاب اللباس میں گزر چکی ہے، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے، مرد کا ستر ہتاف سے گھٹنے تک ہے۔ دوسری حدیث میں ہے:

الرکبة من العورة۔

گھٹنا بھی داخل ستر ہے۔

ہدایہ میں ہے کہ مرد کا ستر ہتاف سے گھٹنے تک ہے اور گھٹنا ستر میں داخل ہے۔ (یعنی گھٹنا چھپانا بھی ضروری ہے) (۱/۶۶) ”ایسا جاگیر (نصف یا چارہ) پہننے کی شرعاً اجازت نہیں ہے جس میں گھٹنے کھلے رہیں۔“

آپ کی سہولت اور مزید اطمینان کے لیے ہند کے مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کی مشہور کتاب ”تعلیم الاسلام“ کی عبارت یہاں نقل کی جاتی ہے:

سوال: ستر چھپانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: مرد کو ہتاف سے گھٹنے تک اپنا بدن چھپانا فرض ہے ایسا فرض ہے کہ نماز کے اندر بھی فرض ہے اور نماز کے باہر بھی فرض ہے۔ (۱/۳۰)

خطرناک مرض:

ہم نیکہ پہنچا تا ناز ہوا مردوں سے لیے جان ہوا۔ بچہ کی حرمانت۔ مال ہو جانے کے بعد ان سے لیے بھی مترکہ پھینکا نہ رہی ہے، بلکہ بعض فقہاء سے چہ رسال کا قول بھی منقول ہے اس اور میں اس مسئلہ پر بہت غفلت پائی جو رہی ہے۔ مردوں اور بچوں کا رونا تو رو ہی رہے تھے، جنہیں المسوس صدفوس سلطان بچیاں بھیج ان مرض میں جتا ہوا نہیں ہیں۔ نیم مریاں لباس، آدھے آستین کی قمیص، چڑی میں ہزاروں اور پاروں میں نکل جاتی ہیں، والدین اس بے یقینی کو کیسے برداشت کرتے ہیں؟ ہانے ہانے! ایک تو مسلمانوں کا وہ دور تھا کوئی غیر مرد کسی کی ماں بہن کی طرف غلط نگاہ افشا کر دیکھے تو اس پر خون کی ندیاں بہ جاتی تھیں، اب یہی ماں باپ، بھائی، بھیا، اپنے گھر کی خواتین کو لے کر حسن کی فرمائش کے لیے ہوٹلوں اور پارکوں میں گھوم رہے ہیں۔

وایں نکامی مراح کارواں جا تا رہا

کارواں کے دل سے احساسی ندیاں جاتا رہا

وہاں ذرہ آبادی کو چھوڑنے کا حکم:

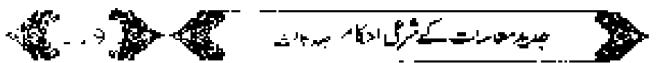
وہائی اور طاعونی جگہ سے اس خیال سے اور ایسے عقیدہ سے بھاگنا کہ بیماری اور موت سے ہم بچا جائیں گے ورنہ بیماری میں پھنس کر مر جائیں گے، ناجائز اور سخت گناہ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿السم لیس الیہ حسرجوا من دیارہم وھو لھو حذر

الموت﴾ (سورۃ البقرۃ: ۶)

کیا ان لوگوں کو آپ ﷺ نے نہیں دیکھا (کیا آپ ﷺ کے ان کے حال سے واقف نہیں ہیں؟) جو موت سے بچنے کے لیے اپنے مکانات سے نکل گئے تھے اور وہ لوگ (تھوڑے ہی) ہزاروں تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر جاؤ (تھر گئے) پھر ان کو نہ کھا۔ (سورۃ بقرۃ)

ذکورہ آیت کی تفسیر میں ہے کہ اگلی امت کی ایک بہتی میں وہاں بھیملے تو ہزاروں (ہزاروں) ہزار کی تعداد میں بھاگ گئے اور کچے کہ ہم موت سے نجات پا گئے، اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے ہر عقیدہ کی سزا دی کہ ایک دم سب مر گئے۔ کوئی دُعا کرنے کے لیے بھی ہاتی نہ رہا پھر ایک مدت کے بعد ایک نئی وہاں پہنچے۔ یہ خوفناک حشر دیکھ کر دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عبرت دینے



کے لیے زندہ یا تابان کو یقین ہوا کہ موت سے کوئی بھانپ نہیں سکتا۔

(عصر معدی ۱۰۱۲، ص ۱۰۱)

واقعی موت اپنے وقت اور اللہ کے حکم کے موافق آتی اور وقت یا مکان ہی نہیں مقرر ہوتا۔
خداوندی ہے

یا ایہ انکم موافقہ حکم اللہ نہ کہ کفر میں موافقہ
جہاں نہیں وہ کہہ رہا ہے کہ موت تو ہر جگہ کی ہے اس لیے وضو نہ دینا ضروری نہیں۔

(۱۰۱۲ - ۱۰۱۳)

فلا ینال الموت لندی لغیرہ منہ مطلقاً

(آپ ﷺ فرما دیجئے) کہ بے شک جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تم کو پہنچے گی۔

(۱۰۱۳ - ۱۰۱۴)

بے شک اللہ کی مقرر کی ہوئی موت جب آئے گی تو تاخیر نہ ہوگی۔ (سورہ نساء)

زمانہ جاہلیت کا عقیدہ تھا کہ جو کوئی بیمار کے پاس بیٹھے اور اس کے ساتھ کھائے تو اس کی بیماری اس کو لگ جاتی ہے، لہذا آنحضرت ﷺ نے فرمایا "ما ہدی البیعتی (یابا حقیر) بلا عزم خداوندی کے بلایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔

ایک مرتبہ ایک اعرابی نے عرض کیا کہ صحت مند انسانوں میں خارجی اونٹوں جاتے تو سب خارجی ہو جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، پہلے اونٹ کو کس نے خارجی بنایا؟ جواب ملا: یہ کہ اللہ نے تو پھر دوسرے انسانوں کے لیے ایسا کیوں نہیں سمجھتے؟

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ایک جزائی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کھانے کے برتن میں شریک کر دیا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے حکم اور اللہ پر الٰہی کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا مگر عقیدہ کی حفاظت کے لیے شریعت نے تعلیم دی ہے کہ روپائی جھکوں میں بلا ضرورت نہ جائے اور نہ ہاں سے بھاگے تو لگا۔ اگر وہاں جا کر بیماری میں مبتلا ہو جائے گا تو طبیعت کے کمزور اور ضعیف العقیدہ سمجھیں گے کہ وہاں جانے سے یہ ہوا۔ نیز بھاگنے والا کبھی کاہ بھاگنے سے بچا گیا وہ ضرور مبتلا ہو جائے اور بھاگنے والا دوسروں کے لیے بھی زیادہ پریشانی اور تفریق کا باعث بنتا ہے۔ انہی بہت سی حکمتوں اور مصیبتوں کے پیش نظر آپ ﷺ نے امت کو براہت فرمائی

إِذَا سَمِعْتُمْ بِمُخَارَبَةٍ بَيْنَ فَرَقَتَيْنِ فَاذْهَبَا وَلَا تَمْلِكَا لَهُمَا أَسَاسَ الْوَعْدِ أَنْ يَرْجِعَ إِلَيْكُمْ فَأَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

فَلَا تَقْرَبُوا مَنَافِقَهُ

جسنى تم سترۂ كسى جكر در وى كيل ہے تو رباں مت جاؤ اور جهاں تم ہو وہاں رہا ميس جوئے تر
بھانئے كے راودہ سے دول سے مست نكلو۔

(مشارکت: خبر، ۲۳ اردیبهشت ۱۳۸۳، شماره ۱۳۹، ص ۱۳۹)

اور فرمایا کہ چار اوقات کو بچاؤ نہت کے ساتھ مت رکھو اور جوایت فرمائی مجذوم سے لیے بھانگو
 میں سے تیرے کہ مقلدہ کی حفاظت ضروری ہے، از آنکہ حکیم وغیرہ بعض امراض (فی لی، مغارش، جذام،
 طاعون، انفلوآنز وغیرہ) کو متعدی مانتے ہیں اور اس کے جو اضمحلت کرتے ہیں، ہمیں اس کی
 ترویج کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر ان کو بھی ماننا چاہیے کہ بیماری از خود متعدی اور مؤثر نہیں ہے بلکہ
 نظمہ اور تقدیر سے متعدی ہوتی ہے جس کے لیے نظمہ خدا نہ ہو اور جس کی تقدیر میں نہ ہو تو وہ بھی
 اثر نہیں سوتا۔ دیکھیے جذامی کے مکان میں سب جذامی نہیں ہوتے، لی لی و سہ مرلیض کے بیمار
 اور سب اس میں مبتلا نہیں ہوتے۔ انفلوآنز کے مرلیض کے ساتھ رہنے والے مولا، انفلوآنز سے
 محفوظ رہا اور بالکل صحت مند رہا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کے لیے خدا کا حکم ہو اس کو
 مرض قلکنا ہے اگر ایسا نہیں تو مرلیض کے ساتھ طویل عرصہ تک رہنے اور کھانے پینے کے باوجود کوئی
 سالم نہیں رہتے ہیں؟

شرحیت نے دور رہنے کی بدایت محض حفاظت و غفیدہ اور سلامتی ایمان کے لیے کی ہے نہ اس کے کہ عرض ہے سچے اور دہ بھی ہر ایک کے لیے ہر حال میں تقویٰ و ہوشیاری نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے ہر دم نامہ

(۱۰)۔ سے بھاگئے تھے ارادہ سے نہ ٹکلو کے واقعات ہیں اس کی شرح میں لکھا ہے اسروہ سے بھاگئے تھے طرادہ دوسری کوئی جید اور غرض ہو تو وہاں سے جانے لگا اور ضرورت وہاں جانے لگا کوئی مریع نہیں عقیدہ چلتا اور مضبوط ہو تو نڈول نہ ہو۔ (فتح الہادی وغیرہ)

اور پختہ نہیں ہے۔

وإذا خرج من بلدة بها الطاعون فاعلم أنه كمال شيء بقدر الله

الحديث في الناس بيان خروج وجهي والى كان عنده انه لم يخرج

نحوہ کو دخل ابتلا کرہ نہ دلت فلا بد نعل ولا بحر حسیانہ لا اعتقادہ۔

یعنی جو شخص وہابی شہر سے نکلے لیکن اس کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر ایک چیز تقدیر الہی سے ہے خدا کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوتا تو اس کو نکلے اور وہاں جانے کی اجازت ہے اور اگر اعتقاد ایسا ہے کہ یہاں سے چلا جاؤں تو نیک جاؤں گا ورنہ جتنا ہو جاؤں گا تو ایسے شخص کو وہاں سے نکلنے کی اور جانے کی اجازت نہیں۔ تاکہ اس کا عقیدہ محفوظ رہے۔ (در معراج الشافعی: ۵/۳۴۱)

ہاں وہاں سے آسکتے ہیں، وضع و بقاء تک وہاں قیام کرنا لازم نہیں، قیام کے مقصد سے وہاں نہیں گئے تو کام سے فارغ ہو کر وہاں آنا فرار شمار نہ ہوگا تاہم نیت کی درست ضروری ہے۔

وفی هذه الاحادیث منع الطعن علی بلد الطالعون ومع الطعن مع فرار من ذلك فما الخروج فلا بأس به۔

(عروہ شرح مسلم: ۶/۲۶۸)

ہاں ضرورت وہاں جاسکتے ہیں اور سفر بھی کر سکتے ہیں جب وہاں سے فرار کا قصد نہ ہو۔

لیکن ابو موسیٰ حمل قنہی عنی من قصد الفرار محضاً ولا شك

ان النصور ثلاث من خرج بقصد الفرار محضاً فهذا يتاوله الطهبي لا

محذوف ومن عرج له حاجة متحصنة لا بقصد الفرار اصلاً وبمقصود

ذلك فيمن نهى للمرحيل من بلد كان بها الى بلد اقامته مثلاً ولم يكن

الطالعون وقع فائتي وقوعه في اثناء تجهيزه فهذا لم يقصد الفرار

اصلاً فلا بد من فعل في المسعى والثالث من عرجت له حاجة فاراد

الخروج اليها وانضم الى ذلك انه قصد الراحة من الإقامة بالبلد في

وقع بها الطالعون فهذا محل النزاع۔ (فتح الباری: ص ۱۵۹)

ہاں اجتہاد ہی آپؐ ہوا کی غرض سے شہر کی حد میں جنگل اور میدان میں جاسکتے ہیں نیت یہ ہونی چاہیے کہ تہہ ملی آپؐ ہوا بھی ایک علاج ہے۔ نیز اگر غرض علاج نکلے ہیں۔

غرض یہ کہ وہابی جگہ سے ہارادہ فرما نہ نکلے، اللہ پر بھروسہ کر کے صبر و صمت سے رہے۔ تدبیر میں صمت ہوگی قرآن کی اور دیرِ شہادت حاصل ہوگی۔ جب موت بھاگنے سے نہیں ملتی تو بھاگ کر ایمان کیوں خراب کرے۔ (اخذ از فتاویٰ رحیمیہ: ۲/۳۹۲)

نیکل، گرمی اور الگ الگ پلیٹوں میں کھانا:

میں نے اسے نواہن، چھانچو، زکھان، مسلت ہے، نیکل، گرمی پر کھانے کا طریقہ اسلامی تہذیب کے خلاف ہے۔ یہ طریقہ خلیفہ اہل اور فیشن پرستوں کا ہے لیذا قابل ترک ہے، البتہ کبھی ضرورت کی بنا پر نیکل، گرمی پر چھو کر کھانا یا اس کو بھی حرام اور ناجائز نہیں کہا جائے گا اس کی مادت بنالیاہم حال حقیقی فعل ہے۔ ماہنامہ میں ہے ”مسلمہ اکتبہ پاک اور فاسق حرام دست۔“ سلطان کو کفار اور لکھنؤ کی مکتبہ اہل اختیار کرنا حرام ہے۔ (علا بلہ ص ۱۲۱)

ان میں سے ایک ساتھ الگ الگ برتن میں کھانا بھی مسنون اور باعث برکت ہے الگ الگ پلیٹوں میں صاف اسلامی طریقہ نہیں ہے، یہ غیر قوم کا طریقہ ہے کہ وہ بھوتوں اور عتروں میں ایک ساتھ بیٹھ جاتے ہیں، سب کی پلیٹیں الگ الگ ہوتی ہیں اگر مسلمان بھی جیسی طریقہ اختیار کریں تو پھر مسلمان اور غیر مسلموں میں امتیاز کی کیا صورت ہوگی؟ نیز یہ قوم پرستوں کا طریقہ ہے جو امرائے مہدی جوئے کا مقید رہ گئے ہیں احمد پٹ میں ہے:

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتبوا حبرھا ولا تعرفوا فان البیرکة مع الجماعة۔

مفسر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب ساتھ مل کر کھاؤ اور الگ الگ مت کھاؤ، ساتھ مل کر کھانے میں برکت ہے۔

(مشکوٰۃ شریف: ص ۲۷۰ باب الضیافہ)

۱۰۰۰ھ میں محدث میں ہے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں ارشاد فرمایا: ”ایک جمعہ جمعہ“ یعنی ”جمعہ“ میں تین شکم پوری نہیں ہوتی، حضور انہم صحیحہ سے فرمایا کہ وہ لوگ توں نے یہ جمعہ جمعہ کھاتے ہو، صحابہ نے کہا جی ہاں آپ صحیحہ سے ارشاد فرمایا: ”الحمد للہ حتی ضامنکم واذکروا اسم اللہ بدارک لکم وہ۔“

(ابو داؤد شریف: ۱۷۲/۲ باب فی الاجتماع علی الطعام)

مشکوٰۃ شریف: ص ۳۶۹ باب الضیافہ، حصص حصص ص ۱۰۹، منزل ۳

سب ایک ساتھ مل کر اور بحم اللہ پڑھ کر کھاؤ تیار سے کھانے میں برکت ہوگی۔

نیز محدث میں ہے، رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بہت بڑا بیل تھا جس میں سب ایک

ساتھ مل کر کھاتے تھے۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصفاً بحملها الرعدة وحال یقال لہا العرق فبہا یصحوا
و یصلوا فیصحی انی یثقل وقد نرد فیہا عالتعرق علیہ انی احسبوا
عہا (الح)

(مشکوٰۃ شریف: حصہ ۱، باب الغبلة، جامع المعانی: ۱۱۰)
نیز حدیث میں ہے: خدا کا پسندیدہ کھانا وہ ہے جس میں بہت سے ہاتھ ہوں۔ (فتح الموائد)
یہ ہے اسلامی تعلیم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اور مبارک طریقہ اس مبارک طریقہ کو چھوڑ کر
غیروں اور غیر قوموں کے طریقہ کو اختیار کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

روایہ سوال کہ ساتھ کھانے میں کھانا برباد ہوتا ہے تو یہ درحقیقت ایک شیطانی وسوسہ ہے، اگر
کھانے والوں کی تعداد کے مطابق کھانا نکالا جائے اور ضرورت پڑنے پر دوسرا کھانا لایا جائے تو
کھانا کس طرح ضائع نہ ہوگا اور اگر اس کے باوجود بھی کھانا بچ جائے تو اس میں کسی طرح کی کوئی
رابی پیدا نہیں ہوتی، مؤمن کے جھوٹے میں شفاء ہے، لہذا اس کھانے کو ضائع نہ کیا جائے۔

قوله تعالى: ﴿لَا يَسْأَلُ عَلَيْكُمْ خَنَاحَ أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمْ﴾ (سورہ نور)
”پھر اس میں بھی تم پر پتہ کرنا نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ“

سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس آیت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ مل کر کھاؤ یا تنہا تنہا کھاؤ
دونوں جائز ہیں کسی میں کچھ حرج اور محذور نہیں تو پھر ساتھ مل کر کھانے پر اتنا سہرا کیوں ہے؟
وہ یہ ہے کہ آیت سے جس شخص جو مذکور بیان کیا گیا ہے کہ وہ تو جس جگہ چاہتا ہے، ساتھ مل کر
یہ بھی ہوتا ہے، اگر کسی وقت جس جگہ اتفاق ہو جائے تو یہ بھی جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے
ان دونوں میں افضل طریقہ یہ ہے کہ سب ساتھ مل کر کھا جائیں اس میں برکت ہے جیسا کہ مذکور
بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے، اور اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بعض انصار رضی اللہ عنہم کی
عادہ مبارکہ یہ تھی کہ جب تک ان کے ساتھ کوئی مہمان نہ ہوتا تھا کھانا نہیں کھاتے تھے یا مہمان
کی موجودگی میں مہمان ہی کے ساتھ کھانے کو ضروری سمجھتے تھے تو اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا کہ
ساتھ مل کر کھاؤ یا تنہا تنہا سب جائز ہے، اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے، فوائد

حقانی میں ہے۔ آیت سے چہا کہا نے کا جزا بھی لگا۔ بعض معذرات کے متعلق لکھا ہے کہ دپ تک کوئی سہانہ ماحول نہ ہو کہ ناخوشی کھاتے تھے معصوم ہوا یہ غلو ہے، البتہ اگر کسی کھانے والے ہوں اور اسے کھانے سے ترک کھا نہیں تو موجب برکت ہوتا ہے۔

کہد وردہ فی الجنۃ . (سورۃ نور ، پارہ ۱۰ ، رکوع ۱۲)
معادف قرآن اور لٹک میں ہے نیز بعض نسخہ پر جو درجہ کم اس قدر تہہ تھا کہ لوگ بے
سہارا کے تنہا کھانا کوارہیں کرتے تھے اور اپنی جان پر مشقت ڈال کر سوتے تھے اور سہارا کا انتظار
نہ کرتے تھے ، ان کے بارے میں آئندہ آیت اتاری ، تم پر کچھ گناہیں کہ ایک چمک جمع ہو کر ہو مل کر
کھانا کھاؤ ، الگ الگ کھانا کھاؤ اور دل میں یہ خیال نہ کرو کہ کس نے تم کھانا کھا دیا اور کس نے
نہ دیا ، اکیلے اکیلے کھانا کھا بھی جائز ہے ، جو مل کر کھانے میں برکت نہ پادہ ہو۔

(معارف القرآن اداریس: ۱۳۹۶/۸۰، مرید نقیض کیلئے ملاحظہ ہو تفسیر روح المعانی: ۱۳۶۱/۸۵، مطبوعہ مصطفیٰ بنیہ دیوبند، اور تفسیر مواہب شریح: ص ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶،

مهما صارت السنة شعاراً لأهل تبعة فلما بتركها خوفاً من

• المشقة •

یعنی جب کوئی سنت مجتہدین کا امتیازی شعار بن جائے تو ہم میں میں ان کے مشابہت میں
ماننے کے خوف سے اس کے بھی ترک کا فتویٰ دیں گے۔

” (انجاء العلوم: ۲/ ۲۷، بحوالہ انطباق فی الاسلام: ۱۶۳/۱)
 خدا تعالیٰ سنت کی عظمت اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

(ماحوذ از فناوری: حیمیه ۲۳، ۱۶ مه ۱۴۰۰)

اسٹاؤ کی جگہ پر بیٹھنا:

مشاکرات کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ امترا کی جگہ پر بیٹھے چاہے امترا صوجر نہ ہوں،

۱۰۔ احرام کے قائل ہے، لحاظ سے الفتاویٰ میں ہے

ولا حداس - بکاء نہ عاب عند (۳۶۶)

وازمی پر تنہید کا حکم:

وازمی رکعت شرعاً واجب ہے اس کا کٹنا یعنی ایک غلطی سے کمزور یا منہ ان حرام ہے ایسا شخص فاسق ہے اس زمانہ نوحہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمان اس غم شرعی پر عمل کرتے ہیں لیکن بعض ایسے مسلمان بھی جو خاندانی طور پر اور نام کے اعتبار سے تو مسلمان ہیں افعال ان کے شریعت کے خلاف ہیں ایسے لوگ وازمی رکھنے والوں کا مذاق بھی لاتے ہیں ایسے لوگوں کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اس بار سے میں حضرت مفتی عبدالرزیم انجوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الھوس اوہ زمانہ آسمیا ہے جس کی خبر مخبر صادق علیہ السلام نے دی ہے۔ ایک روز آنحضرت ﷺ نے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تمہارا کیا حال ہو گا جب تمہارے نوجوان فاسق و جبرین جائیں گے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ایسا ہونے والا ہے؟ فرمایا ہاں! بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت! پھر آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہو گا جب تم نیکی کے کام میں آؤ؟ بہن چاؤ گے اور بدنی کا حکم کرو گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ایسا ہونے والا ہے؟ فرمایا بے شک اس سے بھی زیادہ سخت! پھر فرمایا: تمہارا کیا حال ہو گا؟ جب تم نیکی کے کاموں کو خراب اور بدکاری کے کاموں کو اچھا سمجھنے لگو گے۔ (مع النوائد) کیا یہ سب واقع نہیں ہو رہا ہے؟

لوگ وازمی منڈاتے ہیں اور منڈانے کی تبلیغ کرتے ہیں، اسکی نہیں بلکہ وازمی منڈانے کو بہتر اور رنجے کو خراب کہتے ہیں۔ جو بیوقوفانہ بیوی کے کوٹ بوز میں بھی وازمی منڈا کر منڈیے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کر کے برسر عام فاسق بنادے ہیں، آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے "تم سفید بالوں کو مست نوجو، جو مسلمان حالت اسلام میں بڑھا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سفید بال کے بدلہ میں اس کو نیکی کا ثواب عطا فرماتے ہیں اور اس کی خطا معاف فرماتے ہیں اور قیامت کے دن یہ سفید بال اس کے لیے نور رسول گے۔ (ابو داؤد مشرہف - ۲۲۵/۱۰)

ایک حدیث میں ہے کہ بوز مجھے کو عذاب دینے سے اللہ تعالیٰ شرف دیتے ہیں، اللہ اکبر اللہ تعالیٰ بوز صومرا کو ان کی معافی کی سزا دیتے شرماتا ہے مگر بوز حار وازمی منڈا کر یا عینیا چھپا کر ننگی جوان

بٹے سے ٹیس شرمان؟

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

حیر شساکم من نخبہ بکھو بکم و شر کھو لکھ من نشہ
پندامکم .

نوجوانوں میں سب سے اچھا نوجوان وہ ہے جو یوزھے کی مشابہت اختیار کرے اور
بڑھاپے میں سب سے بدتر یوزھ وہ ہے جو جوانوں کی مث بہت اختیار کرے۔

(مکرمات: ۱۶۹۱۹)

راہمی اسلامی برقی شعور ہے اور مرد کے لیے نہشت کی چیز ہے۔ بعض فرشتوں کی شیع ہے کہ
..... من زین لرحال . نلحی و نساء و نل و نل

یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو، انہیں۔ اور عورتوں کو چوموں سے نہشت
بخشی۔ (الحديث)

آنحضرت ﷺ نے (راہمی رکھی اور امت کو راہمی رکھنے کی تاکید فرمائی۔

آپ ﷺ کے عمل کو اپنانا اور آپ کے تقیم و فیصلہ کو اس وجہ سے تقیم کرنا شرط ایمان ہے
کیونکہ اصطلاح شرع میں اسلام نام ہے بنی برحق کی ہدایت کے بموجب خداوندی احکام کی تعمیل
کرنے کا اپنی عقل اور چاہت کے مطابق اہل تعاقب کی اتباع کرنا اسلام نہیں بلکہ کفر ہے۔

تقریرت دریں مذہب خود بنی خدا رانی

حق تعالیٰ کا فرمان ہے۔

چلا فلا و رل لا یامنون لک ذی فوالہ : لک و سلطوا تسلط لک

(سورۃ النساء)

یعنی تم سے میرے پروردگار کی انوکھ مسلمان ہوئی نہیں ملے گی جب تک آپ کو اپنے محظروں
اور معاملات میں ختم اور تحفظ نہ ملالیں، پھر جو آپ فیصلہ کریں اس سے اپنے دلوں میں کوئی
شک (اور آشوباری) نہ محسوس کریں اور پوری عرص (دل و جان) سے اس کو مان میں اور تسلیم کر
لیں۔

آیت مذکورہ کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی قوم اللہ

تعالیٰ کی عبادت کرے اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سب یکجا لے کر آپ ﷺ کے کسی عمل کے بارے میں ابھرا اعتراض یہ کہے کہ آپ ﷺ نے یہ کیوں کیا؟ آیا آپ ﷺ کے کسی لمحے مضبوط دل میں عقلی محسوس کرنے تو صبر، مسئلہ وغیرہ احوال سامنے آنے کے باوجود وہ کافر و مشرک کے خیم میں ہے۔ (المفسر: ج ۱، صفحہ ۱۰۵۰)

خاروقی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ:

ایک مسلمان اور یہودی کا مقدمہ آپ ﷺ کے دربار میں پیش ہوا آپ ﷺ نے تحقیق فرما کر یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔ مسلمان اس فیصلہ پر راضی نہیں ہوا اور یہ مقدمہ حضرت عمر خاروقی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا، حضرت خاروقی اعظم رضی اللہ عنہ نے سماعت مقدمہ کے بجائے فیصلہ یہ دیا کہ یہ مرتد ہو گیا ہے چنانچہ اس کی گردن اڑا دی اور فرمایا کہ آپ ﷺ کے فیصلہ کو منظور نہ کرنے والے کے لیے صحیح فیصلہ یہی ہے۔

یہ ایک مشاہدہ اور قانون کی بات تھی کہ آپ ﷺ کے فیصلہ سے منحرف ہونے والا اور آپ ﷺ سے زیادہ کسی اور کو منصف قرار دینے والا مرتد کافر ہے اور اسلام کا نام لیتا ہے تو یہ نفاق ہے۔ اس کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو جملہ کلمات اور محاسن کا کامل نمونہ کر مبعوث فرمایا اور اعلان کر دیا کہ

﴿مَنْ بَدَّلَ كَلِمًا لَكَ مِنْ رِيسَالِ اللَّهِ اسُودَ بِهِ﴾

و کمال دہی ہے جو کلمات نبوی کا پر تو او اور حسن و خوبی، ہی ہے جو محاسن رسول اللہ ﷺ کا نمونہ ہو۔ سچے پر کام رضوان اللہ علیہم اجمعین سن و کمال کے اس فیصلہ کو پوری طرح سمجھتے تھے۔ چنانچہ نہ صرف مہادات میں ضمن نبویہ کی اشاعت کرتے تھے، نہ صرف اپنی عادتوں کو آپ ﷺ کی عادتوں کے روبرو میں اٹھاتے تھے بلکہ آپ ﷺ کے معمولی اشاروں کو بھی حکم کی حیثیت دیتے تھے اور اس کی تعمیل کو سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔

صحابہ کرام کی اشاعت سنت کی چند مثالیں:

مثلاً آپ ﷺ صبر پر روقی افروز ہوئے اور آپ نے حاضرین سے فرمایا

﴿مَنْ سَبَّ رَجُلًا مِنْكُمْ فَهُوَ كَافِرٌ﴾

ترجمہ: کہیے، اب میں قسمیں قسمیں کی قسمیں کی قسمیں اس کی ایک مثال مل چکا ہے۔

لمحی واڑھی۔ یعنی وقت میں ڈھونڈنے کی چیز ہے، لیکن کسی یہ حدیث پیش کی ہے، اللہ تعالیٰ کے ملائکہ کی ایک جماعت کا وظیفہ ہے۔

سبحان من رین الرجال باللعن والنساء والنواب۔

پاک ذات ہے وہ جس نے مردوں کو واڑھی سے اور عورتوں کو چوٹیوں اور سینوں سے زینت بخشی۔ (عقلمعرازی: ۸/۲۲۱)

ایک روایت ہے کہ فرشتے جب حرم کھاتے ہیں تو یہ کہتے ہیں:

واللہی رین ہی آدم باللعن۔

تمہارا ذات کی جس نے انسان کو واڑھی سے زینت بخشی۔

مفسر القدر رحمۃ اللہ علیہ سے چنی محبت ہو تو آپ کی ہر ایک بات اور ہر ایک عادت محبوب ہوتی چاہیے۔ محبوب کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے۔ اس سے (معاذ اللہ) نفرت، محبت نہ ہونے کی حد مت ہے۔ واڑھی کا منہ لانے والا حضور ﷺ کی سنت کو پامال کرنے والا ہے۔ وہ سچا محبت کیسے ہو سکتا ہے؟ کسی نے خوب کہا ہے:

نعصى الرسول ذات يظهر حبه هذا المعنى فى الغرض بدیع

لو كمال حلك صادقاً لا طعنه إن المصحب لم يحب مطيع

یعنی تم اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور ساتھ ہی ان کے فرمان کی خلاف ورزی بھی کرتے ہو کس قدر عجیب بات ہے! قرآنی الواقع تمہارے دل میں ان کی محبت ہوتی اور تم اپنے دعویٰ محبت میں سچے ہوتے تو کبھی ان کی عافرائی نہ کرتے ان کے ہر فعل اور ادا سے محبت ہوتی۔

مجنون لیلیٰ کی گلی سے جب گزر رہے تھے دروازہ کو چوستا اور کہتا تھا۔

امر علی الدیار دیار فلی

وما حب الدیار شمع فلی

میں لیلیٰ کی گلیوں سے جب گزرتا ہوں تو اس دیوار کو بھی چوستا ہوں اور اس دیوار کو بھی گلی کو چوں کی محبت دل کی لگن نہیں ہے بلکہ اس کی محبت جو ان گلیوں میں رہتی ہے۔

ویک بزرگ فرماتے ہیں:

نازم پنجم خود کہ جہاں تو دیدہ است انتم چائے خود کہ کھیرت رسیدہ است
ہر دم ہزار ہوسہ دلم دست خویش را کہ راحت گرفتہ ہوسہ کشیدہ است
یعنی اپنی آنکھ پر ناز کرتا ہوں کہ میں نے تیرے جہاں کا دیدہ کر لیا ہے، اپنے پاؤں پر گرنا ہوں
کہ تیری گلی میں اس کی رسائی ہوئی ہے۔ "ہے ہاتھ کو ہزار ہا چھوڑا ہوں کہ اس نے تیرا امن پلڑ
نرمیری طرف کھینچا ہے۔"

"مشتوی" میں ہے کہ ایک مسعودی نے عاشق سے کہا کہ تو نے بہت سے شہروں کی سیاحت کی
ہے، سب سے "مہاشہر کونسا ہے؟" عشق نے جواب دیا "میں میرا محبوب رہتا ہے"

گفت آن شہرے کہ دروے بہرست

افسوس ہوتا ہے کہ دعویٰ ہے محبت سولا اور عشق رسول کا اور نفل پہ کہ راز مکی سے معاذ اللہ
نفرت؟ محبوب رب العالمین آقا و جہاں پہنچنے کا ارشاد ہے

لا یؤمن احدکم حتی یشکون ہولہ نہا لہما حلیت بہ . (مشکوۃ)

دعویٰ محبت کا بل اعتبار نہیں ہے جب تک ایمان نہ ہو جائے کہ صاحب ایمان کی چاہ
(خواہش) میری تعلیم کے تابع نہ ہوئے۔

یعنی دل کی خواہش اور دل کا جذبہ بدعتی ہے جو آپ ﷺ کی "سیم اور آپ کی سنت ہے۔"

یاد ہزار شدہ دوا جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ میرا نہیں ہے، جو دوا سوروں کے طریقے پر چلے
وہ ہم میں سے نہیں ہے، جو میرے طریقے سے منہ پھیر لے وہ میری "ساعت میں سے نہیں ہے،
جس نے میری سنت پر پار کی اس پر میری شفاعت حرام ہے۔
سنت سے روگردانی خطرناک ہے:

ایک مرتبہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ حدیث بیان فرما رہے تھے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحب اللباء .

"حضور ﷺ کہہ کر کو پسند فرماتے تھے۔"

ایک شاعر غور زبوں افغا مگر میں تو پسند نہیں کرتا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے تلواری نکال کر کہا
توپ کرو نہ قتل کرو دل کا۔

مدینہ شریف میں ایک صاحبہ نسبت بزرگ کی زبان سے اتنی بات نکل گئی کہ شام یا

بندہ سنان کا وہی یہاں کے ہی سے اچھا ہے۔ آپ ﷺ نے خواب میں (یا عالم و قیام میں) فرمایا کہ ہمارے یہاں سے چلے جاؤ وہاں جا کر رہو جہاں نا اعلیٰ اچھا ہے۔

امام ربانی فرماتے ہیں کہ تمام مومن خداوند عالم کی پسند فرمودہ ہیں اور جو چیزیں خلاف سنت ہیں وہ شیطان کی پسند کردہ ہیں۔ (مکتوبات ۱: ۵۵)

آپ سوال کرتے ہیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ براہِ اسلام اخراجات کی ملامت اور لعن طعن سے گھبرا کر حق بات کو چھوڑنا، ابو طالب کا طریقہ ہے۔ آپ ﷺ نے ابو طالب کو بوقت مرگ کہا کہ چچا ایک دفعہ اللہ محمد رسول اللہ کہہ دو۔ ابو طالب نے جواب میں کہا:

اظهرت دینا فقد علمت سائے من عجزا ديان امره دوعبا
ولا اسلامه ابو حذر صبه نو حذرتي سمعا لذلک منيا

یعنی آپ ﷺ نے میرے سامنے ایمان پیش کیا ہے جس کو میں انیا کے تمام ادیان سے افضل سمجھتا ہوں اگر مجھے لوگوں کی ملامت اور لعن طعن کا ڈر نہ ہوتا تو آپ مجھے قبولیت حق میں جوں مرد پاتے۔

غلام یہ کہ لوگوں کی لعن طعن سے ڈر کر حق بات کو چھوڑ دینا ابو طالب کا طریقہ ہے اور سادگی دنیا کی ملامت کی چٹا کئے بغیر حق کو یکسر سے رکھنا عابد اسلام حضرت حفصہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ سطر میں تھے۔ آپ کے ہاتھ مبارک سے کھاتے کھاتے لقمہ گر گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو اٹھا کر صاف کر کے منہ میں ڈالنے لگے، کئی لوگ یہ دیکھ رہے تھے خادم نے پچکے سے کہا۔ حضرت ایمانہ بیچے، یہ کئی کرے ہوئے لقمہ کو اٹھا کر کھا لینا بہت برا جہنم میں اور ایسے لوگوں کو بغیر حقارت دیکھتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

أفرك سنة حبیبی للہولاء الحقائق۔

کیا میں ان بیوقوفوں کی وجہ سے اپنے حبیب ﷺ کی سنت چھوڑ دوں؟

یہ ہے ایمان، یہ ہے آپ ﷺ کے افضل الانبیاء ہونے اور آپ کی تعلیم کے مکمل ترین تعلیم ہونے پر احماد و خادمہ عجیبوں کی تہذیب سے مرعوب ہے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ اپنے حبیب پاک ﷺ کی تہذیب پر نازاں، ہر اس شخص کو حلق کہتے ہیں جو محبوب خدا ﷺ کو کامل مطمئن نہ سمجھے اور آپ کی تہذیب کا شیدائہ ہو۔ آپ ہذا اسی نہ منڈائیے۔ آپ ان نادانوں کی بات پر عمل کریں

لے کر آنا بکریوں کے ساتھ تھا لیکن اپنے عقیم شیچے کو ہدایت فرماتی ہے کہ ہم نے تم کو ان کے ایک خاص طریقہ پر لگا دیا ہے اسی طریقہ پر چلتے رہو اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔ (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۸۰)

ظالم ظلم سے باز نہ آئے تو کیا تدبیر کی جائے:

اپنے غصے کے متعلق قرآنی تعلیم یہ ہے کہ دونوں میں عداوت اور کدے اور اتقاق و باہمی محبت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اس میں اگر کامیابی نہ ہو اور ایک کو وہ ظلم و زیادتی پر اصرار ہے تو دوسرے مسلمان خاموش ہو کر قہر نہ دیکھیں بلکہ جس کی زیادتی ہو تو ہمارے مسلمان اس کا مقابلہ کریں۔ یہاں تک کہ ظالم مجبور ہو کر ظلم و زیادتی سے باز نہ آئے جب یہ باز نہ آئے تو بدلہ انصاف کے تقاضے کو سامنے رکھ کر ان دونوں میں صلح و صفائی اور میں غلبہ کرے۔

(سورہ بقرہ ص ۱۷۷)

اور حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا تمہیں تجاہل نہ ملے گی تاہم ظالموں کو اپنے ظلم سے باز نہ رکھو اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا تم امر بالمعروف کرتے رہو اور ظالموں کو ظلم سے روکتے رہو اور حق بات کی طرف بھیج کر لاتے رہو ورنہ تمہارے غلبہ بھی اسی طرح سبک کر دیے جائیں گے جس طرح ان لوگوں کے کہ دیے گئے اور اسی طرح تم پر بھی لعنت ہوگی جس طرح ان پر یعنی بنی اسرائیل پر ہوئی اور ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

انصر اعداءك ظالماً او مظلوماً .

تم اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم سوال کیا گیا یا رسول اللہ! مظلوم کی مدد تو کریں مگر ظالم کی مدد کس طرح کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روک دو۔ (بخاری، شریف: ۱/۲۳۶، باز: ۹۰)

اس زمانہ میں ظالم، ڈاکو، بدعاش، چور اور دیگر جرائم پیشہ افراد کو کھیلے عام جرم کرنے کی جرأت اس لیے بھی ہوتی ہے کہ ظالم کے خلاف آپس میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ بھروسہ بازار میں کسی کو قتل کر کے مال لے کر روانہ ہو جاتا ہے، لوگ قہر نہ بن بن کر دیکھتے رہتے ہیں۔ یہ اسلامی تعلیمات کے سر اسر خلاف ہے۔

بوسیدہ اور ارق کا حکم:

پراگندہ اور ارق یا بوسیدہ قرآن مجید کو دفن یا دریا برد کیا جائے یا کس طرح تیز دیکر اور ارق انگریزی اخبارات وغیرہ کی (جن میں بعض مواقع پر آیات اور انگریزی کتب یا اخبارات وغیرہ میں تصاویر بھی ہوتی ہیں) کس طرح تلف کیا جائے؟

قال في الحال المذكورة . المصحف إذا صار خفقا لا يقرأ به
و يخاف أن يضيع يجعل في حرفة طاهرة و يدفن و تفته لولم من
وضع موضعا يخاف أن يقع عليه النجاسة اهـ . (٦ / ٢١٦) وفيه .
المصحف إذا صار خفقا و فسد القراءة منه لا يحرق بالنار اشارة
للشيئاني الى هذا و به تأخذ اهـ .

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کو تو دفن کر دینا چاہیے طاعتاً تمکیناً جو سب سے باقی اور ارق جن میں قرآن کی آیت یا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا نام ہوا اس میں سے آیت، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا نام نکال لینا چاہیے ان کو دفن کر دیا جائے اور اور باقی کو جلادینا جائز ہے، مگر قرآن اور اللہ تعالیٰ کے نام کو اس طرح دفن کیا جائے جس طرح بظنی قبر میں مردہ کو رکھا جاتا ہے تاکہ اس پر ٹپ نہ پڑے۔

و يلاحظ له "لأنه" لو سن و دفن يحتج إلى اهالة التراب عليه وفي
ذلك نوع تحفیر الا إذا جعل موقه سقف بحيث لا يعمل التراب عليه
فهو حسن ايضاً كذا في ظن التراب اهـ . عالمگیریہ

(ماحوذ از اعداد الاحکام : ٢٩٤ / ٤)

کفار سے دوستی اور میل جول رکھنے کا حکم:

کفار سے معاملات بیچ و شراء اجارہ وغیرہ جائز اور ضرورت ظاہری میل جول میں بھی مضائقہ نہیں، باقی بلا ضرورت میل جول کرنا جائز نہیں اور رابطہ محبت و دوستی بھی جائز نہیں باقی معاملات ہر حال میں جائز ہیں۔

ہندوؤں کے تہوار کروہ کھانے کا حکم:

ہندوؤں کے اہم کی پٹی ہوئی، روٹی، اسی طرح مشائی اور تھی وغیرہ استعمال کرنا جائز ہے لیکن گوشت کھانا جائز نہیں، کیونکہ ان کا مذہب حرام ہے۔

جدید معاملات کے شرعی احکام جلد ثالث

بندہوں کی نیز دوسرے کفار کی دعوت قبول کرنا اس شرط سے جائز ہے۔ مرنے کے بعد کوئی حرام چیز شامل نہ ہو اور نہ کھانے کی مجلس ناچ گانا وغیرہ کی ہو۔

کدامی الدر المنثور والشمس من فحضر الاما حہ
پھر بھی بہتر یہی ہے کہ شرکت سے استراذ کرے، کفار و مشرکین کے ساتھ کھانے کے متعلق فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ کہیں اتفاق سے گھر جائے اور ضرورت سمجھے تو ساتھ نہیں مگر بلا ضرورت شریک عبادت یا عادت ڈال لینا جائز نہیں۔

لما فی العالم المغیریۃ : ان ابتلی المسلم مرة او مرتین فلا بأس به
واما الدوام علیہ عکسہ کذا فی المحيط . حدیث کتاب المکرمہ

(إعداد المحققین ص ۶۵-۶۱)

قادیانی جاسکیر یہ میں ہے کہ مسلمان ایک آدم مرتبہ کفار کی دعوت میں شرکت پر مجبور ہو جائے اور مجبورہ شرکت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن ہمیشہ اس کی عادت ڈالنا مکروہ ہے۔
کافر کی عبادت و تعزیت:

کافر کی عبادت جائز ہے اور جب مر جائے تو اس کے وارثوں کی تعزیت بھی جائز ہے مگر تعزیت اس مضمون سے کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بہتر بدلہ عطا فرمائے لیکن کافر کے جنازے کے ساتھ اس کے مرگھٹ تک جانا جائز نہیں کیونکہ اس میں دیدہ کافر کی تعظیم و تکریم ہے اور وہ مستحق تعظیم نہیں۔

نیز جتنا نہ کے ساتھ جانے کا ایک منہہ شفاعت کرنا بھی ہے اور ظاہر ہے کافر شفاعت کا اہل نہیں۔

قال فی العالم المغیریۃ : الباب الرابع عشر من المکرمہ ولا بأس
بعبادة لیهودی والمصرانی و فی المعنوی اختلاف کذا فی التہذیب
وبحور عبادة النبی کذا فی التبیین الی قوله وایذامات الکافر قال
لولودہ او قریۃ فی تعزیتہ اعلم اللہ علیک نعیر امہ واصفحت الی
اصحک بالاسلام الخ . (عالمگیری کشوری : ۱/۲۲۸)
ومصرح باہانۃ عبادة الکافر فی حناظر الشامی والدر المنثور

سنت خاتی فیصلہ عمل است۔ جس سے ایسا فیصلہ ملاحظہ آتی ہے:
 کہ جس نے قرب عید میں بعض عید نے حال عید نے قرب عید میں ہے نہ کہ

بہارِ شریعت: ۱/ ۵۹۷

قادیانی کی قہر و تحقیر اور اس کے علاج میں شرکت:

اس مسئلہ میں ایک سوال درج ذیل ہے:

سوال ۱۔ کسی قادیانی کی قہر و تحقیر میں: یہ دو سنت صحت لیے والے مسلمان کے حق میں یا غم ہے؟

- ۱۔ قادیانی کی شادی میں شرکت نہ کرنا اور اگر کرنا ہے؟
- ۲۔ حکومت قادیانی کی مسلمان کے لیے کسی ہے؟
- ۳۔ علماء دین کے فتویٰ کو غلط بتاتے والے اور توحید کرنے والے کے لیے کیا غم

ہے؟

۵۔ عزیز و اقارب دوست آشتی برادری کے بھائی اور مسلمانین قصبہ قادیانیوں
 سے ساتھ کیا نہ کریں تاکہ وہ عطا اللہ یا خوف نہ ہوں؟

۶۔ قادیانی کی شادی میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

جواب ۱۔ مرزا غلام احمد کے تمام پیروں کو کسی پارٹی کے ہوں۔ مسودہ اسلام کے اتفاق
 سے کافر و مرتد ہیں ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا یا شریک ہونا ہرگز جائز نہیں اور جو کوئی مسلمان
 شریعت پر عمل نہ کرے وہ کفار ہے تو پکڑ کر لے جائیے۔

۲۔ یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ اس سے لوگ ان کو مسلمان سمجھتے گئے ہیں اور ان کو اپنی
 گمراہی پھیلانے کا موقع ملے گا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعْبُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِی مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِینَ﴾

۵۔ محبہ: ایسی الذہن ظالموا فتمسکوا النار

۳۔ ہرگز نہ کوئی چاہیے بالخصوص ذبح ان کا بالکل حرام ہے اس سے پرہیز ضروری

ہے۔

۵۔ ایسا محض سخت منہ بکار ہے بلکہ اندیشہ کفر ہے تو پکڑ کر لے جائیے۔

صریح یہی تصدیق انکسار میں جامعہ تصدیق ہے۔
 ۵۔ مسئلہ نر کو قادیانوں سے کسی قسم کا تعلق نہ ہو شادی وغنی وغیرہ میں نہ ہو۔
 چاہے اگرچہ شادی وغیرہ ہو۔ فرقہ اسلام کے قطع کر کے اسے نہ ہو۔ شادی وغیرہ سے کوئی چیز نہیں۔

۶۔ قادیانی مرد یا عورت کا کسی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ نہ عورت اور نہ مرد کا نکاح کسی سے منع نہیں ہو سکتا۔

۷۔ اہل حق فی القدر المحتار۔ ولا یصلح ان یتکبح مرئیہ او مریدہ احدہما

من غلام مطلق (مباح و ابدانہ المعتبر) ج ۱ ص ۱۳۳

قادیانیوں سے اشتراط:

مرزائیوں کے دونوں فریق قادیانی اور بدوی یا یحییٰ مرتہ خاندان عن اسلام ہیں یا نہیں؟ اور
 ہیں تو مرتہ کا کیا حکم ہے؟ مرتہ بین کے ساتھ اشتراط ویرتاؤ کرنا جو ہم کو ان کی باتیں سننا، جیسوں میں
 شریک ہونا سے منکرت کرنا ان کی شادی وغنی میں شریک ہونا ان کے ساتھ ما اچھا، جھارتی
 تعلقات قائم رکھنا، ان کو طلاق نہ رکھنا یہ مورد جائز ہیں یا نہیں؟ تو ان کا حکم یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کا
 کافر مرتہ ہونا اور اس کے اقوال و کلمات غیر محصورہ کا غیر متحمل التاویل ہونا الخیر من انفس ہو چکا
 ہے اور اسی لیے مجبور طلاق است ان کی بغیر پر تحقیق ہیں اس کی مسلسل تحقیق کرنا بہتر مستقل
 رسائی شش اشہ لفظ یہ معنی ہونا ہر تفسیر اس صاحب اور اس کے تفسیر میں مسکنہ
 اصح معنی ہونا کچھ سوال صاحب اور مطلوبہ وقت طوے بتدویر اور تلافی دینی جس میں
 طبع ہوا ہے نہ کہ تفسیر و اختراع تفسیر ہیں۔ مانتا ہوں اس کا بار۔

چہرہ ہوا میں سے دونوں فریق قادیانی اور بدوی اتنی بات پائے ہیں کہ وہ بھی وہی
 مسلمان بلکہ مجدد و مجدد اور مسیح موعود تھا اور ظاہر ہے کہ یہی کافر مرتہ سے تعلق بعد اس وقت کہ
 معلوم ہو جانے کے اپنا عقیدہ رکھنا خود کفر ارتداد ہے۔ اسے بلاشبہ دونوں فریق کافر مرتہ ہیں
 اور اب تو لاہور میں نے جو تحریف قرآن اور احکام ضروریات دین کا خاص طور پر ہونا تھا ہے اس
 کے سبب اب وہ اپنے کفر و ارتداد میں مرزا صاحب کے حامی ہونے سے مستغنی ہو کر خود ہنر و
 ارتداد کے طریقہ وار ہیں اس لیے دونوں فرقوں سے عام مسلمانوں کا اشتراط اور ان کی باتیں سننا،

جسوں میں شریف سنا یا ان کو چلتے میں شریک کرنا، شادی و نفی اور کھانے پینے میں ان کو شریک کرنا سخت گناہ ہے اور نہ کھت قطعاً حرام ہے اور جو کچھ چڑھ بھی لیا جائے تو نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر انعقاد نکاح کے بعد مرد نفی ہو جائے تو نکاح فوراً نسخ ہو جاتا ہے البتہ تیار دینی تعلقات اور ملازمت میں۔ ہنایا ملازم رکھنا تنہا صورتوں میں چڑھ ہے۔ بعض میں وہ بھی ناجائز ہے اس لیے بلا ضرورت شدید اس سے بھی احتراز ضروری ہے۔ (مسودہ: مداد العقیقین: ص ۱۰۶)

قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ تحریمی ہے:

قبلہ کی طرف پیشاب پانا مکروہ تحریمی ہے۔ درمیان میں ہے:
و یسکرہ تحریماً استنبال الغبۃ بالغفرح و کذا استدہارھا فی الاصح اسی ان نزل کما کرہ مدر حلیہ فی نوہ أو غیرہ البھا۔ ای عمدا لانہ لاء ذلاد الخ۔

البتہ قبلہ کی طرف پشت کرنے میں کوئی مرجع نہیں۔ (مداد العقیقین: ص ۱۳۵)

پیشگی کو مارنا ثواب ہے:

پیشگی اور گرگشت دونوں کا مارنا باعث اجر و ثواب ہے احادیث میں "درغ" کا حفظ ہے جو دونوں کو شامل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کے مارنے پر اجر ثواب کی جہد یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ آتش سرخہ و میں پھونک، رگڑاں کو تیز کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ضرر پہنچانے میں تعاون کر رہی تھی۔

عن ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسلم امر بقتل الوریع و قتل و کان یضغ علی ابراہیم علیہ السلام

(بخاری: ۴۷۴/۱)

ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رگڑت و پیشگی قتل کرنے کا حکم فرمایا ہے کیونکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی آگ سے تیز کرتے تھے بے پھر تک مار رہا تھا۔

وعن امی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان
فسر وزعاصی لولہ۔ بۃ کتبت نہ مانعۃ حسنة وفي الثابة دون ذلك
وفي الثابة دون ذلك. (مسلم: ۲۳۶/۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے پھچکی کو ایک مرتبہ میں قتل کر دیا اس کو سو عیاں میں مٹی اور جس نے دوسرے مرتبہ میں مارا اس کو بھی ثواب ملے گا اور جس نے تین مرتبہ میں قتل کیا اس کو بھی ثواب ملے گا۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قتل وزغۃ بصریۃ الاولی کأنہ لہ کذا وکذا حۃ فکان قتلہا فی البصرۃ الثانیۃ کأنہ لہ کذا کذا حۃ وھو الذاب عن ابن مسعود وام ثریث وحایت ابی ہریرۃ حذیث حسن صحیح .

(ترمذی، ۱۰۷۳۲)

قال الإمام الغزطلی رحمہ اللہ تعالیٰ : وقال کعب وقتادۃ والزھری ولم یسئ ومتذابہ الا اقلۃ مات عنہ الا الورع ولانہا کانت تسمع علیہ فذلک امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقتلہا علیہ فذلک امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقتلہا ومساہمہ

(الجامع للاحكام لقراۃ ۳۰، ۲۱۱، ماحود اور حسن الفتاویٰ ۸۷/۸۰ مع اضافہ)

قتل خاتن میں پیشاب کرنا:

قتل خانہ میں پیشاب کرنا کیسا ہے؟ جبکہ فرش پختہ ہو، پیشاب کر کے اس پر پانی بہا جائے تو اس کا حکم یہ ہے کہ فی نفسہ اس طرح پیشاب کرنا جائز تو ہے مگر اگر از بہتر ہے کیونکہ اس سے اس کا دل پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

فماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یبول احدکم فی مستحمہ لم یغتسل او یتوضاء فیہ ہان تعامۃ لو سلسوس مہ

(ماحود اور حسن الفتاویٰ مع اضافہ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی قتل خانے میں پیشاب نہ کرے بھرا

میں قتل یا وضو کرے کیونکہ عام طور پر اس سے دوسرا پیدا ہوتا ہے۔

انکیشن کے ذریعہ جانوروں کو حلالہ کروانے کا حکم:

معنوی طریقہ سے انکیشن وغیرہ کے ذریعہ گائے، بھینس وغیرہ کو حلالہ کرنے میں شرعاً کوئی

تجارت کے لیے شہر کا نام ہے اور یہ جانور S اور دور کو کہتے ہیں شہر کا نام ہے۔

مختصی کے موقع پر لڑکی والوں کی طرف سے دعوت:

ان لوگوں کی طرف سے جو دعوتِ اہل حق کے موقع پر کی جاتی ہے، انہیں اس کو ملت سمجھ کر لے لیا جائے تو یہ بہت اور بدعت سے اور زیادہ بے اثر ہے۔ اور انہی دعوت میں شریعت کرنا بھی اور ملت نہیں۔ اور ملت تو نہ تھی نہ ہے۔ لیکن دعوت کرنے والے کو ضروری اور لازمی سمجھ جائے تب بھی یہ دعوت مولودِ نور کا حق ہے۔

وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے لیے جو مہمان قریب ترین عمر، اقرباء اور قصہ میں، جناب بیع
وہ ان کے لیے حد کیا ہے اور وہ کیا ہے؟ یہ مہمان نوازی میں داخل ہے۔

[illegible]

ولیمہ کا مستحق وقت:

• حضرت زینبؓ نے مسلمانوں کو قتلے بارے میں مختلف باتیں دیں۔

- | | |
|----------------------|----------------------------|
| ۱۔ حقہ نکالنے کے وقت | ۲۔ عقد نکاح کے بعد |
| ۳۔ نکاح کے بعد | ۴۔ نکاح سے ملے کر زانیہ تک |
- اب یہ تیسری قسم زانیہ کے بعد کرنے کا ہے۔

(راجہ جیل الاوضار : ۲۰، ص ۳۵، ماہ ۴ / ۱۹۷۹ء)

رسم نمودن کاظم:

[illegible]

ان میں سے جن کو یہ پانچ تو نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ قرض ہے کیونکہ جب اس امر ادا نہ ہو

نے ہم سے دینے والے کی باری آئی ہے تو اس کی آمد بھی وہی لوگ کرتے ہیں جن کی آمد پہلے یہ کر چکا ہے۔ ہذا میں کہہ رہی ہوں اس سے زیادہ دیر یہ کوہِ نازی بھی چاہے تو غارت ہو جائے یہ قرعہ ہے۔ جب یہ قرعہ ادا ہو گا تو اپنے ساتھ و بھرتے حیدر قرعہ بھی لڑا۔ اس طرح یہ قرعہ ایک طرح کا قطع لائے والے کی کیا اور یہ سوئی ایک صورت ہے یہ وہاں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں قرآن کریم کی اس آیت ﴿وَمَا نَسِبُوا إِلَهُكَ إِلَّا جَرَبًا﴾ میں سورہ النساں 134 کی تفسیر کرتے ہوئے اس کو سودی ایک صورت قرار دیا ہے۔

(معارف القرآن: 1/238) (روح المعانی: 1/201)
 اس مذکورہ بالا تفصیل پر مفسرین کے اقوال فقہاء کرام کی مہر اٹھاتی ہے و آثار کی تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ یہ لیکن دین قرعہ ہے اس پر لٹنے کی زیادتی سوائے ایک صورت ہے ہذا یہ رسم ناجائز اور حرام ہے۔

تمام لوگوں کو اس رسم سے بچنا واجب ہے و کسی کے مدافعت کی رقم باقی ہو تو ان پر ضروری ہے کہ وہ فوراً اس رقم کو ادا کریں اور اگر خود کسی سے لیجی ہے تو اگر وصول کرتا ہے تو وصول کر لیں و نہ معاف کر دے و نہ دوس سے بھتا ب کرے۔

التفاخر بالنسب

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی ایک تحریر میں خدمت ہے
 ذناک افریت خداوند پاک تو اسے بلند و بالا کی کن چو خاک
 تفاخر بالنسب کا سب سے زیادہ چرچا عرب جاہلیت میں رہا جس کو اسلام نے آ کر مٹایا۔
 پھر قرونِ مابعد میں مسلمانوں میں وہ بارہ یہ بل بیٹھ اٹھی۔ لیکن یہ ایک ایسی چیز ہے کہ جس کو اعتقاد سب ہی پر اجائے ہیں خواہ غفلت کی وجہ سے جتنا ہو جائیں اس لیے اس بحث میں زیادہ تفصیل کی حاجت نہیں۔ چندا حدیث اور اقوالِ مقلد کو بطور تذکرہ و نصیحت ذکر کر دینا کافی ہے۔
 ارشاد نبوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فقیر نے فتح مکہ کے روز طواف سے غارِ نبویؐ کے بعد ایک خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا

”اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے آخرت میں محبوب ہدایت اور غم اور غمہ کو دور فرمایا۔“

(اب) انسان کی (مصدقہ) شہادتیں ہیں، ایک نیک فعل اور دوسرے نیک عزت و عبادت ہے اور دوسرا فاسق و فاجر اور وہ اللہ نے نیک و نیک سے ہے۔

(الغرض) اور عزت و العزت اللہ کے نزدیک تقویٰ و عمل صالح ہے، نیک و نیک نہیں) سب آری معصرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور یہ ہدیہ اسلام کہو اللہ تعالیٰ نے کسی سے پیدا فرمایا اس نے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ مِمَّا فِي بُيُوتِكُمْ ۖ وَلَا تَخْرُجُوا فِيهَا بِكُمبَالٍ إِنَّكُمْ مَخْرُجِينَ مِنْهَا وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

وَقَبَائِلُ لَتَعَارَفُوا ۚ إِنَّكُمْ مَعَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَنْفَاكُمْ ۝

یہ حدیث ترمذی اور ترمذی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے۔ (ترغیب روح المعانی ۱۳۸/۳) معصرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جب الوداع میں ایام تشریق کے درمیان ایک خطبہ دیا جس کے بعض کلمات یہ تھے

”اے لوگو! تمہارا مالک پروردگار ایک ہے، اسی عربی کو تمہی پر یا عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور تمہیں کا لے لوگوں سے پرہیز کرو۔ کوہ لے پر مگر تقویٰ کے ساتھ۔“

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ مِمَّا فِي بُيُوتِكُمْ ۖ وَلَا تَخْرُجُوا فِيهَا بِكُمبَالٍ إِنَّكُمْ مَخْرُجُونَ مِنْهَا وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

پھر جہل میں سے خطاب کر کے کہہ دیا کہ میں نے ختم خداوندی اچھی طرح پہنچا دیا نہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تو جہل میں یہ نصاب غائبین تک پہنچا دیں۔

(بیہقی - اس مردودہ روح ۱۶۸/۹)

معصرت مذکورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

”تم سب قوم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے، جو قوم ہو جائے گا سچے آباد و اجداد پر فخر کرنے سے باز آجائے ورنہ اللہ کے نزدیک وہ ناست کے کبروں سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائیں گے۔ (رداء ابو داؤد فی سننہ دروہ ۱۳۹)

فخریہ الانساب پر آنحضرت ﷺ کی حبیبیہ اور ابو ذر غفاریؓ کا قابل تقلید عمل:

معصرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کے ساتھ کسی معاملہ میں ”خکوہ“ ہوئی اور ان کی زبان سے نکل گیا ”یا ابن السوء“ آنحضرت ﷺ نے من یا قفر! یا

بَا اَبَا نَر طَف الصَّاحِبُ الصَّاحِبُ نَسَبُ لَامٍ اَبْنَاءُ عَمِي اَبِی

مسودہ، فصلی۔

اے ابو ذر! تم سب ایک ہی پوتہ کے ناپ ہوئے (برابر ہوئے) سو، یعنی ایک ہی باپ کی اولاد ہو سکتی ہے کوکالے پر کوئی فضیلت نہیں۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی کہاں تاپ لائے تھے کہ ان کی کوئی حرمت سرور عالم ﷺ کے خلاف مزاج واقع ہو، واللہ اعلم بحکامہ کا زبان مبارک سے سنئے تھا کہ فوراً زمین پر پڑ گئے اور اس شخص سے جس کے متعلق نامہ الاموال نکل گئے تھے، عرض کیا کہ کھڑے ہو کر میرے چہرے پر ہجرت رکھو۔ یہ واقعہ احیاء العلوم میں مذکور ہے اور تاریخ طبری میں بحوالہ مسند احمد اس کی تائید کی گئی ہے۔ (احیاء العلوم ۳۰۳، ۳۰۴)

حسب و نسب پر فخر و غرور، دوسروں کی تحقیر کے متعلق حدیث تفسیر اور اخلاق و غیر مختلف نکتوں اسلام کی کتابوں میں مذمتوں اور تحائف کا مسلسل تذکرہ کیا گیا ہے اور بلاشبہ وہ شخص جو کوئی ذاتی کمال نہیں رکھتا محض شرافت نسب پر فخر کرتا ہے اس کی مثال ٹھیک ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی مردہ کے حلق میں فیروزہ مراد دید و مال دے یا کسی سڑے ہوئے مردہ کی گردن میں گران قدر جواہرات کا ہار لٹکا دے تو اس سے نہ مردہ میں کوئی قوت پیدا ہوگی اور نہ سڑے ہوئے مردہ میں کوئی فہمت۔

یہ مثال اس جگہ اس لیے بھی زیادہ چسپاں اور صحیح ہوگی کہ جس طرح مردہ بے جان میں خیر و مردار پیدا اور عقدہ جوہرات کے بے سود اور بے کار ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ چیزیں بالکل بیکار ہوں اسی طرح اس جگہ بد اعمالی اور بد اخلاقی کے ساتھ شرافت نسب کے بیکار ہونے کا نہ ہونے سے بھی شرافت نسب کا مطلقاً غیر مفید و بیکار ہونا لازم نہیں آتا بلکہ مفہوم ہوتا ہے کہ شرافت نسب ایک نعمت نسب ہے مگر اس کے مفید ہونے کے لیے اپنے ذاتی اعمال و احوال کا کافی اخلہ درست ہونا شرط ہے۔

اس لیے جس شخص کو نہ ذاتی شرافت نسب کی نعمت و مفید مانے اس کو نہ نسبت دوسروں کے اور بھی زیادہ سلیقہ اعمال و اخلاق کی طرف توجہ کرنی چاہیے کیونکہ اول تو اس نعمت کا اعتناء اور فکریہ یہی ہے۔ دوسرے بزرگوں کی معرفت نسبت جتنی زیادہ ہے اتنی ہی اس کی ذمہ داریاں زیادہ

ہیں اور انہیں جہت کی بنا پر جتنے تک سے بدنامی کے باعث منع ہے انہیں۔

الانتساب الی غیر الانساب:

بعدیہ انتساب میں دوسری بے مقصدی یہ ہے کہ بعض لوگ اپنا نسب اپنی بیوی کے چچا سے لے کر دوسرے انتساب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

ایک قوم میں سرگرم ہے کہ اپنے آپ کو اندری کا بہت ترستے اور اپنا نسب انصار سے جو ملائے تو دوسری قوم کے رہنے کے واسطے آپ کو قریش میں داخل کر دے۔ تیسری یہ چاہتی ہے کہ راجہ بن کر عرب میں داخل ہو جائے تو لی اس گھر میں ہے کہ اپنے آپ کو گھٹا صدیقی یا درونی و گھٹا ملوکی ظاہر کرے تو کوئی سید بننے کے واسطے ہے۔

درختہ میں کا تسمیر و غرور ہے جو فی نفسہ بھی گناہ و گمراہی ہے اور اس کی وجہ سے یہ نسب بدناما مستقل دوسرا کبیر و ثناء ہے اور نہایت سچو صریح میں اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں میں سے بعض کے ترجمے ذیل میں درج ہیں

حضرت سعد بن ابی وقاص اور ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

میں انہیں نہیں غیر ابہ و هو یدعم نہ غیر ابہ فالخفة علیہ حرام۔

(روایت بخاری از مسند و سو داؤد ابی داؤد ابن ماجہ ترمذی و مرسل ۱۰۷۰۰)

جو شخص اپنے آپ کو اپنے چچا کے سوا کسی اور کی طرف منسوب کرے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ سب راہیہ نہیں تو اس پر جہت حرام ہے۔

اور ان مضمون کی ایک حدیث بخاری و مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور حضرت علی کریم اللہ و جہد نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ سے پاس سوائے اس کتاب اللہ کے اور کوئی نیا قرآن نہیں جس کو ہم پڑھتے ہوں، البتہ رسول اللہ ﷺ کا ایک و انامہ ہے جس میں چند احکام مذکور ہیں جس کو ہم اس میں بخلاف دوسرے احکام کے ایک یہ بھی تھا

و من ادعی انہ غیر ابہ او نسبی الی غیرہ لہ لعنہ بعدہ اللہ

اور جو کہ کسی کے نسب یا نسب الی غیرہ سے دوسرے کو منسوب کرے وہ لعنہ بعدہ اللہ

میں ہے۔

(۱۰) (مشکوٰۃ: ج ۱، صفحہ ۱۷۱) (نہج: ۱۸۴)۔
 جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے یا آزاد کرے، وہ کام اپنے نسب کو اپنے آقا کے قبیلہ کے سوا اور قبیلہ کی طرف نسبت کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ ان سے اس کا فرض قبولی فرماتے لگاتے ہیں۔
 اور اس مضمون کی مدد سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابوہریرہؓ میں اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مشہد احمد، ابن ماجہ وغیرہ میں بھی مروی ہے۔

حضرت عمر بن شعیب رضی اللہ عنہ کی اپنے دادا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”انسان کے لئے سب سے اچھے یہی کافی ہے کہ وہ کسی نسب سے تہری کرے اور چھوڑ دے، ہوائی ہو یا براہ راست، ایسے نسب کا دعویٰ کرے جس میں اس کا ہونا معروف نہیں، اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ (ازد غیب: ۸۸/۳)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف منسوب کرے وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ حالانکہ اس کی خوشبو سوسوں کی مسافت سے محسوس ہوتی ہے۔ (مسند احمد، ابن ماجہ از غیب: ۸۸/۳)
 حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مرد عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

من ادعی نسباً لا یعرف کفر باللہ لو انشع من سب وان دف

کفر باللہ۔ (رواہ النظری الاوسط از غیب: ۸۹/۳)

جو شخص کسی ایسے نسب کا دعویٰ کرے جو اس کے لیے معروف نہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ کا کفر کیا (یعنی نافرمانی کی) یا کسی نسب سے تہری کی اگرچہ واقعی نسب ہو تو اس نے اللہ تعالیٰ کا کفر کیا۔
 احادیث مذکورہ کی اس قدر سخت وعیدوں کے سننے اور سمجھنے کے بعد بھی کیا کوئی مسلمان نسب بدلنے اور خلاف واقع طے کر کے پر جرات کرے گا؟

بزرگوار کوئی آپذروئے اعتقاد! ایں ہر ہا کروں درین و میرداشتن

بعض نسب بدلنے والوں کا عذر لنگ:

کہہ جاتا ہے کہ پھر اپنے والدین کا نام جو تجارت عرف میں جو ہے یہ نام مستحکم و مکرم ہے

کیونکہ یہ لفظ دراصل سنسکرت زبان کا ہے جس کے معنی ظالم کے ہیں اور یہ سب ناموں کے رکھنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے۔ اس لیے ہم اپنے کو بجائے جولابا کے انصاری کہتے ہیں اور جب ممانعت یہ ہے کہ پیشہ حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بھی یہی تھا۔ الغرض ہم اپنے کو انصاری بہ حیثیت نسب نہیں کہتے بلکہ بہ حیثیت پیشہ کہتے ہیں۔

لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا یہ غلط ہے کہ جولابا کے معنی اردو میں مسنگر و مکر وہ ہیں کیونکہ اصل لفظ چاہے سنسکرت کا ہو یا کسی اور زبان کا اور معنی ظالم کے ہوں یا کچھ اور لیکن اس کا اس کا مضموم اس سے زیادہ نہیں کہ گھرا بجھے والے کو جولابا کہتے ہیں اور ماسوں کے مکر وہ و مسنگر ہونے کا اعتبار اس زبان کے اعتبار سے ہونا چاہیے جس زبان کا لفظ کچھ مکر و استعمال کیا جاتا ہو۔ اس لیے اردو زبان میں یہ لفظ کوئی مکر وہ لفظ نہیں خواہ سنسکرت میں اس کے معنی اتنے ہی قبیح ہوں۔ علاوہ ازیں اگر ہمیں باعوضتہ تو کوئی اور نام دے دیں یا باندہ و فیرہ رکھ لیتے۔ لفظ انب دی جو ایک خاص خدا ان کے لیے بولا جاتا ہے اور اس معنی میں شہرت پا چکا ہے اس کو اپنا لقب قرار دینا عرف عام کے لحاظ سے اس کی نسب کا مذہبی جتنا ہے۔

اور احادیث صحیحہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ غیر نسب کی طرف بچے کو منسوب کرنا سخت حرام اور وعید شدید کا موجب ہے اور اگر بالفرض کسی کی نیت اوہانے نسب کی نہ ہو بلکہ محض پیشہ کے لحاظ سے نسبت کرنا قصود ہو تو کم از کم لباس اور مخالطہ سے خالی نہیں۔

جیسے کوئی نبی اور رسول اپنے آپ کو کہتے تھے اور معنی یہ مراد لے کر جس خیر اپنے والا قاصد ہوں تو شرعاً اس معنی سے بھی اپنا لقب نبی اور رسول رکھنا حرام ہے۔ کیونکہ القہس کا موجب ہے۔

ن سب باتوں کو چھوڑ کر یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ مشاہد ان نسبتوں کے تقرر اور القاب کے اور رد و بدل کا دعویٰ ایک مرض لا علاج شخص تکبر و تعلیٰ ہے جو خود حرام اور ناجائز ہے۔

اور جو اس کے بعد بھی عزت فانیہ موزوں پر عزت ابدیہ یاقینہ کو قربان کرے وہ مسکین کا دل ریم ہے۔ اس کی عقل و دانش پر غرور کرنی چاہیے کہ کس شاعر گراں مایہ کو اس قدر سستا دے دیا۔

میں تو سمجھتا تھا کہ میں کا کہہ نہ ہوا عزت کا دین کے بدلہ میں ملتی تھی تو سستی کیا تھی اور تجربہ تو یہ ہے کہ اس طرز سے عزت فانیہ بعد یہ بھی حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس قسم کے لوگ اور بھی زیادہ نظروں سے گزر جاتے ہیں۔

مذہب کے ائمہ و دانش ورین نے اس سلسلہ میں کئی کئی محنتیں کیں اور ان کے ہمدردوں نے ان کے مقاصد میں مدد کی۔ ان کے پیروں نے ان کے مقاصد میں مدد کی۔ ان کے پیروں نے ان کے مقاصد میں مدد کی۔

زمین شرم چہ شہ، آجہاں شرم چہ نہ
 گنیم خلق تہہ و برس شرم چہ نہ
 کچھ دلف دریں گلستان قرارے نہ
 تاں بر باد تہی باغوں شرم چہ نہ
 اریہ بات آنکھوں نے، مٹے آہتی ہے لہ
 سب آئیں وہی نہ پانچ ہے عزت وہی عزت
 چہ وہ دہ راجی میں سرخ و سرے اور وہ
 نے وہ عزت ذات روحانی فی مروت
 ورمات نمود

-۷-

* * * * *

انگریزی: *خفیہ*

کہ وہ عزت ہے کہ اپنی ترقی گفتار میں چلے۔ نہ کہ اس میں ہے کہ اپنے ترقی دل میں چلے۔
 ﴿يَسْخَرُونَ مِنْهُمْ لَعْنُهُمْ أَلَا يُرْءَوْنَ أَنَّهُمْ مُخْزَوْنَ﴾

کیا وہ نوجوانوں کے پاس عزت و محبت دیتے ہیں بے شک عزت تو تمام اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے۔

حقیقی عزت و ذلت نسب کے تابع نہیں:

اور ان کی شخصیات کو یہی مقصود ہو کہ دوسروں پر نفسیت، فوقیت بر صلی کر کے تو ان کی بھی یہ صورت نہیں کہ اپنا مصلحتی سبب چھوڑ کر دوسرے انسان کے مسعد میں اپنے آپ کو داخل کرتے چھرے اور ان کی کوتاہی میں رہے کہ عید قرآن کا جہان کے کوئی ایسا بچہ نہ ملے جس کا سر میں ایسا نام نہ ہو جس سے اسے جیسے آج کل بہت سے لوگوں کو یا پھلا پھیرا گیا ہے۔

یہ حق و یقین مجھے اور قرآن نے منع نہ کئے کوئی انصاری جتنا ہے کوئی قریشی اور کوئی رومی بلکہ عزت و تقویٰ کی چیز ہم اور حسن اخلاق اور اعلا مقام علم میں ہمیشہ امت کا ہوا۔ یہی رہے ہیں۔

حضرت پیراں ہٹی دھن اللہ عزراے انا میں تشریف لے آئیں تو اس مئی شہری حالت اور بے پروائی کے زمانہ میں بھی یقین ہے کہ جب سے عزت و بلندی تک نہ کھنے والے ویسے

اچھے نسب کے لوگ ان سے بیوہ کو اپنا خیر سمجھیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے یہ بیوہ نہ شادی کی اور فی نسب کے لوگوں کے آگے نہ بھکاری۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس نے بیوہ کو اپنے بارے میں رشید اور ان کے دونوں بھائیوں کے بارے میں اور عموں کا رگھنی سے کر دھڑت نام لکھ کر ان میں رحمہ اللہ کے ارادے پر آتے تھے اور یہی وہ تاج سلطنت ہے کہ جس سے نہ ہونے والے اپنے کے بہت سے امور پادشاهی کے ہاتھ میں کاسر کھائی اور پایا۔

(مستدرک حرمہ ج ۱ ص ۱۰۰، ۱۰۱)

لے پالک کا حکم:

بعض لوگ شہداء بھی، جو اولاد کی نعمت سے محروم ہوتے ہیں اب وادار کے خوف میں کسی دوسرے سے بچنے کو دیتے ہیں ان میں شرعی لحاظ سے غی غرائب سے بچنے آتی ہیں مثلاً ایک اہم مسئلہ ان کے نسب جان کرنے کا ہے تعلیم کے سلسلہ میں مختلف سرکاری کتبوں میں حاصل کیا گیا ہو، گود اپنے والے کا، منگھوایا جاتا ہے حالانکہ غیر باپ کی طرف نسبت کا بڑا گناہ ہوتا اور پرندہ گور ہو چکا ہے نیز انما لک کے سفر کی ضرورت پیش آئے تو یہ سہولت سمیت بہت سی جگہوں میں بھونٹی نسبت تصدیق پاتی ہے۔

شرعی کے موقع پر باپ کے بچے کو دینے والے کا نام کچھ کر بھونٹی نسبت کی جاتی ہے۔ تاہم اگر وہ بڑی گود لینے والے کے لیے انجینی ہو تو نواسی کے بعد اس سے اور اس کے دیگر رشتہ دار اس سے پردہ کرے فرض ہو جائے گا اور اس پر عمل بہت مشکل سے ہو پائے گا۔

اور اگر لڑکا ہو اور اس کی بیوی کا غیر محرم ہو گا تو بوط کے ساتھ اس کی بیوی سے پردہ فرض ہو جائے گا، اس پر عمل بھی مشکل ہوگا۔

تو گود دینے کا عمل اگرچہ فی نسب جائز ہے لیکن ان خرابیوں کے پیش نظر احتیاط بہر حال اولیٰ ہے اگر کسی نے گود یہ تین خرابیوں سے بچنا لازمی و ضروری ہے۔

غضاب کا حکم:

یاد رکھیں کہ سوا دوسرے لوگوں کا غضب علماء مجتہدین کے نزدیک جائز بلکہ مستحب ہے ورنہ غضب کا نفسی غلام کا یا کچھ یا تو مالک جس میں قسم شامل کیا جاتا ہے مسنون ہے۔ غضب نہیں کر سکتے ہیں اسے جسور محمد شین کے نزدیک ایسا غضب استعمال کرنا عارت ہے، صحیح بخاری میں عثمان

ان میں اختلاف مذہب سے مراد یہ ہے کہ کرام سر نہیں اٹھاتے پس کئے تو انہوں نے ہمارے لیے یہی کریم پیغمبر کا موعے مبارک نکالا۔ دیکھا تو وہ جتنا، تم نے غضاب کیا یہ اتنا۔

(رواہ احمد، ۱۰۰۲۰۰)

اسی طرح جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بِرَأْسِهِ مَا عَصَى بِهِ الْعَبْدُ - الْحَمْدُ وَالْكَلِمَةُ

(رواہ احمد، ۱۰۰۲۰۰)

انجریں زلف میں سے سفید بالوں کی سفیدی تبدیل کی ہوئے مہندی اور سر ہیں۔

سیاہ غضاب کا حکم:

سوال: سیاہ غضاب کا کیا حکم ہے؟

جواب: سیاہ غضاب کا استعمال خواتین میں برقرار ہے۔ کرام میں چنانچہ صحیح احادیث میں سفید بالوں کے تبدیل کے لیے حناء (مہندی) اور کمر (دھوا) استعمال کرنے کی ترغیب اور قاضی سیہ رنگ استعمال کرنے پر بہت سخت وعیدیں آئی ہیں۔ چنانچہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر زمانہ میں بیکھ لوگ آئیں گے جو کہوڑوں کے پٹوں کی طرح سیاہ رنگ کا غضاب کریں گے یہ جنت سے اتنے دور رکھے جائیں گے کہ اس کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیں گے۔

(ابو داؤد، سنن احمد)

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرَّةً عَامَةً أَنَّ غَضَبَ مَسْوَدٍ

اللَّهُ وَجْهَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ہو سیاہ غضاب استعمال کرنے کا اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا چہرہ سیاہ کر دیں گے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَتَحَ مَكَّةَ وَرَأَسَهُ كَمَا تَشْفَاهُ ، فَعَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَبْرَ وَهْدٍ خَشْيَةٍ وَاجْتَنَابِ السَّوَادِ (مسلم، ابو داؤد، نسائی،

احمد)

یعنی فتح مکہ کے روز حضرت ابوقحیف رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے گئے ان کے اور ازمنہ کے ہاں تمنا رکھنا اس کی طرف سفید تھو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ان کی سفیدی کسی

حج سے تبدیل کر دینا سیاہ رنگ سے اجتناب برتو۔

يستحب للرجل عصابة حمراء ولحمه لبيح بوانه وبكره

بالمواد. (الفتاوى المحترقة على هامش روضة المحتار : ٦/٤٢٦)

(یعنی مرد کے لیے سر اور داڑھی پر خضاب کرنا مستحب ہے مگر سیاہ رنگ کا خضاب مکروہ و تحریمی

ہے)

حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سر اور داڑھی میں سیاہ خضاب لگانا اور اسے شرعاً حرام ہے۔ کیونکہ کھانا جڑیا اس پر وعید آئی ہے۔

حضرت مفتی عبدالرحیم لاہوری رحمہ اللہ کا فتویٰ:

سوال: سر کے بال جوانی میں سفید ہو جائیں تو یہ خضاب لگانا کیا ہے؟

جواب: سیاہ خضاب لگانا سخت گناہ ہے، عادت میں اس پر وعید آتی ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ : ٦/٢٩)

جدید میز گلر کا حکم:

آج کل میز گلر کے نام سے جو مندی کا رنگ تروا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ جو میز گلر بالوں کو خالص سیاہ کر دیں نہ صرف مکروہ و تحریمی ہے بلکہ بڑے حدیث باعث لعنت اور جنت سے محرومی کا سبب بھی ہے۔ البتہ جو میز گلر بالوں کو خالص سیاہ نہیں کرتے بلکہ سیاہی بال پر فح کر تے ہیں ان کا استعمال بلا کراہت جائز ہے۔

واضح رہے کہ یہ اس میز گلر کا حکم جن میں حرام اشیاء نہ ہوں اگر حرام اشیاء ہوں تو ان کا استعمال مطلق حرام ہے خواہ بالوں کو خالص سیاہ کر یا نہ کریں۔

(صاحب روضة خضاب کا شرعی حکم، فتویٰ دارالافتاء، سورہی ٹاؤن)

مجاہدین کے لیے سیاہ خضاب کا حکم:

سوال: مجاہد کے بال سفید ہو گئے ہوں تو جہاد میں جاتے وقت دشمن پر رمب ڈالنے کی غرض سے سیاہ خضاب استعمال کر سکتے ہیں؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: دشمن پر رمب ڈالنے کی غرض سے جہاد کے موقع پر سیاہ خضاب کا استعمال بالاتفاق محمود و مستحسن ہے۔

قال في الدخلة : ما الحصاب بالسواد للمزور ليكون اعيد في
عيس العدد . فهو محمود بالانعاف . وإن يزى نفسه لفساء . مكره
وعليه عامة المتصالح . (فتاوى شامی : ۱/۲۶۶)

وعبر واهذا الشيب واجتسوا السواد قال الحنوي هذا هي حق
عبر نمران ولا يحرم من حقه ولا رهاب . (فتاوى شامی : ۱/۲۶۶)

مروجہ حلیہ اسقاط :

مروجہ حلیہ اسقاط کے متعلق ایک مفصل سوال و جواب لکھ کر نقل کیا جاتا ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان دین میں اس مسئلے کے بارے میں

ہمارے علاقہ میں زمانہ قدیم سے رائج ہے کہ جب کوئی شخص مرجا جاتا ہے تو اس کو تہ فین کے
لیے قبرستان لے جاتے ہیں تو نماز جنازہ کے بعد دو تین سو افراد کا ایک بڑا دائرہ بنایا جاتا ہے اور
اس بڑے دائرے کے اندر ایک چھوٹا دائرہ بھی بنایا جاتا ہے جس میں ایک عالم ہوتا ہے۔ یہ عالم
دارشویت سے چادر میں لپی ہوئی رقم جس پر ایک قرآن کریم بھی رکھا ہوتا ہے وصول کر کے پہلے
پھونکے دائرے میں اس کے بعد پھر بڑے دائرے میں ایک بار گھم کر حلیہ اسقاط کرتا ہے۔ ہر
شخص "قبلہ" دو بیت تک "کہتا ہے جب کہ اکثر لوگ اس کے سنی و مفہوم سے وقف علی نہیں
ہوتے۔ اس کے بعد میت کے بعض ورثاء اور متفقین اکٹھے ہو کر رقم کی مقدار تعیین کرتے ہیں اور
تعیینہ رقم ہر شخص کو دینی جاتی ہے جس کے بعد سب واپس چلتے ہیں۔

اس مروجہ حلیہ اسقاط سے کوئی بھی مشکئی نہیں، خواہ مرنے والا شیر خوار بچہ ہو یا نہایت "فحوک
الحاں کوئی فریب جو، خواہ اس کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو، ہر حال میں لازم تقوہ کیا جاتا ہے۔ مگر
میت نے ترکہ میں کچھ بھی نہ چھوڑا ہو تو اس کے ورثہ فرض لے کر اس کا اسقاط کرتے ہیں اور اگر
میت کے ورثہ بالغ نہ ہو تو بالغ ورثہ سے یہ رقم وصول کی جاتی ہے۔

شیر الخ میں بعض اوقات اتنی رقم گھماتے ہیں کہ آدمی پہنچ فرض ہو جاتا ہے، کیا یہ کرنے
سے فرہنج مافق ہو جاتا ہے؟ نیز یہ بھی روای ہے حد درجہ کثرت شخص پر بھی یہ کار لازم ہے۔
مندرجہ بالا طریقہ کار اعمال تہ فین کا لازمی حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اسے ترک کرنے والا پراہن
ظہن کی جاتی ہے اس لیے بعض لوگ اس کو چھوڑنے میں شرم و عار محسوس کرتے ہیں۔

لہذا سو سے نزارش ہے کہ اس کے بارے میں خمر شرعی سے دور فرد میں کیا اس قسم کا عمل جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس عمل کا مرتکب کتنا گنہگار ہوگا؟ نہیں؟

معضل لوگ کہتے ہیں کہ اگر میت سے غیر انفس فوت نہ ہوئے ہوں تو یہ اس کے لیے صدقہ و عطا ہے یا واپسی صحیح ہے؟ تقفیس سے جواب مطلوب ہے۔ بینہ و جدو

جواب یہ مہم بطریقہ و مجاز اور بدعت ہے۔ قرآن وحدیث و فقہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اور نہ ہی قرآن مشہور انباء لغیر میں اس کا کوئی وجود ہے۔

قُلْ اِنَّهُ تَعَالٰی : ﴿ اَللّٰهُمَّ اَكْمِلْ لَکَ دَیْنِکَ وَ تَمِمْتْ عَمَلِکَ

نعمنی و رابٹ لکم الاسلام دینا ۛ

﴿ اَلْعَدَدُ کَانَ لَکَ فَمِی رَسُوْلٍ لَّکَ اَسْمَیْ حَسَنَی ۛ

جو محفل رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا ہم اسے ثواب سمجھ کر کرنے لگیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نعرۂ باندہ حضور ﷺ نے دین کو پوری طرح نہیں سمجھا۔ ہم آپ ﷺ سے دین کے مسائل کو نہ یاد رکھ رہے ہیں اور محاذ اعداء آیت ﴿ اَللّٰهُمَّ اَكْمِلْ لَکَ دَیْنِکَ ﴾ بھی شرط ہے مرنے تک اپنی طرف سے دین میں زیادتی کرنا سخت گناہ ہے۔

قَالَ السَّيِّدُ مَسْنُوْنِیُّ اَللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ " کس بدعت فضائل "

علاوہ ان میں حیلہ استعمال کا جو مروج طریقہ ہے، یہ کئی مقاصد پر مشتمل ہے، اولاً ان میں حملتک فقراء اس طرح کی جاتی ہے کہ اس سے تسلیم کتنی نہیں ہوتی، اٹایا اس سے فخر و عقیدہ لازم آتا ہے کہ جو آدمی گنہگار ہو دیر ہو جاتے ہیں اور نماز روزہ کی پرواہ نہیں کرتے۔ چنانچہ اس کا یہ فقر مریکا جاتا ہے کہ اسے بھی کفن و دفن کے احوال میں سے ایک مستقل عمل سمجھا جا رہا ہے، جبکہ التزام کرنے سے مروج بدعت مندوب کا مہمگی ناجائز ہو جاتا ہے۔ کما صرح پانی الشامی وغیرہ، راجح تھا ہی مال سے نذر دیا واد نہیں کیا جاتا حالانکہ ترکہ کے تہائی حصہ تک نذر یہ کی وصیت کرنا اور اس کا ادا کرنا ہی ہے اور تہائی مال سے نذر یہ ادا کرنے کے بعد بھی نذر یہ اپنی رہ جائے تو اس حالت میں بعض فقہاء نے حیلہ کی اجازت دے دی تھی مگر نئی زمانہ اقتصاد و عقیدہ کی وجہ سے یہ بھی جائز نہیں۔

نیز مروج حیلہ میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اس میں نابالغ اور عیال کا مال بھی دیا جاتا ہے جبکہ نابالغ کا مال اس کی اجازت سے بھی کسی کو دینا جائز نہیں۔ علاوہ یہ کہ مروج حیلہ اسقاط مذکورہ بالا

معاذ کی وہ ہے شرعاً ناجائز ہے۔

چند رسوم باطلہ اور بدعات مروجہ کا بیان:

۱. میٹ کے سر پر لٹاؤ نہ عزائم کر، وہ بدعت ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ۱/۲۱۶)

۲. میٹ کے سر و گھائی کی رسم بہت سے مفسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے واجب

الشرک ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ۱/۲۱۹)

۳. رکن کے بعد فی ظہر دعا کا ثبوت ہے، البتہ استراحت میں وقفہ، عابثانہ اور باطنی دعا

کرماء بدعت ہے۔ (موجود از احسن الفتاویٰ: ۱/۲۲۱)

۴. مروجہ حیلہ انقطاع ناجائز اور بدعت ہے، قرآن احمدیت وقفہ میں اس کا کوئی

ثبوت نہیں اور نہ ہی قرون مشہور راہاء اخیر میں اس کا کوئی وجود ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ۱/۲۹۹)

۵. میٹ کے گھر بدعت کا استراحت ناجائز اور بدعت ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ۱/۳۵۵)

۶. تقریر کی دعا میں ہاتھ اٹھا بدعت ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ۱/۲۴۵)

۷. اپنے طور پر صدقات کاغذ یا سخاوت و شیعہ و قبیل وغیرہ کا ثواب میٹ کو پہنچانا

حدیث سے ثابت ہے، البتہ ایصلیٰ ثواب کے لیے اجتماع کا اجتناب ضروری کی تعین کرنا بدعت اور

ناجائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ۱/۳۶۲)

۸. ایصلیٰ ثواب کے لیے قرآن خوانی یا اہل بیت پر لٹا دینا دونوں ناجائز ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ۱/۲۹۲)

۹. تقریر کے لیے مستغنی اجتماع کا اہتمام کرنا درست نہیں، ایک اپنے طور پر

آنے اور الگ طریقہ طور پر اٹھنے ہو گئے تو اس میں کوئی مریض نہیں۔ (احسن الفتاویٰ: ۱/۲۹۲)

۱۰. مرحوم کی چوہ کے سوا وہ دیگر چیز و اقسام کے لیے شمعوں سے زیادہ سوگ منہ

جائز نہیں۔ (موجود از مکتبہ مدنیہ)

۱۱. بعد از عیدین کے موقع پر کسی شخص یا رسم وادانہ کے طور پر کرنا جائز نہیں۔

۱۲. قبروں پر بری شے کا زانیہ نقد اس کا ثبوت تو ہے لیکن لوگوں نے اس کو لازم سمجھ لیا ہے اس لیے یہ عمل بدعت ہے۔ (احسن الفتاویٰ : ۳۷۱/۱)
۱۳. قبر کو ایک بالشت تک اونچا بنانا مستحب ہے اور اس پر کوئی عمارت نہ بنی کرنا منع ہے اس سے اعتدال لازم ہے۔ (رد المحتار : ۲/۲۳۷)
۱۴. قبر پر حضرت یاں لگانا، قیر پر چادر ڈالنا یہ رسم بدعت ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ (احسن الفتاویٰ : ۳۷۴/۱)
۱۵. قبروں پر چرخ جانا جائز نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے قوموں پر لعنت فرمائی ہے۔ (مشکوٰۃ، ص ۷۶ باب النساء ج ۲)
۱۶. قبر کو اینٹ اور چونے کا کر منبوط کرنا جائز نہیں البتہ گارے سے لپٹا جائز ہے مگر اگر از بھر ہے۔ (احسن الفتاویٰ : ۱۹۷/۱)
۱۷. قبر کو بوسہ یا بیض عبادت و تعظیم قبر ہے اور بلا نیت عبادت بوسہ یا گنہ و کبیرہ ہے۔ (احسن الفتاویٰ : ۳۶/۱)
۱۸. قبر پر علامت کے طور پر میت کا نام اور تاریخ وفات لکھنا جائز ہے البتہ کتبہ قبر کے سربانے سے کچھ ہٹا کر لگا دیا جائے۔ (احسن الفتاویٰ : ۲۰۹/۴)
۱۹. قبر کے سربانے آیت قرآنیہ لکھنے میں ہے ادلی ہے اس لیے جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ : ۲۴۱/۴)
۲۰. اولیاء اللہ کے حزارات یا دیگر قبروں کا طواف ناجائز اور حرام ہے مخصوص تاریخوں میں یا محلق کسی بھی وقت کیا جائے برصورت میں ناجائز اور حرام ہے۔ (فتاویٰ حنفیہ : ۲/۷۷ بحوالہ ارشاد النہج : ۳۴۲)
۲۱. دوسری جگہ کی مٹی اگر قبر میں ڈالنا چونکہ اس کا ثبوت نہیں ہے اس لیے بدعت ہے۔
۲۲. قبر پر جانسوزی دے کر بویا اور رد کر غیر اللہ سے مدد مانگنا بہر حال ناجائز اور حرام ہے ایسا شرک کا فعل ہے امن اسلام میں سے کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ حنفیہ جدید : ۱/۱۵۹)

۲۲ قبر نے پتھر اور پتھر سے قلعہ عقیدہ کی دیوار بنائی ہے تاکہ وہ اس سے محفوظ رہے۔

۲۷۔ بازارِ تعمیر نے جالایا بھی انسان و مشیدہ کی، لیس ہے قبر کوئی صلیب یا آسمان تو نہیں کہ ان کے لیے اور تعمیر کرے ان کے لیے یہ معلوم ہوا ہمارے دلوں سے مضبوط نرم ہے۔

۲۵۔ دوکانوں کا نصب اٹھانا، عموماً لائب اسٹوڈ، منجھو کر کھٹے میں اسی لیے یہ جانور نہیں (حیرت انگیز: ۳: ۶۵۵)

۲۶۔ مختلف برہمنوں کے حرائات یا جوہوں کے نام سے اشتیاع منعقد کیا جا رہا ہے اس میں اکثر لوگ حرائوں یا سید اور خیر و کرمات میں مختلف طریقے سے غلام و پلازنت بن چکے ہیں جو کہ حق میں صرف وہ لوگوں کا ہے جنہوں نے خدا کو پہچان لیا ہے۔ اشتیاع اور تالی کی کوئی بات ہے اس لیے یہ بدعت اور گمراہی ہے اور ایسا عمل منانا اس میں شک نہ کرنا سب سے جائز ہے۔

(ملخص ام امه اد العبد)

۲۷۔ اُس کو چنے، تھوڑے کما کر مکہ سے چلے آئے۔ یہاں پر عیاد بن کر بیٹھ جاتا تھا۔
 اُس نے اس میں دین و دنیا دونوں کا نقصان ہے۔

۲۸۔ میت انگریزی پڑھا کر یہاں تو اب کڑی فی لغہ چلا کر ہے۔ میت اس کے ساتھ اور کوئی دوسرا راق الخ سہل نہ دیا جائے۔

۲۹۔ تموز میں زبان سے نیت سے ضروری نکلیں ہے، اگر کوئی اپنی توجہ نہ کر اور کھٹے کے لیے زبان سے نیت کرے، تو اسے کھانا کھانے میں مبتلا پھرے اور نیت فرض امام کے ساتھ نہایت جوں جوں ان کو نیت اور ضروری کھانا دھت ہے۔

۳. زبان مراقبت سے کیا مراد ہے ؟

(2000 年 1 月 1 日 至 2000 年 12 月 31 日)

۳۱ قرآن کے بعد بتائی دعا میں نہ پہنچنے سے مصابت کے ساتھ ثابت نہیں ہوا۔ اس لیے اس دعا کا اہم بہت ہے۔ عند نماز میں بعد از نماز کے قرآن کے بعد جبری دعا کی کوئی تاخیر نہ کی کہ اس دعا کے متعلق وقتہ ہاں کو پہنچ کر تے رہیں کہ یہ طریقہ صحت سے ثابت نہیں اس لیے اس کا زیادہ اثر نہیں کہ اس سے ایسا کبھی کبھار خفاقی دعائیں تھ کر دیا

کریں تاکہ امام کے ذہن سے اس طریقہ کی عزت و خیال نکلیں۔ اگر علی اللہ سے نکل
بظریق اسن لا خلف اور قری سے وکوں کو مسند کی تحقیقت سمجھیں اور غیب و بین کو کھلی کر انہیں
تاکہ منکھارہ رقتہ کی صورت پیش نہ ہو۔ (مراجعہ: راجعہ: اعداد: ۱۸۸۲)
۳۲۔ سنن ابوالفضل سے بعد اجتماعی دعا کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ اسنن اور تواتر سے بعد
اجتماعی دعا کا ثبوت ہے۔

۳۳۔ شریعت میں صحابی کا موقع اس ملاقات ہے کہ دونوں کے بعد تفصل ماقات و
معدنی رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت نہیں ہے یہ
راہنہ کی ایجاد اور بدعت ہے اس لیے اس کے امتداد واجب ہے۔

۱۔ حسب اعداد: ۱۰۵۱۱

۳۴۔ اذان کے بعد وہ میں ہاتھ اٹھاؤ رسول اللہ ﷺ سے متعلق نہیں اس لیے ہاتھ
اٹھائے بغیر دعا مانگی جائے۔ (مراجعہ: تواتر و جمیعہ حدیث: ۲۵۱/۲)
۳۵۔ علماء احناف کے اہل رائے یہ ہے کہ تہجد بعد از روز بھی مکروہ نہیں البتہ جن
احادیث میں بھی وارد ہے وہ ضعیف اور کمزوری وغیرہ پیدا ہو جائے کہ قبول ہیں کہ جن کی وجہ سے
بعد کی ادائیگی میں فرق آتا ہو۔

قال العلامة ابن العارفين رحمه الله تعالى: ولا بأس بضموم

الضمومة عند أبي حنيفة رحمه الله، ومحمد رحمه الله تعاروي عن

أبي عباس أنه كان يصوم ولا يعطر

(فتاویٰ حنفیہ: ۱۹۹۰ء، عالمگیری: ۹۱/۲، کتاب الصوم)

۳۶۔ تراویح کے ہر ترویج میں چار رکعت کے بعد کھڑے ہو کر پڑھنا مستحب ہے اس میں
اختیار ہے تسبیح اور دُعا شریف، استغفار، تلاوت، فقرہ کوئی غور پر آیت آواز میں جو اس نے معلوم ہو
اس میں مشغول رہے، بلند آواز، یا قرآنی دعا، یا ان کا ثبوت نہیں ہے اس لیے جائز نہیں۔

۳۷۔ تراویح کا تم بولنے کے لیے ایسا ہر ترویجی جانے والے اس کے بعد امام، وقت پر اس کا
تعلق شرع ہو جائے۔ یہ ایک فقرہ ہی طور پر تسبیح و تلاوت وغیرہ دول الہی سرے کتاب ہے، سورہ ملک
پڑھنے کا کوئی ذکر نہیں اس وقت اگر کوئی یا قرآنی سورہ پڑھتی ہو تو خمسہ میں عمل شریعت سے ثابت

نہیں اس لیے تراویح کے بعد سورۃ تک کی تلاوت کی تخصیص اور اس کا اتمام بدعت ہے۔

۳۸۔ رمضان کے آخری ایام میں مولوداع یا الفراق کہہ کر پکارنا غلبہ بعد میں یا کسی اور

وقت اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں اس سے بدعت ہے۔

۳۹۔ تراویح میں قسم قرآن کے موقع پر منہ کی تقسیم کرنے کے لیے چند کرنا یا منہ کی

تقسیم کرنے کا اتمام کرنا یا اس کو تراویح کا حصہ سمجھنا بدعت اور ناجائز ہے۔ بہت آکر کوئی اپنی مثال

آدم سے اخروی طور پر تقسیم کرے تو اس کی مباحث ہے۔

۴۰۔ عید کی مبارکباد دینا لھنا جائز ہے لیکن اسے سنت سمجھنا جائز نہیں، اسی طرح انہی

فصوص اللہ تو ”عید مبارک“ کو سنت اور ضروری سمجھا بدعت ہے۔

(ماحول ذرا بدعات و معاصی : ص ۶۶)

۴۱۔ غلط صدقات و خیرات کے لیے دن کی تعیین یہ شریعت مطہرہ پر لایا جاتا ہے اس

لیے ناجائز اور بدعت ہے بلکہ تعیین وقت جس وقت دل میں آئے خیرات کرے۔

۴۲۔ بعض اوقات نماز کے بعد جو لوگ کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں فصوصاً

بعد کی نماز کے بعد یہ کئی قبائح و منکرات پر مشتمل ہونے کی بناء پر بدعت اور ناجائز ہے۔

(ماحول لڑا احسن الفتاویٰ)

۴۳۔ کھانے کے بعد دعاء کے موقع پر ہاتھ اٹھانا شرعاً ثابت نہیں اللہ اکبر اللہ اکبر

بغیر نظر اوی طور پر دعاء یا نور پڑھی جائے۔ اس موقع پر ہاتھ اٹھا کر جمائی دعا کرنا بدعت ہونے کی

بناء پر واجب الزکر ہے۔

۴۴۔ شب پر اُتے کے موقع پر حلوہ پکانا ناجائز ہے۔

۴۵۔ فقہاء و کرام رحمہم اللہ نے نماز کے بعد جن مواقع پر اذان کو مشرعیاً قرار دیا ہے

ان میں شہد ہے۔ دُش کے وقت اذان کہنا کو نہیں اس لیے اس واقع پر اذان کو ناجائز نہیں۔

نسوار استعمال کرنا:

نسوار کے استعمال سے انسان کو فخر و ملی لاف سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اسی طرح اس میں ایک

قسم کی بد بو بھی ہے جس سے نفرت ملیں گے لیکن آتی ہے۔ لہذا اس کے استعمال کی عادت نہیں بنانی

چاہیے۔ اگر کسی کو عادت پڑ گئی ہے تو اس کو ترک کرنے کی کھل کوشش کی جائے۔ ۴۶۔ ہم اس کے

استعمال کو حرام یا ناجائز نہیں کیا جائے گا

انہی سوار کھڑکھڑ میں چائنا صبح ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے جب تک اسے اٹھانے کی عادت نہ چھوڑے۔ اس وقت تک اس کا استعمال کرنا حرام ہے کیونکہ میں آنے سے پہلے اسے کو آگئی طرح صاف کر لیا جائے۔

باقی چونکہ نماز کے دوران اٹھانا پینا ناجائز نہیں اس لیے دوران نماز سوار کا استعمال بھی جائز نہیں ہوگا، اسی طرح، اذکار کی حالت میں بھی سوار کا استعمال جائز نہیں اگر کسی نے استعمال کر لیا تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا اس کے زما میں روزہ کی قضاء لازم ہوگی۔

قَالَ سَلَامَةُ اس عَابِدِ بْنِ رَحِمَهُ اللَّهُ : اسْتَفْتَوْنِي فِي مَسْئَلِ اسْتِعْمَالِ
فَالِ مَعْصُومٍ أَنْ يَحْبِلَ انْطِيعَ إِلَى أَكْثَلِهِ وَتَنْفَعِي شَهْوَةَ الْبَطْنِ لَهُ ؟ قَالَ
مَعْصُومٌ هُوَ مَا يَمُوتُ دَعْوَةً إِلَى صَلَاحٍ أَوْ نَفْسٍ وَفَالِدُهُ هُوَ الَّذِي مَضَى
لِعَمَلِهِمْ أَمْرٌ حَبَّاسٌ اسْتَلْعَمَهَا فَعَلِمِي أَنَّهَا بِكُمُورِ الْأَوَّلِ .
وَبِالْعَكْسِ فِي الْحَشَةِ لَا لَا يَمُوتُ فِيهَا الْمَيِّتُ . . . وَرَبِّمَا تَنْصَحُ عَقْلَهُ
وَسَبِيلَ إِلَيْهَا انْطِيعَ وَتَنْفَعِي بِهَا شَهْوَةَ الْبَطْنِ لَهُ .

(رد المحتار: باب ما يفسد الصوم ۱/۲۵۸)

گانے کی طرز پر تعلیم پڑھنا:

رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرنا، آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ، حسن و جمال کو بیان کرنا، آپ ﷺ سے محبت، عقیدت کا اظہار کرنا جائز بلکہ کاوشاں ہے اور مردانہ آخرت ہے۔

لیکن اس میں خلو کرنا، اللہ تعالیٰ کی صفات کو رسول اللہ ﷺ کے لیے ثابت کرنا، دیگر شرکاء کلمات کو آپ کے حق میں استعمال کرنا، حرام، جہالت اور کراہی ہے، اسی طرح نعت و تحمید کو گانوں کے طرز پر پڑھنا اور اس کے ساتھ ساز اور موسیقی شامل کرنا، تعظیماً ناجائز ہے۔ سراسر انحراف بلکہ آپ ﷺ کی شان میں گستاخی ہے۔

وَعَنْ أَبِي - لَاحِثِ الْأَشْمَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ : رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَيْشْرِي مَنْ مِمَّنْ لَعَنَ النَّحْمَ بِسَمُونِهَا بَغِيرِ
اسْمِهَا . يَعْرِفُ عَلَى رُؤُسِهِم بِالْمَعَارِفِ وَالْمَقَاتِلِ يَحْضُرُ اللَّهُ بِهِم

الارض ويجعل الله منهم القردة والعنابر

(یعنی انہ کو اپنی ذات و اس عاجزہ میں شامل)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے ہاتھ قوت شراب کو اس کا کام بدل کر سکیں گے اور ان کے ہاتھ سے سوزن اور مزاحیر کے ساتھ لڑتوں کا کام ہوگا، اللہ تعالیٰ ان کو زمین کے ندر و حنڈ اے گا اور بعض کی صورتیں مسخ کر کے بندر اور سورہ بنادے گا۔

وعن علي رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم بهي عن

ضرب المدف، والعنبر والصوت المزمار (كذا في جيل الأقطار)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا (صوت ہلہ بجانے اور بانسری کی آواز سننے سے۔

(موجودہ زمانے کی موسیقی اسی میں داخل ہے)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانہ میں میری امت کے کچھ لوگوں کی صورتیں مسخ کر کے بندر اور سورہ بنادیا جائے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہ مسلمان ہی ہوں گے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں وہ اس بات کی گواہی دینے والے ہوں گے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں (یعنی مسلمان ہوں گے) اور روز بھی رکھتے ہوں گے، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! پھر ان کا قصور کیا ہوگا؟ تو ارشاد فرمایا کہ وہ گانے بجانے کے آلات اور گانے بجانے والی لڑتوں اور ذمول بجانے میں مشغول ہوں گے اور شراب پیا کریں گے وہ رات اسی طرح شراب پینے اور دوسری تکمیل کو میسر کرادیں گے جب صبح کو انھیں گے تو ان کے چہرے مسخ ہو چکے ہوں گے۔ (رداوا ابن حبان)

لہذا نخت رسول مقبول ﷺ کے ساتھ ساز مل کر پڑھنا یا ساز ملانے بغیر گانے کی طرز میں جس سے گانے کی طرف دھیان جائے یا گانے کی لذت محسوس ہو شراباً نہ نہیں، ایسی نعت و نظم پڑھنے اور سننے سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

اسی طرح قرآن کریم کی تلاوت بھی گانے کی طرز پر کرنا جائز نہیں ہے، قرآن کو عرب کے لہجہ میں پڑھنا چاہیے۔

یہ ڈرامے مکتولہ کی جانے والی چیز اکابر اہل علم و افتاء کے نزدیک تصویب ہی ہے، اس لیے ایسی

نی روز کا استعمال منع ہے جس میں کسی چاند اور کی تصاویر ہوں۔

روزہ میں ہاتھ لگا سٹھال:

نہیں پھپ (انٹیلر) کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ روایتی ذات حلق میں داخل ہوتے ہیں، اگرچہ وہ ٹیس یا صمیر کی شکل میں ہوتے ہوں۔

فقہاء و ائمہ نے روزہ کی حالت میں بھراں یا غبار کو قصد حلق میں داخل کرنے سے روکنا ہے۔

وَمِمَّا يَنْهَى اللَّهُ عَنْهُ لَوْ دَخَلَ حَلْقَهُ الدَّخَانُ أَنْفَطَرَ أَنْفُهُ دَخَانًا

كَمَا دَخَلَ عِدَاؤُهُ عَيْنُهُ ذَاكَرًا لِمَكَانِ التَّحَرُّمِ عَنْهُ فَلَيْتَهُ لَمْ يَكُنْ

سَلْبَةً شَرِيَّةً

وَفِي رَدِّ الْمَحَارِبِ: وَهَذَا هِيَ مَعَادِ قَوْلِهِ دَخَلَ بِنَفْسِهِ بِلَا صَنْعٍ مِنْهُ

قَوْلُهُ لَوْ دَخَلَ حَلْقَهُ الدَّخَانُ بِأَيِّ صُورَةٍ كَانَ إِلَّا دَخَالَ حَتَّى لَوْ

نَسَحَ بِغَيْرِ قَارِعَةٍ إِلَى نَفْسِهِ وَأَشْتَمَ ذَاكَرًا لِنُصُومِهِ أَنْفَطَرَ لِمَكَانِ التَّحَرُّمِ

عَنْهُ وَهَذَا مَا بَفَعَلَ عَنْهُ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَبْهَمُ أَنَّهُ كَشَمَ الْوَرْدِ

وَمِثْلِهِ وَالْمَسَلَّةُ لَوْ ضُجَّحَ الْقِرْصُ بَيْنَ هَوَاءٍ فَطَبِيعُ بَرِيحِ الْمَسَلَّةِ

وَأَشْتَمَ وَبِهِ جَوْهَرُ دَخَانٍ وَدَخَلَ إِلَى جَوْفِهِ بَعْدَ .

(رد المحتار: ۳۹۵/۲، مطبوعہ مکتبہ)

باقی جس اخبار کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں مسئلہ ٹھیکہ والا کوئی شرعی عام یا سختی نہیں ہے مسئلہ دینیہ کے لیے مسئلہ علماء کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے، ہر کس و ہر کس کی بات پر اعتناء کرنا قطعاً جائز نہیں، بہر حال اب فتویٰ یہی ہے کہ ”انٹیلر“ کا استعمال روزہ کی حالت میں جائز نہیں، اگر کسی نے روزہ کی حالت میں استعمال کر لیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔

بینک کے لیے تیار ہونے والے مکان میں حروری کا حکم:

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی کے درخت دار لکڑی کا کام کرتے ہوں (عام حالات میں ان کے یہاں لڑیاہ کا کام بھی نہیں ہوتا) لکڑی کے حالات مذکورہ بہتر ہوتے ہیں) تو انرا سے جنگ کا کام کرنا بڑے برا بھی نیا کھانا کیا ہو یعنی اس بینک کا کھانا

پہلے کوئی اور کام کرنا تھا اور اب چاہا کام وغیرہ ختم کرنے میں تک نہیں رہا اور اس بینک کی تعمیری کام تمام ہو چکے ہیں۔ رشتہ دار سے کروادہ یا ہو اور اس بینک کا معاوضہ پہلے اور آخر کیا ہو اور چھ کام سے بعد اور آخر کیا ہو اور اب ان کے یہاں خوشحالی بھی ہے تو ان کے گھر چائے، ٹھکانا، صافا اور دیگر اشیاء سے بھر چکے ہیں۔ یہی ہو تو اس کا کیا حکم ہے اور اگر یہ کہنا چاہیں وغیرہ مثلاً انہوں نے اس رقم سے منگوایا کیا ہے "مسئلہ کو روکنا" وغیرہ فرمایا کہ بدھ کی انجمن دور فرما میں۔ بیجا تو ہے۔

اب موجودہ دور میں بینک نے کاروبار میں اکثر سودی معاملات ہوتے ہیں۔ اب اگر وہ بینک کا کاروبار قائم کرے گا تو وہ بھی اسی قسم کے سودی معاملات ہی انجام دے گا۔ اس لیے ایسے لوگوں سے ساتھ تعاون کرنا گناہ کے کام میں تعاون ہے جس سے قرآن وحدیث میں منع فرمایا گیا ہے۔

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

عام صورت مسئولہ میں چونکہ ابھی تک بینک کا ادارہ وجود میں نہیں آیا تھا اس لیے اگر یہ شخص پہلے کی حلال رقم سے اجرت لے کر لے کرے تو وہ اجرت حلال ہوگی، اس اجرت سے بڑھتی کسی کو کھانا کھلانے یا یہ کہے تو اس کو قبول کرنا بھی جائز ہوگا۔ اور اگر اجرت، کما چھوڑا بینک کے کام شروع ہونے کے بعد بینک یا سابق حرام کی آمدنی سے لے کرے تو یہ حرام سمیت سابقہ آمدنی کے حرام ہونے کی وجہ سے اس کو لینا استعمال کرنا خود بڑھتی کے لیے بھی حلال نہیں، اگر لے لیا ہے تو بلائیت ثواب فقراء پر صدقہ کرو دینا واجب ہے، اگر بڑھتی اس رقم میں سے ہی کو یہ کہے تو اس پر یہ کو قبول کرنا اور اسے استعمال کرنا جائز نہیں، وہاں البتہ کسی فقیر کو مال لکھنا کر دینا ہے تو اس کے لیے استعمال جائز ہوگا۔

وهي البذر المختار قال: وجار نعمير نسبة وحمل حمز مدني

سفسه أو بدابة باحر - وهي الشامية قال هي الخابية - ولو احر نفسه

يعمل في الكيبة ويعمرها لا بأس به لانه لا معصية في غير العمل.

(ردالمحتار - ۳۹۱/۶ - کتاب الکراهية)

بارش طلب کرنے کا مستنون طریقہ:

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ہدیج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں جب بارش

نہ ہوں تو پتہ لوگ جمع ہو کر پیسے جمع کرتے ہیں خود بھی حصہ ڈالتے ہیں اور لوگوں سے بھی پیسے دیتے ہیں پھر ان پیسوں سے چاول پکاتے ہیں اور لوگوں کو کھلاتے ہیں کہ دعا کرو اللہ تعالیٰ بارش کرے گی، تو کیا ایسے لوگوں کو پیسے دینا جائز ہے؟ اور کیا یہ چاول وغیرہ کھانا جائز ہے؟ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں دیکھائی فرمائیں۔ جنتو تو جروا جواب: بارش طلب کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ علاقہ کے لوگ کسی سید ان میں یا جامع مسجد میں جمع ہو کر استسقاء کی نیت سے دو رکعت نماز ادا کریں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے سفارش طلب کریں اور بارش کے لیے دعا کریں اور اپنے طور پر صدقہ خیرات بھی کریں۔

لیکن سوال میں مذکور طریقہ شریعت سے ثابت نہیں ہے اس لیے اس سے اجتناب لازم ہے اور اس میں ایک بنیادی خرابی یہ ہے کہ لوگوں سے جو چھو لیا جاتا ہے اس میں اکثر لوگوں کی خوش دلی کا یقین نہیں ہے، اس لیے اس طرح چھو کر اس کو آگے استعمال کرنا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے اس میں چھو دے کر شرکت بھی نہ کی جائے۔

لغو له عليه السلام: إلا لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس

منہ۔ (رواہ البرہانی فی شعب الإسلام)

یعنی جتنا پیسہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سن لو کسی کا مال اس کی دلی رضا مندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

دعوت دوسرے شخص کی احکام:

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام ان دعوات کے بارے میں جو کچھ غریب سے غریب سے ملتا ہے اس میں شرعاً کیا ہے اور بہت سے دیگر اگر گمراہی اس میں جھٹکے ہیں:

۱۔ نکاح اور رخصتی سے پہلے دعوت طعام کرتے ہیں۔ جس کو دعوت دوسرے کہتے ہیں کیا اس کو ویر مسنون کہا جاسکتا ہے؟ ہمارا گھرانہ جو کہ ملتا ہے کسی دیگر اگر گھرانہ کھلاتا ہے اس میں ہمارے بھائی عبداللہ کا نکاح ہو چکا ہے رخصتی سے ایک دن پہلے وہ ویر کرنا چاہتا ہے کیا اس کو ویر کہا جاسکتا ہے یا نہیں اور چند دیگر گھرانہ جو کہ علاقہ میں عقیدہ کی حیثیت رکھتا ہو اس کے لیے اس بارے میں کیا احتیاط ہے، جبکہ نکاح سے پہلے ویر کا رواج پنجاب ہا ہے۔

۲۔ دعوت دوسرے میں بعد طعام ایک آدمی دوسرے پر غصا دیتے ہیں جو کھانے

۱۔ جسے والوں سے پیسے وصول کرنا سے بعد۔ آدمی کا نام اور رقم لکھ دیتا ہے، پھر حسب ان (رقم) دینے والوں (پیسے) سے کسی کی شہادت لیتی ہے کہ کیا وہ بھی اتنی ہی پیسے نہ کم دیا اور دیتے ہیں اور اس ضرورتی سمجھتے ہیں اور یہی طریقہ یہ ہے کہ علاقے کے بندوں کا بھی ہے۔ کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ جائز اور منسوں طریقہ ہے، بھاری، انسانی فرمائیں۔

۲۔ برات کو نکاح کے بعد لڑکی والے نکاح نکالتے ہیں یا بعض لوگ اسے تقسیم کرتے ہیں کیا لڑکی والوں کو اس موقع پر نکاح نکالنا یا اسے تقسیم کرنا جائز ہے یا ناجائز اور ان صورتوں میں دیندار مقتدا گھرانے کے لیے کیا احتیاط ہے، نیز ان لوگوں کو اس طعام میں شرکت کرنا اور اس طعام کا اہتمام کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ باحوالہ رہنمائی فرمائیں۔

۳۔ سنگتی میں ایک بڑا رویتے ہیں تاکہ وہ ہزار میں، اسی طرح رخصتی کے بعد لڑکی کے بھائی، خاندان کے گھر، اپنی بہن کو ملنے جاتے ہیں اور اس کو اس نیت سے پیسے دیتے ہیں کہ بعد میں دھننے میں لے، کیا ایسا کرنا شریعت کی روشنی میں جائز ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ ان تمام رسومات کو بہت ضروری سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے والے کو مٹھوں کیا جاتا ہے، ایسی صورت میں دیندار مقتدا گھرانے کے لیے کیا صورت بہتر ہے؟ بیوقوفو جروا

جواب ۱۔ ویرمہ سخت ہے، البتہ اس کے لیے کوئی خاص وقت، خاص چیز، خاص مقدار شرعاً مستحسن نہیں ہے، حسب استطاعت جس وقت جس چیز کے ساتھ ہو ویرمہ کی سنت ادا کی جاسکتی ہے، دعوت و ویرمہ نکاح کے وقت بھی ہو سکتی ہے نکاح کے بعد بھی، البتہ بہتر یہ ہے کہ شبہ زکاف یعنی میاں بیوی کی ملاقات کے بعد کی جائے۔

قال العینی رحمہ اللہ : قال فی المغنی : ویستحب لمن تزوج أن یولم ولو بشاة ، لا خلاف بین اہل العلم فی أن الولیمۃ فی العروس سنة مشروعة ولیست بواجبة فی قول اکثر اہل العلم (إلی قولہ) وقال عیاض : لا خلاف أنه لاحد لقلیل الولیمۃ ولا لکثیرھا ؟ أو احتلف السلف فی وقتھا : هل هو عند العقد أو عقبھا ؟ أو عند الدخول أو عقبه ؟ أو موسع من ابتداء العقد إلی انتهاء الدخول ؟ اقوال . إلی قوله وحديث انس فاصبح رسول الله صلى الله عليه

۱۔ مسلم بن زید ، مدعی القدر ، صریح بأنہا بعد الدخول .

(حشدة الفقاریہ ۱ : ۱۱۶ - ۱۱۷)

وعن انس رضي الله عنه : أو لم عليها (أي على صفة) حسن

وعن شعبة بن مسلم رضي الله عنها قالت : أو لم السي حسن الله

عليه وسلم عن بعض سنانة بعد من من سحر . (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷۷)

۲۔ شادی کے موقع پر سوال میں ذکر کردہ طریقہ پر جو رقم وصول کی جاتی ہے اس میں

کئی باتیں ہیں۔

(۱) قرض اولین دین ہے ، جبکہ بلا ضرورت قرض کا لین دین شرعاً ایک ایسے ہی عمل

ہے ، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض سے بڑھا دیا ہے ، نیز قرض کو قرض اس لئے کیا جاتا ہے کہ یہ قرض الحکمۃ یعنی محبت کا کائنات کی فہمی ہے ۔

(۲) بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ دوسرے کی شادی کے موقع پر یہ رقم بڑھا کر

لوٹائی جاتی ہے جو کہ سود کے حکم میں ہے ۔

(۳) اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ قرض واپس کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا ، مثلاً ، ایسے سے

بیلی ہی دھوکے میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے ، یا علاقہ چھوڑ کر دار گاہیں چلا جائے ، اس

صورت میں دوسرے کی حق تلفی اور ناجائز طور پر مال استعمال کرنے کا گناہ ہوا ، اس لیے یہ رقم قابل

ترک ہے ۔

(۴) کسی کی دعوت کرنے اس سے پہلے وصول کرنا ، غیرت و محبت کے خلاف ہونے

کے علاوہ ایک حقائق حرکت ہے ، دائر کسی کو دعوت کرنے کی استطاعت نہیں اور دعوت کرنا ہی ایوں

ہے ؟ بالکل نہ کرے یا جتنے افراد کو کھانے کی استطاعت ہے صرف اتنے ہی افراد کی دعوت کرے ۔

(۵) اگرچہ یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ قرض قرار نہ دیا جائے تو بھی یہ رقم مومن سے مجبور

ہو کر لی جاتی ہے ، حبیب خاطر اور خوش دلی سے نہیں لی جاتی ، اور حدیث میں آتا ہے

لا یحل مال امرئ ، مسلم إلا یطلب نفسه مہ

کہ مسلمان کا مال اس کی حبیب خاطر کے بغیر حلال نہیں ، وہاں البتہ دانا لینے کی نیت یا رحم

کے بغیر مزین و اقارب میں سے کوئی نہ یہ دے تو اس کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔

۲۔ ان کے لیے بھیجے گئے زمانہ میں نہ نصی کا کوئی خاص طریقہ نہیں تھا اور نہ ہی زیارات اور ملکوں کے اجتماع کا کوئی جتن تھا۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذہن کی والدہ محترمہ نے نصی کیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما نے نہ کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کلمہ روانہ فرمایا، بہت اثر پر اسے کا نتیجہ ہوا اور مردوں کے ناموں، اذکار وغیرہ مفاسد نہ ہوں تو نصی کے وقت قرعہ رشتہ اور خواتین کے سر میں جمع ہونے کی سمجھاؤں ہے، اور ان کے لیے عقد و استطاعت کھانے کا انتظام کرنا بھی درست ہے، لیکن اس کھانے کو صرف سہمان نوازی کی حیثیت دی جائے، اس کو دعوت مسنونہ نہ سمجھا جائے، نیز کہ نصی کے موقع پر لڑکی والوں کی طرف سے کھانے کا انتظام شریعت میں ثابت نہیں۔

۳۔ فی نفسہ وایا اتحائف کالمین وین شرفا مظلوم ہے، آپس میں محبت بڑھانے کا ذریعہ ہے، حدیث شریف میں اس کی ترقیب وارد ہوئی ہے۔

لیکن منگنی کے موقع پر بدیہ کے نام پر جو رقم اس غرض سے دی جائے تاکہ اس کا دامن عوض ملے یہ ایک خلاف شرع رسم ہے، اور درحقیقت یہ بدیہ نہیں بلکہ سودی قرض کی ایک صورت ہے، مایہ لیے فقہاء و کرام رحمہم اللہ نے اس کو برہنہ و اہل فرما کر ناجائز قرار دیا ہے۔

فان صلاحہ من وجہ اللہ تعالیٰ فی نفسہ انت احسنہ : تحت قولہ تعالیٰ : ﴿وَمَا أَنْتُمْ مِنْ رَبِّكُمْ بِرِئَافٍ﴾ اموال الناس لا یروا عند اللہ ﴿فَالْآنَ قَالُوا سَءَالُہٗ اِنْ یَسْکُونُ الْمَرْءُ بِرَبِّہٖ الْمُدْلَلِ اَیُّ وَا نَحْنُ عَطِیْمٌ ۚ اِنَّ اللہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ﴾ مہا فلا یروا عند اللہ لا یکمل لربہ وابدات : مع اللہ و بہذا المعنی : و ردت هذه الایۃ و الا فالربوا لا یحرم عند ذکرہ فی سائرہ النسخہ والی عمران ویکس الامام الرعد لم یجعل هذا الربوا حلالا لای سماء مکروہا و قال ان الربوا انما عان حرام و مکروہ و لا یفتن فایہ ما و اللہ اعلم (پ ۶۱، ۵۹۹)

شادی کے حقے و تحائف:

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارے میں کہ

۱۔ یکیز (فرضی نام) کو طلاق ہو چکی ہے، وقت پہنائی ملی، انگریزی اور من

دھائی کے وقت شوہر کی طرف سے دی گئی انگوٹھی کیا وہ سیکڑ کی ملکیت ہیں؟

۲. سیکڑ کے سسرال والوں کا یہ مطالبہ ہے کہ وہ ہم کو واپس کر دی جائے صحیح ہے یا نہیں؟

۳. سلامی / منہ دکھائی کے وقت سسرالی رشتہ داروں کی طرف سے جو پیسے سیکڑ کے ہاتھ میں اپنے بچے کے لئے دیئے گئے وہ کس کی ملکیت ہیں سیکڑ کی یا سسرال والوں کی؟

۴. سیکڑ نے سلامی / منہ دکھائی کے ان پیسوں سے اپنے بچے کو سونے کے جھمکے بنوائے اب سسرال والوں کا مطالبہ ہے کہ وہ ہماری ملکیت ہیں ہمیں واپس کیجے جائیں کیا وہ ان کو واپس کر دینے چاہئیں؟

۵. سیکڑ کے چیز کی چیزوں کو قسطوں میں واپس بھجوانا اور ان چیزوں میں کسی کرنا کیا یہ درست ہے؟

۶. سیکڑ سے منسوب کوئی ملکیتی چیز مثلاً تصویریں یا کوئی ایسی چیز جس سے مستغنی میں کوئی نفع ادا نہیں کیا تصور ہو واپس نہ کرے (سہاقت) سسرال والوں کا ایسا کرنا دین کے لحاظ سے کیا عمل ہے؟

شریعت کی رو سے مندرجہ بالا سوالات کے جوابات دے کر رحمہ اللہ ماجور ہوں۔ بیڑا تو جروا جواب ۱. سگلی کے وقت جو انگوٹھی دی جاتی ہے وہ عورت کو ہدیہ دی جاتی ہے لہذا یہ انگوٹھی اس کی ملک ہے، واپس لینا جائز نہیں البتہ کسی جگہ کا حرف اور دستور عاریتہ دینے کا وہ یا عاریتہ کے الفاظ کہہ کر یا جانا ہو تو اس کی ملک نہ ہوگی اور واپس لینے کا حق ہوگا۔

۲، ۳، ۴۔ منہ دکھائی کے وقت شوہر کی طرف سے جو انگوٹھی دی جاتی ہے اسی طرح سسرالی رشتہ داروں کی طرف سے جو تحفے دیئے جاتے ہیں وہ عورت کے لیے ہدیہ ہوتے ہیں اس کو واپس لینا جائز نہیں۔

قلت : ومن ذلك ما يبعثه إليها قبل الزفاف هي الاعياد والعواصم من نحو ثياب وحلى . وكذا ما يعطيها من ذلك أو من فرائض أو ذنائب صبيحة ليلة العرس ، ويسمى في العرف صبيحة ، فإن كل ذلك معروف في زماننا كونه هدية لامن المهر لا سيما المسمى صبيحة

ہاں نزوحۃ نصوصہ عہا ثبوا و اجمھا ح۔ ج ۱ ص ۱۵۳

(رد المحتار: مطلب ج ۱ ص ۱۵۳ ج ۱ ص ۱۵۳)

۵۔ عورت کو اپنے والدین یا عراز و اقارب کی طرف سے بغیر چیز ح ماہان دیا گیا ہے وہ ان کی ملکیت ہے، اس کو اس میں ہرجا و مرجع کا حق حاصل ہے، حلق ہونے کی صورت میں شوہر کا ملاہجہ کسی چیز کو روکنا یا واپس کرنے میں تاخیر کرنا جائز نہیں، البتہ جو چیزیں داماد کو شادی کے موقع پر بطور تحفہ دے دی گئیں ہیں ان چیزوں کا مالک وہ خود ہے، ان کو واپس کرنا ضروری نہیں۔

لحافہ فی تولد الحبۃ : بھر بنتہ تہ مات فضل بیۃ النور بہ العیۃ۔

فہاں کان الاب للشرعی لہا فی صغرہا أو فی کبرہا و سب نہا فی

صحفہ فہو لہا خاصۃ لہ۔

(رد المحتار: ۱۵۷/۳ مطلب دعویٰ الاب ص ۱۵۷ ج ۱ ص ۱۵۷)

۶۔ تصویر وغیرہ کو اس سے آئیہ امین یا کسی اور طریقہ سے بھی کسی سلطان کو ایذا

پہنچانا حرام ہے۔

ایسے شادی کے موقع پر تصویریں، عورتاں یا عراز یا دیگر گار رکھنا شرعاً سخت گناہ ہے، ایسی تصویروں کو ضائع کرنا لازم ہے، لہذا ان تصویروں کو عورت یا اس کے رشتہ داروں کے سامنے ضائع کر دیں۔

صحیحہ سوال میں مذکور ہے، عورت کو نہ کھانے کے وقت کھانے کے لئے گئے، بعض علاقوں میں اس عمل کو بطور رسم کے لیا گیا جاتا ہے، یہ شرعاً جائز ہے، خصوصاً غیر محرم مردوں یعنی شوہر کے بھائی، چچا زاد، ماسوں زاد، بہنوئی وغیرہ اس موقع پر دھن کو دیکھنے کا اہتمام کرتے ہیں، یہ انتہائی بے غیرتی کی بات ہے، اس رسم پر سے بچنا چاہنا لازم ہے۔

ملکت

عورتوں اور بچوں کے لئے بہترین اسلامی کتابیں

اسوۃ رسول اکرمؐ	حدیث کا مستند کتاب، ابتدائی عمر پر بچوں کے لئے سنہ ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔
اسوۃ صحابیات اور صحابہ کرامؓ	سوانح نوائی کے تحت، ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔
نارنگ اسلام کا مال	سورہ مہاب کی صورت میں شکل پرست ہے۔
تعلیم الاسلام	۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب میں خواتین اور بچوں کے لئے اسلامی تعلیمات پر روشنی ڈالتی ہے۔
تعلیم الاسلام	۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب میں خواتین اور بچوں کے لئے اسلامی تعلیمات پر روشنی ڈالتی ہے۔
رسولِ عارف	آنحضرتؐ کی سیرت پر مبنی ایک کتاب۔
وجہ عالم	آنحضرتؐ کی سیرت پر مبنی ایک کتاب۔
پیاروں کا گھر، پیارے بچے	۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔
اسلام کا نظریہ و عقیدہ	۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔
ادب زندگی	۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔
پیشگی زیور	۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔
پیشگی زیور	۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔
تعلیم العروس	۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔
آسان نماز	۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔
شرعی پردہ	۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔
مسلمان بیوی	۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔
مسلمان خاوند	۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔
میں بیوی کے حقوق	۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔
لیکھ بیجاں	۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔
خواتین کے شرعی احکام	۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔
تہذیب الغافلین	۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔
انحضور کے معجزات	۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔
قصص الانبیاء	۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔
حکایات صحابہ	۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔
گناہ ہے لذت	۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔

ڈاکٹر الامام علیہ السلام کے لئے بہترین اسلامی کتابیں

